بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی انزل الفرقان المبین والصلوۃ علی رسولہ الذی ارسل رحمۃ للعالمین وعلیٰ آلہ الطیبین الطاہرین وعلی الذین جاہدو معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم من الانصار والمہاجرین

اما بعد بندہ مسکین محمد احتشام الدین مراد آبادی غفرہ اللہ الہادی اس رسالہ **نصیحۃ الشیعہ** کو بندگان خدا کی خدمت مین پیش کرتا ہی مجیب الدعوات سے دعا ہی کہ اسکو قبول فرماکر ذریعہ ہدایت بنادے حضرات اہل سنت سے امید ہی کہ میری محنت کی قدر فرماکر دعائے خیر سے یاد کرین حضرات شیعہ کی خدمت مین التماس ہی کہ تعصب سے قطع نظر کرکے انصاف کی نگاہ سے ملاحظہ فرمائین من یہد اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ہادی لہ

شیعون کی روایتین جو اس کتاب مین مذکور ہونگی وہ اکثر ایسی ہونگی جو کتب شیعہ مثل کافی وغیرہ سے مین نے بچشم خود دیکھ کر نقل کی ہین اونکو مین بلا واسطہ کتب شیعہ کے حوالے سے لکھونگا اور اگر کتب مطبوعہ سے نقل ہی تو صفحات کا پتہ بھی بتا دونگا۔ اور جو روایتین کتب مناظرہ مثل تحفہ یا ازالۃ الغین سے نقل کرونگا انمین مین ان کتب مناظرہ کا

واسطہ ظاہر کردونگا۔ یہ بار عظیم جو مین نے اپنے سر پر لیا ہی ایسا مشکل کام ہے جو میرے حوصلے سے باہر ہے مگر اللہ کے فضل سے بہت کچھ امید ہی اور آپکی مدد پر بھروسا کر کے اب مین اصل مدعا شروع کرتا ہون۔ وہو حسبی ونعم الوکیل۔

سبب اسکی تالیف کا یہ ہوا کہ حسب اتفاق آجکل میری نظر بعض کتب احادیث شیعہ پر پڑی تو مجھکو سخت تعجب ہوا کہ حضرات شیعہ اس امر پر کیون نہین غور کرتے کہ اونکی روایتین نصوص قرآنی بلکہ شہادت عقل سلیم کے مخالف ہین باوجود دعوی غلو محبت اہلبیت کے اونھین کی روایتون سے بہت کچھ توہین اہل بیت کی لازم آتی ہی۔ میرا خیال یہ ہی کہ عوام شیعہ اپنی احادیث کے مطالب سے بیخبر ہین اونکے علمار و مجتہدین عوام کی سمجھ سے ان اسرار کو مخفی رکھتے ہین اسوجہ سے عوام کو انصاف کرنے اور حق کے سمجھنے کا موقع نہین ملتا۔

علمای شیعہ اس لئے چھپاتے ہین کہ اونکے ائمہ نے حد سے زیادہ دین کے چھپانے اور ان اسرار کو مخفی رکھنے کی تاکید کی ہی۔ اصول[1] کافی مین سلیمان بن خالد سی روایت ہے

عن سلیمان بن خالد قال قال ابوعبد[2] اللہ علیہ السلام یا سلیمان انکم علی دین من کتمہ اعزہ اللہ ومن اذاعہ اذلہ اللہ	کہا سلیمان نے کہ فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ ای سلیمان تم ایسے دین پر ہو کہ جو شخص اس دین کو چھپاویگا اللہ اسکو عزت دیگا اور جو کوئی اس دین کو ظاہر کریگا اللہ اوسکو ذلت دے گا۔

دین کا چھپانا باعث عزت اور ظاہر کرنا باعث ذلت

[1] اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۴۸۵ [2] ابوعبداللہ کنیت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ہی ۱۲

کبھی امرِ حق کو زبان پر نہ لانا		جو حق پوچھے کوئی تو ناحق بتانا	
چھپاؤ گے حق کو تو عزت ملیگی		جو ظاہر کرو گے تو ذلّت ملیگی	

۲ **علمای** شیعہ یہ بھی جانتے ہین کہ نجات کے لئے صرف محبت کافی ہو یہی ایمان ہو یہی عمل ہے نماز روزہ کی بھی ضرورت نہین اسی لئے وہ اپنے عوام کو بجز فضائل نوحہ وشیون اور طعن صحابہ کے اور کچھ بھی نہین سکھاتے کافی[1] کی کتاب الروضہ میں یزید[2] بن معاویہ سے روایت ہے۔

قال ابو جعفر علیہ السلام وھل الدین الا الحب ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ احب المصلین ولا اصلی واحب الصوامین ولا اصوم فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ انت مع من احببت	فرمایا امام باقر علیہ السلام نے نہین ہو دین مگر محبت ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اُس نے کہا کہ یا رسول اللہ مین نمازیون کو دوست رکھتا ہون مگر خود نماز نہین پڑھتا اور روزہ دارون کو دوست رکھتا ہون مگر خود روزہ نہین رکھتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اُنھین کے ساتھ ہوگا جن کو دوست رکھتا ہے۔

۳ **ان سب** سے قطع نظر ایک بڑی وجہ عوام شیعہ کو تعلیم نہ کرنے کی یہ بھی ہے کہ علمای شیعہ جانتے ہین کہ اگر تمام روایات کے مضامین پر عوام کو خبر ہوئی تو عوام پر یہ بھی کھل جاوے گا کہ ہمارے قدما صفت امانت اور صدق اور وفا سے محروم تھے

[1] فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۳۳ [2] یہ یزید بن معاویہ قاتل حسینؑ نہین بلکہ حضرت عباس علمدار شہید کربلا کا پوتا ہے ۱۲

اور یہ صفات سلف مین بھی نصیب اعدائھین یعنی زمانہ ائمہ مین زہد وتقوی اہل سنت مین پایا جاتا تھا اور اصحاب امام سے بہت غور وتحقیق کے بعد ائمہ کو اطلاع دی تھی کہ زہد وتقوی ہم مین نہین اہل سنت مین ہی مگر باین ہمہ ائمہ نے اپنے گروہ کو پسند کیا اصول[1] کافی مین عبد اللہ بن یعفور سے روایت ہی کہ مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے

قال قلت لابی عبد الله علیہ السلام انی اخالط الناس فیکثر عجبی من اقوام لا یتولونکم ویتولون فلانا وفلانا لهم امانة وصدق ووفاء واقوام یتولونکم لیس لهم تلک الامانة ولا الوفاء ولا الصدق قال فاستوی ابو عبد الله علیہ السلام جالسا فاقبل علی کالغضبان ثم قال لا دین لمن دان الله بولایة امام لیس من الله ولا عتب علی من دان بولایة امام من الله	کہا کہ مین لوگون سے ملتا ہون تو مجھکو بڑا تعجب اُن لوگون پر ہوتا ہی جو تمھاری ولایت کو نہین مانتے اور فلانے اور فلانے کی ولایت کو مانتے ہیں اونمین امانت ہے صدق ہی وفا ہی اور جو لوگ تمہاری ولایت کو مانتے ہین اونمین نہ امانت ہی نہ وفا ہی نہ صدق ہی یہ سنتے ہی امام طیش مین آکر سیدھے بیٹھ گئے اور غضبناک ہوکر میری طرف متوجہ ہوئے پھر فرمایا کہ جس نے ایسے امام کی ولایت اختیار کی جو اللہ کی طرف سے مقرر نہین ہوا اوسکا دین ہی نہین اور جس نے اُس امام کی ولایت مانی جو اللہ کی طرف سے ہی اوسپر کوئی عتاب نہ ہوگا۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہوگیا کہ فرقہ اہل سنت صفت صدق ووفا اور امانت سے موصوف تھا اور دوسرے فریق مین باوجود حضور اور صحبت امام نہ امانت تھی نہ وفا

---

[1] اصول کافی صفحہ ۳۱۳

نہ صدق۔ والفضل ما شہدت بہ الاعداء ۵

بیوفائی کسی معشوق کی معیوب نہین		جسمیں کچھ صدق و وفا بھی ہو وہ محبوب نہین

اگر عوام شیعہ پر یہ راز کھل جاوے تو بہت مشکلین واقع ہون۔ اول اصحاب ائمہ سے بداعتقادی پیدا ہو۔ دوسرے اگر انہین سے کوئی صدق و امانت سے موصوف ہو گیا تو اصحاب امام پر غیر اصحاب کو ترجیح لازم آنے کے علاوہ اہل سنت کی مشابہت بھی لازم آویگی

۴ علمای شیعہ کو یہ بھی خوف درپیش ہی کہ اگر عوام شیعہ کو یہ بھید معلوم ہو گیا کہ جن ائمہ کی اطاعت نہایت تاکید کے ساتھ واجب کی گئی ہی وہ خود بھی ایک بات پر قایم نہ تھے ایک سوال کا جواب کسی کو کچھ دیتے کسی کو کچھ تو عوام کو سخت حیرانی ہوگی کہ ائمہ کی کس بات کا اعتبار کرین اور قسم قسم کے شکوک پیدا ہونگے چنانچہ اصول کافی[۵۲] مین ہی کہ زرارہ بن اعین نے امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہی۔

عن زرارة بن اعين عن ابي جعفر قال سالته عن مسئلة فاجابني ثم جاءه رجل فساله عنها فاجابه بخلاف ما اجابني ثم جاء رجل آخر فاجابه بخلاف ما اجابني واجاب صاحبي فلما خرج الرجلان	زرارہ کہتا ہی کہ مین نے امام باقر علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھا مجھکو انھون نے ایک جواب دیا پھر ایک اور شخص آیا اوس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا اوسکو اور جواب دیا جو میرے جواب کے خلاف تھا پھر ایک تیسرے شخص نے آکر وہی مسئلہ پوچھا اوسکو ہم دونون کے خلاف جواب دیا جب وہ دونون چلے گئے

[۵۱] بڑی فضیلت وہ ہی جسپر دشمن بھی گواہی دے ۱۲ [۵۲] اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ ص ۳۷

قلت یا ابن رسول الله رجلان من اهل العراق من شیعتکم قدما یسئلان فاجبت کل واحد منهما بغیر ما اجبت صاحبه فقال یا زرارة ان هذا خیر لنا وابقی لنا ولکم ولو اجتمعتم علی امر واحد یصدقکم الناس علینا ولکان اقل لبقائنا وبقائکم

تو مین نے کہا کہ اے فرزند رسول اللہ دونون شخص عراق کے رہنے والے تمہارے شیعون مین سے ہین یہ دونون تم سے مسئلہ پوچھنے آئے تم نے ایک کو کچھ جواب دیا دوسرے کو اوسکے خلاف جواب دیا تو امام نے فرمایا کہ اے زرارہ یہی بہتر ہے ہمارے لئے اور باقی رکھنے والا ہی ہمکو اور تم کو اور اگر تم سب ایک مذہب مین جمع ہو جاؤ تو سب آدمی تصدیق کرلین گے کہ تم ہمارے گروہ مین ہو تو اس مین ہماری اور تمہاری دونون کی بقا کم ہو جائے گی۔

ثم قال قلت لابی عبد الله شیعتکم لو حملتموهم علی الاسنة او علی النار لمضوا وهم یخرجون من عندک مختلفین قال فاجابنی بمثل جواب ابیه

پھر زرارہ نے کہا کہ مین نے امام جعفر صادق سے ایک مرتبہ پوچھا کہ تمہارے ایسے شیعہ کہ اگر تم اون کو برچھیون مین یا آگ مین بھیجو تو چلے جاوین وہ تمہارے پاس سے مختلف ہو کر نکلتے ہین یعنی ایک کو تم کچھ تعلیم کرتے ہو اور دوسرے کو اوسکے خلاف زرارہ کہتا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھکو اسکا یہی جواب دیا جو اونکے باپ امام باقر علیہ السلام نے دیا تھا۔

اک سوال اور سکیڑون اونکے جواب
ہمسے کچھ غیرون سے کچھ دربان سے کچھ

اگر عوام ان اسرار پر مطلع ہو جاوین تو اُن مین وہ خوش اعتقادی کہان ہے جو علما مین ہی وہ تو صاف کہہ بیٹھین گے کہ ایسے ایمہ کو سلام ہی جنکی بات کو قرار نہین وہ اپنے مخلصین شیعہ کو عمداً اختلاف مین ڈالتے تھے حالانکہ مخلصین شیعہ سے کچھ خوف بھی نہ تھا جو تقیہ کا احتمال ہو۔

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ امام باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام دونون کا یہ شیوہ تھا کہ اپنے مخلصین میں عمداً اختلاف ڈالتے تھے۔ دو مخالف قولون مین ایک حق ہوگا اور ایک ناحق پس ایک سے حق کہدیا اور دوسرے سے ناحق۔

دلفریبون نے کہی جس سی نئی بات کہی ✤ ایک سی دن کہا اور دوسرے سی رات کہی

حضرات شیعہ انصاف فرمائیں کہ اپنے گروہ مین اختلاف ڈالدینا اور عمداً خلاف حق حکم دینا کیسا ہی درحقیقت ایمہ پر یہ سب افترا ہی ہرگز اونکی یہ شان نہ تھی کہ خلافِ حق جواب دیتے یہ اونھین راویون کا کام ہے جنھون نے ایک سبز باغ کی طرح مذہب شیعہ کو تصنیف کیا اور ایمہ کرام کی طرف منسوب کردیا۔

۵ **اگر عوام** پر یہ راز فاش ہو جاوے کہ روایات شیعہ مین یہ مذکور ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منافقین کے جنازون میں شریک ہو کر بظاہر نماز پڑھتے تھے مگر حقیقت مین اونکے لئے زیادت عذاب کی دعا مانگا کرتے تھے اور جناب امام حسین علیہ السلام کی بھی یہ عادت تھی کہ خوارج اور نواصب کے جنازون کی نمازین اسی طرح پڑھتے تھے کہ سب لوگ یہ سمجھتے تھے کہ انھون نے جنازہ کی نماز پڑھی اور وہ اوس پر لعنت کرتے تھے

اور زیادت عذاب کی دعا مانگتے تھے۔

اس حالت کو معلوم کرنے کے بعد خواہ مخواہ عوام کو یہ شبہ پیدا ہوگا کہ یہ تو علانیہ دہوکا دینا ہی انبیاء اور ائمہ علیہم السلام کا تو یہ فرض ہی کہ جس جنازہ کی نماز اور دعای مغفرت جایز ہو اوسکی نماز مین ہرگز شریک ہون اور سب مسلمانون کو اوس جنازہ کی نماز پڑھنے سی منع کرین نہ یہ کہ اور مسلمانون پر تو یہ ظاہر کرین کہ نماز پڑھتے ہین اور وہان معاملہ برعکس ہو جلد اول فروع[1] کافی کی کتاب الجنائز مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہی کہ

عن ابی عبد الله علیه السلام	جب عبد اللہ بن اُبیّ بن سلول مرگیا تو نبی صلی اللہ علیہ
قال لما مات عبد الله بن ابی بن	وآلہ اوسکی جنازہ مین تشریف لائے اوسوقت عمرؓ نے کہا کہ
سلول حضر النبی صلی الله علیه وآله جنازته	یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کیا آپکو اللہ نے اسکی قبر پہ
فقال عمر یارسول الله صلی الله علیه	کھڑے ہونے سے منع نہین کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
واله یارسول الله الم ینهک الله ان	وآلہ نے اسکا کچھ جواب ندیا پھر عمرؓ نے کہا کہ یارسول اللہ کیا
تقوم علی قبره فسکت فقال یارسول الله	آپکو اللہ نے اسکی قبر پر کھڑے ہونے سے منع نہین کیا
الم ینهک الله ان تقوم علی قبره فقال له	تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تو کیا جانے مین نے کسطرح دعا
ویلک ما یدریک ما قلت انی قلت	کی مین نے یون دعا کی تھی کہ اے اللہ اسکی پیٹ مین آگ
اللهم احش جوفه نارا واملاء	بھر دے اسکی قبر مین آگ بھر دے اسکو دوزخ مین پہنچا دے
قبره نارا واصله نارا قال ابو عبد الله علیه	پھر امام جعفر صادق نے فرمایا کہ عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

[1] فروع کافی جلد اول کتاب الجنائز صفحہ ۹۹

السلام والہ اس رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ ماکان یکرہ } کا وہ راز ظاہر کردیا جسکے ظاہر ہونے کو وہ برا سمجھتے تھے۔

اس روایت سے ظاہر ہی کہ اس منافق کی نماز نہ پڑھنے کا حکم آچکا تھا مانیہمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے مسلمانون کو اسکی نماز پڑھنے سے منع نفرمایا حالانکہ تبلیغ رسالت فرض تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے شریک ہونے سے اور مسلمان بھی اس جنازہ کی نماز مین شریک ہوئے اور چونکہ اورون کو یہ راز معلوم نہ تھا اس لئے سب نے دعائے مغفرت پڑھی ہوگی اب حضرات شیعہ انصاف فرمائین کہ مسلمانون کو اس غلطی مین ڈالنا یہ امر شان نبوت کے خلاف ہے یا نہین۔

اس روایت سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ (معاذ اللہ) رسول کا ظاہر اور تھا اور باطن اور تھا اور رسول بھی تقیہ کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے اس فعل سے منافقون کو اپنے نفاق کی اور تائید ملی۔

یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ عمرؓ کا ظاہر اور باطن ایک تھا اور وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا بھی ظاہر و باطن ایک رہے۔ اونکو منافقون سے سخت عداوت تھی اونکے جنازہ کی نماز پڑھنا وہ پسند نہین کرتے تھے اور اللہ کے اس حکم سے بھی واقف تھے کہ منافقون کے جنازہ کی نماز جائز نہین۔

اصول کافی مین اسکے بعد ایک دوسری روایت مذکور ہے جسمین اسی قسم کا قصہ جناب امام حسین علیہ السلام سے منسوب کیا گیا ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام ان رجلا من المنافقین مات فخرج الحسین بن علی صلوات اللہ علیہما یمشی معہ فلقیہ مولی لہ فقال لہ الحسین علیہ السلام این تذہب یا فلان قال فقال لہ مولاہ افر من جنازۃ ہذا المنافق ان اصلی علیہا فقال لہ الحسین علیہ السلام انظر ان تقوم علی یمینی فما سمعتنی اقول فقل مثلہ فلما ان کبر علیہ ولیہ قال الحسین علیہ السلام اللہ اکبر اللہم العن فلانا عبدک الف لعنۃ مؤتلفۃ غیر مختلفۃ اللہم اخز عبدک فی عبادک وبلادک واصلہ حر نارک واذقہ اشد عذابک فانہ کان یتولی اعدائک

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ منافقون مین سے ایک شخص مر گیا تو امام حسین علیہ السلام اوس کے جنازہ کے ساتھ چلے رستہ مین امام حسین علیہ السلام کا ایک غلام ملا امام حسین علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ اے فلانے تو کہان جاتا ہے اس نے کہا کہ مین اس منافق کے جنازہ کی نماز سے بھاگتا ہون امام حسین علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ تو میرے سیدھے ہاتھ پر کھڑا ہو جائیو اور میرا قول سنیو جو مین کہون وہی تو کہیو جب اس میت کے ولی نے تکبیر کہی تو جناب امام حسین نے اللہ اکبر کے بعد یون کہنا شروع کیا کہ اے اللہ اس اپنے بندے پر لعنت کر ہزار لعنتین جو ساتھ ساتھ ہون مختلف نہون اے اللہ اس اپنے بندے کو اپنے بندون مین اور شہرون مین ذلیل کر اپنی آگ کی سوزش مین اسکو پہنچا اور اپنے عذاب کی سختی اسکو چکھا بیشک وہ ان مین سے تھا جو تیرے دشمنون سے دوستی رکھتے ہین

ولیعادی اولیائک وبعض اہل بیت نبیک اور تیرے نبی کی اہلبیت سے بغض رکھتے ہین۔
اب فرماے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے ایسے جنازہ کی نماز کیون پڑھی جسکے لئے
دعاے مغفرت جائز نہ تھی اور تمام مسلمانون کو غلطی مین ڈالا سب مسلمانون نے یہ جان
لیا ہوگا کہ اگر یہ شخص بدین ہوتا تو جناب امام حسین علیہ السلام اُسکی نماز کیون پڑھتے پس ضرور
گمان ہوا ہوگا کہ جو اوسکا دین تھا وہ برا دین نہ تھا اگر اوسکے لئے بددعا کرنے کا جوش
جناب امام کو اوٹھا تھا اور عالم الغیب قہار بغیر انکی دعا کے جو عذاب اوسپر نازل کرتا اُس سے
جناب امام کی تسکین نہین ہوتی تھی تو بغیر شراکت جنازہ کے بھی جتنی چاہتے اُتنی بددعائین
کر لیتے اور جی بھر کر کوس لیتے۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ موقع تقیہ کا نہ تھا امام علیہ السلام اپنے قصد سے جنازہ کے
ساتھ تشریف لے گئے غلام کو بڑے اہتمام سے اسی کام مین شریک کر لیا حالانکہ وہ
اُس جنازہ سے بھاگتا تھا قطع نظر اسکے جناب امام حسین علیہ السلام تو کسی حالت مین تقیہ
نہین کرتے تھے۔

ساتھ میت کی تو کرتے ہوے افسوس گئے قبر پر پہنچے تو چپکے سے مجھے کوس گئے	دیگر	نہ آنے دیجو اونھین لاش پر خدا کیلئے نماز پڑھنے کو آئین گے بد دعا کیلئے

کافی کی اسی باب مین امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام
نے بھی ایک ناصبیہ عورت کے جنازہ کی اسی طرح نماز پڑھی تھی پھر ایک روایت ہے کہ امام جعفر
صادق علیہ السلام نے بھی خاندان بنی امیہ سے ایک عورت کے جنازہ کی اسیطرح

نماز پڑھی تھی ۵

حسرت نکالی لاش پہ بھی کوس کوس کے	دین بد دعائین خب کلیجہ مسوس کے

اب ہم حضرات شیعہ سے انصاف چاہتے ہین کہ پیغمبر اور ائمہ علیہم السلام کا ایسے جنازہ کی جسکے لیئے دعاے مغفرت جایز نہ ہو مسلمانون کے دکھلانے کے لیئے نماز پڑہنا اور باطن مین بد دعا کرنا اور مسلمانون کو ایسے شبہ مین ڈالنا جس سے وہ پیغمبر علیہ السلام یا ائمہ کو ایک بیدین کے جنازہ کی نماز پڑہتے دیکھ کر بیدین کو دیندار اور بیدینی کو دین سمجھ جاوین شان نبوت اور امامت کے منافی ہے یا نہین۔

۶ **عوام** پر اگر یہ راز کھل جاتے کہ شیعون پر خدا کا قہر نازل ہونے والا تھا امام موسی کاظم علیہ السلام نے اپنی جان کا فدیہ دیکر دنیاوی عذاب سے بچایا تو ان کو عجب حلجان ہوگا کہ یہ کیا معاملہ ہے چنانچہ اصول کافی مین روایت ہے کہ

عن ابی الحسن علیہ السلام قال ان اللہ غضب علی الشیعۃ فخیرنی نفسی او ھم فوقیتھم واللہ بنفسی

امام موسی کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ غضبناک ہوا ہے شیعون پر اور مجھکو اختیار دیا ہے کہ یا تو مین اپنی جان دون یا وہ ہلاک ہو جاوین (یعنی ان دونون مین سے جو چاہون اختیار کرون) اب واللہ مین اپنی جان دیکر اون کو بچاتا ہون۔

شیعون پر قہر خدا کا نازل ہونے والا تھا امام موسی کاظم نے اپنی جان دیکر ان کو بچایا

۵۸ اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۱۵۹

یہ وہی معاملہ ہے جیسا کہ نصاری کے اعتقاد مین جناب مسیح علیہ السلام نے عیسائیون کے گناہون کے کفارہ مین اپنی جان دیدی کرے کوئی اور بھرے کوئی۔

اس روایت مین دو لطیفے ہین ایک یہ کہ شیعون کی ایسی حالت تھی کہ اگرچہ دنیا مین یہود و نصاری اور مشرکین بھی موجود تھے مگر خدا کا قہر شیعون پر ہی نازل ہونے والا تھا اور جب حضور ... کے وقت یہ حالت تھی تو اب خدا جانے کیا نوبت ہے اگر امام کی جان نے کفارہ بنکر دنیا مین نزول عذاب کو نروکا ہوتا تو ابتک خدا کے قہر سے سب ہلاک ہو گئے ہوتے۔

دوسرا لطیفہ یہ ہے کہ جو گناہ شیعون نے کئے تھے اونکو امام معصوم کی جان عزیز سے کیا تعلق اگر قوم اپنے امام کی ہدایت کو نہ مانے تو امام کا کیا قصور۔

اب حضرات شیعہ انصاف کرکے فرمائین کہ عیسائیون کے قول مین اور اس کفارہ مین کیا فرق ہے۔

اے حضرات شیعہ اپنے متقدمین کی حالت کو دیکھو کہ اونپر امم سابقہ کی طرح دنیا مین ہی خدا کا قہر نازل ہونے والا تھا امام کی جان گئی تب دنیاوی عذاب رکا مگر آخرت کا معاملہ درپیش ہے۔

علمای شیعہ کو خوف ہی کہ کہین عوام پر یہ راز فاش نہو جائے کہ ائمہ کی یہ عادت تھی کہ غیب کی خبرین بطور پیشین گوئی کے بیان فرمایا کرتے تھے اور اونکے وقت مقرر کردیا کرتے تھے جب وہ وقت گذر جاتا اور ان خبرون کا ظہور نہوتا تو ائمہ اپنی بات

بنانے کے لئے یہ فرمادیا کرتے تھے کہ ہم کیا کریں اللہ کی رائے پہلے وہی تھی جو ہم نے خبر دی تھی مگر بعد کو اللہ کی رائے بدل گئی اگر عوام یہ بھید پاجائیں تو امیہ تو درکنار خدا سے بد اعتقاد ہوجائیں۔ اصول کافی[1] میں ابوحمزۃ الثمالی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ

عن ابی حمزۃ الثمالی قال سمعت ابا جعفر علیہ السلام یقول یا ثابت ان اللہ تبارک و تعالیٰ قد کان وقّت ھذا الامر فی السبعین فلما ان قتل الحسین صلوات اللہ علیہ اشتد غضب اللہ علی اھل الارض فاخرہ الی اربعین ومائۃ فحدثناکم فاذعتم الحدیث فکشفتم قناع الستر ولم یجعل اللہ بعد ذلک وقتا عندنا قال ابوحمزۃ فحدثت بذلک اباعبد اللہ علیہ السلام فقال قد کان ذلک۔	میں نے سُنا کہ امام باقر علیہ السلام ثابت سے فرماتے تھے کہ اللہ نے یہ امر (یعنی ظہور مہدی) سنہ ستر ہجری میں پہلے سے مقرر کیا تھا مگر جب حسین علیہ السلام کو قتل کیا تو اللہ کا غصہ زمین والوں پر بڑھ گیا اور اس نے ظہور مہدی کے وقت کو ٹال دیا اور سنہ ایکسو چالیس مقرر کردئے یہ حدیث ہم نے تم سے بیان کی تم نے اس حدیث کو مشہور کردیا اور اس راز کا پردہ فاش کردیا تو اللہ نے سنہ ایکسو چالیس میں بھی ظہور مہدی کو ملتوی کردیا اور اب اللہ نے اوسکا کوئی وقت ہمارے لئے مقرر نہیں کیا ابوحمزہ کہتا ہے کہ میں نے یہ حدیث امام جعفر صادق سے بیان کی انھوں نے فرمایا کہ بیشک یہی ہوا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ کی رائے ہمیشہ پلٹا کھاتی ہے اور اس نے اپنی رائے

[1] اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ ص۲۳۲

بدلکر ائمہ کی بات بھی بگاڑی قتل حسینؑ کی پہلے سے خدا کو خبر تھی مگر شاید اللہ کو پہلے سے یہ معلوم نہو گا کہ اس حادثہ کی وجہ سے اللہ کو غصہ آجاویگا اسیوجہ سے سن ستر مقرر کئے تھے مگر بعد ظہور اس حادثہ کے جب اللہ کو یکایک غضب آگیا اس ضد مین اللہ نے وہ وقت بدلدیا ایک سخت تعجب اس مقام پر یہ ہے کہ ظہور مہدی علیہ السلام شیعون کے حق مین باعث رحمت و کامیابی اور ظالموں کے حق مین موجب عقاب و ناکامی تھا پس خروج مہدیؑ جو رد کا گیا تو درحقیقت شیعون کے واسطے مصیبت بڑھائی گئی جو اونکے حق میں ایک قسم کا عذاب تھا پھر یہ کیسا غصہ ہے جس سے انھین کو نقصان پہنچا جو جناب امام حسین علیہ السلام کے طرفدار تھے شاید شدت غضب کی بے اختیاری مین دوست دشمن کا تمیز نہ رہا اور جب شیعی اللہ کی راے بدلنے اور ائمہ کی خبر غلط ہوجانے کے قائل ہوگئے تو کیا عجب ہے کہ حالت غضب کی بے اختیاری بھی اللہ کے واسطے تجویز کرلین۔

اور اگر اللہ پر احسان کرین اور ایسی بے اختیاری اوسکے واسطے جایز نہ رکھین تو دوسری مشکل پیش آوے گی اور وہ یہ ہے کہ اس شبہ کا کیا جواب ہے کہ قتل حسین کی وجہ سے شیعون پر اللہ کا غضب کیون ہوا اس لاحل شبہ کا جواب اسکے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ بیشک اللہ کا علم ہی تھا کہ درحقیقت شیعون کو قتل حسینؑ مین کچھ دخل ہے اس لئے کہ جنھون نے امام علیہ السلام کو خط لکھے تھے اور کوفہ مین بلایا تھا اور مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر نہایت خلوص و اعتقاد کے ساتھ امام کی بیعت کی تھی اونکے شیعہ ہونے

میں کیا شبہ تھا مگر جب ابن زیاد کی قوت غالب ہوگئی تو تقیہ کا وقت آگیا اسی مجبوری
مین مسلمؒ اور اونکے معصوم بچون پر گذری جو کچھ گذری۔

امن و امان کے راستے جب بند ہوگئے	جو شیعہ تھے تقیہ کے پابند ہوگئے

ائمہ نے نا اہلونسے حدیث کیون بیان کی جنھون نے مشہور کردی اور اہل نا اہل مین اونکو تمیز کیون نہ ہوئی۔

۸ (مذہب شیعہ مین بلا ضرورت کسی فائدہ کے لئے جھوٹ بولنا تقیہ اور سنت انبیا ہے)

عوام سے یہ چھپانا بھی مصلحت ہے کہ مذہب شیعہ مین بلا ضرورت کسی فائدے کے لئے جھوٹ بولنا بھی تقیہ
اور سنتِ انبیا ہے۔ چنانچہ اصول کافی[1] کی کتاب الایمان والکفر مین باب تقیہ میں مذکور ہے کہ

قال ابوعبد اللہ علیہ السلام التقیۃ من دین اللہ قلت من دین اللہ قال ای واللہ من دین اللہ ولقد قال یوسف ایتہا العیر انکم لسارقون واللہ ما کانوا سرقوا شیئا

فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے تقیہ امور دین اللہ مین سے ہے (راوی کہتا ہے) کہ مین نے پوچھا کہ کیا تقیہ دین کے کامون سے ہے تو امام نے کہا کہ ہان خدا کی قسم دین کا کام ہے اور بیشک یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ (اسے قافلہ والو بیشک تم چور ہو) واللہ اونھون نے کچھ چرایا نہ تھا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ کسی مصلحت دنیاوی سے جھوٹ بولدینا بھی تقیہ ہے نہ تقیہ
کے واسطے مصلحت دینی شرط ہے نہ حالتِ خوف اسلئے کہ حضرت یوسف نے خود ہی اپنے بھائی کے
اسباب مین پیالہ رکھدیا اور اُنکو چور بتایا نہ یہ امر دین تھا نہ حالتِ خوف۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے
اسی کو تقیہ فرمایا اور چونکہ تقیہ منجملہ دین اللہ ہے بس جھوٹ بولنا بھی دین کا کام ہوا۔ نعوذ باللہ منہا

کیا جو جھوٹ کا شکوہ تو یہ جواب ملا	تقیہ ہمنے کیا تھا ہمین ثواب ملا

[1] اصول کافی صفحہ ۴۸۴

یہ آیت سورۂ یوسف مین ہی قصہ یہ ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے سب
بھائی غلہ لیکر مصر سے رخصت ہوتے اور حضرت یوسفؑ کو یہ منظور تھا کہ کسیطرح
اپنے حقیقی بھائی بنیامین کو روک لین مگر حضرت یوسفؑ کے دس بھائی جو اور تھے
وہ بنیامین کو چھوڑنے پر کسی طرح راضی نہ ہوتے اس لئے کہ حضرت یعقوبؑ سے
عہد کرکے لائے تھے کہ بنیامین کو ضرور ساتھ لاوینگے پس حضرت یوسف نے بنیامین کو
روکنے کی تدبیر یہ کی کہ ایک قیمتی ظرف بنیامین کے اسباب مین اسطرح باندھ دیا کہ کسی کو
خبر نہ ہوئی ممکن ہے کہ اس سے حضرت یوسفؑ کی یہ غرض ہو کہ بنیامین جب اس ظرف کو
اپنے اسباب مین دیکھین گے تو اُس کے واپس کرنے کے لئے پھر یہان آئینگے اُس
وقت اونکو روک لینے کا موقع ہوگا جب وہ قافلہ چلا گیا ہوا اور خادمون نے اُس ظرف
کو موجود نہ پایا ہو تو شاید اُس قافلہ والون پر شبہ کیا اس لئے ایک خادم چیختا
ہوا دوڑا چنانچہ اللہ فرماتا ہے۔

ثم اذن موذن ایتھا العیر انکم لسارقون کرپھر پکارا ایک پکارنیوالا کہ ای قافلہ والو کیا تم چور ہو
اس آیت سے ظاہر ہی کہ حضرت یوسف نے اُنکو چور نہین کہا بلکہ کسی اور نے کہا
تھا اور اُس نے بھی شاید بطور استفہام کہا ہو امام جعفر صادق علیہ السلام نے
جو یہ فرمایا کہ یوسف علیہ السلام نے اپنی بھائیون سے (انکم لسارقون) کہا تھا
یہ ظاہر قرآن کے خلاف ہی اور پیغمبر معصوم پر یہ الزام لگاتا ہے کہ اونھون نے بے وجہ
ایک دنیاوی غرض کے لئے جھوٹ بولا اور جھوٹ بھی ایسا سخت کہ بیگناہون پر

چوری کا الزام لگایا اسی کو امام نے تقیہ فرمایا جو موجب ثواب ہی اور اسی کا نتیجہ یہ نکلیگا کہ دنیاوی غرض کے لئے جھوٹ بولنا تقیہ ہے اور ثواب ہی اور سنت انبیاء ہی۔

اسکے بعد کا قصہ جو قرآن سی ظاہر ہوتا ہی وہ یہ ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے یہ معاملہ پیش ہوا تو اُنھون نے فوراً اپنے سوتیلے بھائیون کا اسباب دیکھا اور اس طریقہ سے اُنکی بیگناہی ظاہر کر دی البتہ لیتہ ہی بھائی کی برات کو دوسرے وقت پر موقوف رکھا اس لئے کہ اُنکا بھائی اس تاخیر برات پر راضی تھا علاوہ اسکے جو برات بعد کو ہوئی وہ اکمل تھی۔ قطع نظر اسکے الزام بطور شبہ کے تھا نہ یقینی طور پر۔ اور ممکن ہی کہ بحکم وحی یہ تاخیر کی ہو۔ بہرحال قرآن سے حضرت یوسفؑ پر جھوٹ بولنے کا الزام نہین ثابت ہوتا۔

شاید شیعون کے نزدیک حضرت یوسف علیہ السلام کی قدر اسوجہ سے کم ہی کہ اونکی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر مین نورِ نبوت اُنکی ذات سے نکلگیا تھا۔ اور آیندہ کو بھی اونکی اولاد مین نبوت کا سلسلہ گم ہو گیا تھا۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب[1] مین لکھا ہی۔

"و بچندین سند معتبر از حضرت صادق علیہ السلام منقول است کہ چون یوسف علیہ السلام باستقبال حضرت یعقوب علیہ السلام بیرون آمد و یکدیگر یرا ملاقات کردند یعقوب پیادہ شد و یوسف را شوکت بادشاہی مانع شد و پیادہ نشد

---

[1] حیات القلوب جلد اول صفحہ ۱۷۴

وہنوز از معانقہ فارغ نشدہ بودند کہ جبرئیل بر حضرت یوسف نازل شد و

خطاب مقرون بعتاب از جانب رب الارباب آورد کہ اے یوسف خداوند

عالمیان میفرماید کہ ملک و بادشاہی ترا مانع شد کہ پیادہ شوی برائے

بندۂ شائستہ صدیق من دست خود را بگشا چون دست را کشود از کف دستش

و بروایت از میان انگشتانش نورے بیرون رفت یوسف گفت این چہ

نور بود اے جبرئیل گفت نور پیغمبری بود و از صلب تو پیغمبرے بہم نخواہد رسید

بعقوبت آنچہ کردی نسبت بیعقوب کہ برائے او پیادہ نشدی"

اس روایت مین جب ملّا باقر مجلسی کو یہ مشکل نظر آئی کہ جب انبیاء کی عصمت کا اعتبار نرہا تو

ائمہ معصومین کی عصمت کا کیا اعتبار ہوگا اس لئے ملّا صاحب نے اس مشکل سے بچنے کے

لئے بڑی سہل ترکیب سوچ لی اور یون لکھدیا۔

"مولف گوید کہ بعضے این احادیث را بر تقیہ حمل کردہ اند چون این در طریقۂ عامہ منقول است"

اسکا حاصل یہ ہوا کہ اکثر مجتہدینِ شیعہ تو اس روایت کو سچا مانتے ہین مگر بعض مجتہدینِ شیعہ

کا یہ قول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ روایت سچی نہین بیان کی بلکہ کسی مصلحت

سے جھوٹ بولا ہے۔ اور قرینہ اس جھوٹ بولنے کا یہ نکالا گیا ہے کہ یہ روایت بطریقۂ عامہ بھی

منقول ہے۔ عامہ سے اہلِ سنت مراد ہین۔ مطلب یہ ہوا کہ امام کا یہ قول اس وجہ سے

جھوٹا ہے کہ اہلِ سنت کی مطابق ہے۔ حالانکہ یہ ملا صاحب کا محض افترا ہے کہ اہلِ سنت کی طرف

بھی اس روایت کو منسوب کیا۔

ائمہ کے اقوال مین تقیہ کا احتمال ایسا جاری ہے کہ اب اونکا کوئی قول قابلِ اعتبار نہ رہا جس قول کو چاہا مانا اور جو قول پسند نہ آیا اوسکو یہ کہدیا کہ کسی مصلحت سے امام نے جھوٹ بولا ہے۔

مین نے حیات القلوب کی پہلی جلد کو کہین کہین بنظرِ سرسری دیکھا ہے۔ اس سرسری نظر مین بیسیون روایتین ایسی نظر پڑین جو ائمہ سے منقول ہین اور تقیہ پر محمول ہین۔ جب ایک کتاب مین ایسی روایتین اتنی ملین تو شیعونکی سب کتابون مین سیکڑون روایتین ایسی ہونگی جو باحتمالِ تقیہ جھوٹی سمجھی گئین۔ اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ائمہ کی زبان پر ہمیشہ جھوٹی باتین جاری رہا کرتی تھین معاذ اللہ منھا۔ ہرگز ائمہ کی ایسی شان نہ تھی جیسی کہ علماے شیعہ نے بنادی۔ جیسی عصمت علماے شیعہ ائمہ کے لئے ثابت کرتے ہین ایسی عصمت ہر شخص اپنے لئے ثابت کر سکتا ہے۔ جو سچ بولا وہ مقتضاے عصمت تھا اور جو جھوٹ بولا وہ مقتضاے تقیہ کسی طرح عصمت مین خلل نہین آتا۔

عوام پر اس راز کا ظاہر ہونا بھی خلافِ مصلحت ہے کہ صبح کو آسمان سے یہ آواز آتی ہے کہ علیؑ اور ان کے گروہ والے مراد پانے والے ہین اور شام کو آسمان سے یہ آواز آتی ہے کہ عثمانؓ اور اونکے گروہ والے مراد پانے والے ہین چنانچہ کلینی نے کتاب[۵] الروضہ مین روایت کی ہے۔

عن محمد بن علی الحلبی قال سمعت ابا عبد اللہ { محمد بن علی الحلبی کہتا ہے کہ مین نے امام جعفر صادق

---

[۵] فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ صـ۱۴۶

علیہ السلام یقول اختلاف بنی العباس من المحتوم والنداء من المحتوم وخروج القائم من المحتوم قلت وکیف النداء قال ینادی مناد من السماء اول النہار الا ان علیا علیہ السلام وشیعتہ ھم الفائزون قال وینادی مناد اخر النہار الا ان عثمان وشیعتہ ھم الفائزون	علیہ السلام سے سُنا کہ وہ فرماتے تھے کہ بنی عباس میں اختلاف پڑنا بھی یقینی ہے اور ندا بھی یقینی ہے اور مہدی کا خروج بھی یقینی ہے مین نے پوچھا کہ ندا کسطرح ہوتی ہے تو اوںھون نے فرمایا کہ اول نہار مین ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے کہ آگاہ ہو جاؤ کہ علی علیہ السلام اور اونکے گروہ والے مراد کو پہونچین گے پھر فرمایا اور شام کے وقت ایک منادی ندا کرتا ہے کہ آگاہ ہو جاؤ کہ عثمان اور اونکے گروہ والے مراد کو پہنچیں گے۔

اس روایت سے معلوم ہو گیا کہ منادی غیب جسطرح حضرت علیؓ اور اُنکے ساتھیون کے مناقب بیان کرتا ہے اوسی طرح حضرت عثمانؓ اور اونکے ساتھیون کے بھی مناقب بیان کرتا ہے۔ ۵

ہے ابھی دونون طرف باقی لگاوٹ یار کی
صبح کو تعریف میری شام کو اغیار کی

یہ روایت تقیہ پر بھی محمول نہین ہو سکتی اسلئے کہ محتوم کے لفظ سے موکد ہے جسکے معنی یقینی اور قطعی کے ہین اسکے علاوہ اگر تقیہ ہوتا تو اختلاف بنی عباس اور قایم آل محمد کا ذکر نہ ہوتا۔ اے حضرات شیعہ یقین کرلین کہ مراد پانے والے وہی لوگ ہین جو دونون کی تعظیم کرتے ہین اور جو شخص ان دونون مین سے کسی سے سوء اعتقاد ہی رکھتا ہے وہ

نامراد ہے۔

۱۰ **عوام** یہ سنکر بھی متحیر ہو نگے کہ شیعونکی روایتون سے یہ پایا جاتا ہی کہ نکاح کے لیے نہ ایجاب و قبول بصیغہ نکاح شرط ہی نہ نیت نکاح شرط ہی اگر تنہائی مین بہ نیت زنا بھی عورت و مرد راضی ہو جائین تو وہ بھی زنا نہین بلکہ نکاح ہی۔ فروع[1] کافی کی کتاب النکاح مین عبدالرحمن ابن کثیر نے امام جعفر صادق ؑ سے روایت کی ہی کہ

اگر تنہائی مین بہ نیت زنا بھی عورت و مرد جمع ہو جائین تو شیعون کے نزدیک زنا نہین نکاح ہے

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال جاءت امرءۃ الی عمر فقالت انی زنیت فطہرنی فامر بہا ان ترجم فاخبر بذلک امیر المومنین صلوات اللہ علیہ فقال کیف زنیت فقالت مررت بالبادیۃ فاصابنی عطش شدید فاستقیت اعرابیا فابی ان یسقینی الا ان امکنہ من نفسی فلما اجہدنی العطش وخفت علی نفسی سقانی فامکنتہ من نفسی فقال امیر المومنین علیہ السلام تزویج ورب الکعبۃ

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ عمرؓ کے پاس ایک عورت آئی اور اُس نے کہا کہ مجھسے زنا سرزد ہو گیا تم اس گناہ سے مجھکو پاک کر دو عمرؓ نے اُس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا امیر المومنین علیہ السلام کو اس قصہ کی خبر ہوئی تو اُنھون نے پوچھا کہ تو کس طرح زنا مین مبتلا ہوئی اُس نے کہا کہ مین جنگل مین گئی تھی وہان مجھکو سخت تشنگی واقع ہوئی مین نے ایک گانوٗن والے سے پانی مانگا اُس نے کہا کہ جب تک تو مجھسے راضی نہ ہو جاتے اُسوقت تک پانی نہ دونگا جب مجھو اپنی جان کا خوف ہوا تو اُس نے مجھے پانی پلا دیا اور مین اوسکی خواہش پر راضی ہو گئی یہ سُنکر امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم ہی یہ تو نکاح ہی۔

[1] فروع کافی جلد ثانی مطبوعہ لکھنؤ کتاب النکاح صفحہ ۱۹۸

یہ مسئلہ تو متعہ سے بھی بڑھ گیا متعہ مین ایک مدت معین تک معاہدہ تو ہوتا تھا اسمین کسی قسم کا معاہدہ ہین اور اس روایت کے مطابق فساق جو زنانِ بازاری سے زنا کرتے ہین سب جائز۔ ے

منظور ہی کہ سیم تنون کا وصال ہو
مذہب وہ چاہیے کہ زنا بھی حلال ہو

اگر عوام کو یہ خبر ہو جائے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے امام ابوحنیفہ رض کی اونکے سامنے بہت تعریف کی اور جب ابوحنیفہ رح اونکی مجلس سے اوٹھ گئے تو برائی کی تو خواہ مخواہ عوام کو امام کی طرف سے بدگمانی ہوگی کہ ایسی حرکت تو عوام کو بھی جائز نہین نہ کہ امام کو۔ کافی کی کتاب[1] الروضہ مین ہی۔

عن محمد بن مسلم قال دخلت علی ابی عبد اللہ علیہ السلام و عندہ ابوحنیفہ فقلت لہ جعلت فداک رأیت رؤیا عجیبۃ فقال لی یا ابن مسلم ھاتھا فان العالم بھا جالس و اومی بیدہ الی ابوحنیفہ فقلت رأیت کانے

محمد بن مسلم سے روایت ہی وہ کہتے ہین کہ مین امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس گیا اور اونکے پاس ابوحنیفہ رح تھے مین نے امام سے کہا کہ مین آپ پر قربان ہو جاؤن مین نے ایک عجیب خواب دیکھی ہی امام نے کہا اے ابن مسلم بیان کر اس لئے کہ تعبیر کے عالم بیٹھے ہوئے ہین اور اپنے ہاتھ سے ابوحنیفہ رض کی طرف اشارہ کیا راوی کہتا ہی کہ مین نے کہا کہ مین نے

[1] کافی کی کتاب الروضہ مطبوعہ لکھنؤ ص۱۳

دخلت داری واذا اهلی
قد خرجت علیّ فکسرت جوزا
کثیرا ونثرته علیّ فتعجبت
من هذه الرؤیا فقال
ابوحنیفه انت رجل تخاصم
وتجادل لیاما فی مواریث اهلک
فبعد نصب شدید تنال
حاجتک منها انشاء الله
فقال ابو عبد الله علیه السلام
اصبت والله یا اباحنیفه قال
ثم خرج ابوحنیفه من عنده
فقلت له جعلت فداک انی
کرهت تعبیر هذا الناصب
فقال یا ابن مسلم لا یسوءک الله فما
یواطی تعبیرهم تعبیرنا ولا تعبیرنا تعبیرهم
ولیس التعبیر کما عبره قال فقلت له
جعلت فداک فقولک اصبت

یہ دیکھا ہی کہ گویا مین اپنے گھر مین گیا ہون اور میری
بی بی میری طرف آئی اور اس نے کچھ اخروٹ توڑ کر
اور مجھپر پھینکدیے مجھکو اس خواب سے تعجب ہی ابو حنیفہ
نے کہا کہ تجھکو اپنی بی بی کی میراث کی بابت شوم آدمیون
سے خصومت اور لڑائی کرنا پڑے گی اور بہت سی مشقت
کے بعد انشاء اللہ تیری حاجت پوری ہو گی۔ یہ سنکر
امام علیہ السلام نے فرمایا (اصبت واللہ یا اباحنیفہ)
یعنی خدا کی قسم بہت ٹھیک جواب دیا تم نے ای ابو حنیفہ
راوی کہتا ہی پھر ابو حنیفہ اونکے پاس سی چلے گئے تو
مین نے امام سے کہا کہ مین آپ پر قربان ہو جاؤن
مجھکو اس ناصبی کی تعبیر ناپسند ہی تو امام نے کہا کہ اے
ابن مسلم ان لوگون کی تعبیر ہماری تعبیر سے مطابق
نہین ہوتی اور نہ ہماری تعبیر انکی تعبیر سے مطابق ہی
ابو حنیفہ نے جو تعبیر بیان کی ہی وہ ٹھیک نہین ہی راوی
کہتا ہی کہ تب تو مین نے امام سے یہ کہا کہ آپ نے تو اونسے
کہا تھا کہ تم نے صحیح جواب دیا اور سپر قسم کھائی تھی حالانکہ
اونھون نے تعبیر مین خطا کی تھی امام نے کہا کہ ہاں

علیہ وھو مخطی قال نعم حلفت علیہ انہ اصاب الخطاء	مین نے قسم اس بات پر کھائی تھی (انہ اصاب الخطاء) یعنی وہ غلطی پر پہنچ گئے۔

میرے آگے مری تعظیم ہے تعریف بھی ہے
پیچھے بد کیون نہ کہین غیر کی تالیف بھی ہے

اب حضرات شیعہ انصاف فرماؤ کہ تمھارے راویون نے کیسی کیسی باتین امام جعفر صادق علیہ اسلام کی طرف منسوب کردین امام کے تقدس کو غور کرو کیا اونکی یہ حالت تھی کہ سامنے کچھ اور پیچھے کچھ۔ امام ابو حنیفہؒ مین بجز علم کے اور قوت کیا تھی جسکی وجہ سے امام جعفر صادق علیہ السلام تقیہ کرتے قطع نظر اسکے تقیہ کا کوئی موقع نہ تھا ابن مسلم نے خواب کی تعبیر امام سے پوچھی تھی اُسکو خود ہی جواب دیدیتے اسمین کسی حضرت کا خوف نہ تھا امام جعفر صادقؑ نے عمداً امام ابو حنیفہؒ کی طرف ابن مسلم کو متوجہ کیا اور امام ابو حنیفہؒ کو عالم بتایا اور جو تعبیر امام ابو حنیفہؒ نے بیان کی اوسکو قسم کھاکر صحیح اور صواب کہا اور جب امام ابو حنیفہؒ اوٹھ گئے تو اونکی تعبیر کو غلط کہا۔ آخر ابن مسلم نے خود ہی امام پر اعتراض کیا کہ ابھی تو آپ قسم کھاکر کہہ چکے ہین کہ تعبیر صحیح بیان کی اور اب جو وہ چلے گئے تو اونکی تعبیر کو غلط کہتے ہو۔ اس اعتراض کے جواب مین جب امام سے کچھ نہ بن پڑا تو اپنی قسم کی نہایت عجیب تاویل کی۔

افسوس کہ امام معصوم پر ایسی تہمتین اوسی قوم نے لگائین جو حد سے زیادہ اونکی محبت مین غلو رکھتے تھے۔ اب فرمایئے کہ امام کی کس بات کو سچ کہین ان کی

قسم بھی تو قابلِ اعتبار نہ رہی۔

شاید امام صادق علیہ السلام ابن مسلم سے تقیہ کرتے ہونگے پہلے اس امر کا خیال نہ رہا اس لیئے امام ابو حنیفہ کی تعریف کی اور اُنکی تعبیر کو بھی صحیح کہا جسکو قسم سے بھی موکد کیا اسکے بعد امام کو یہ خیال ہوا کہ ابن مسلم کے سامنے امام ابو حنیفہ کی تعریف خلافِ مصلحت ہی لسلیئے اسکے بعد جو گفتگو کی وہ بطور تقیہ کے تھی اور قرینہ اسکا ابن مسلم کی یہ گستاخی ہے کہ امام کا ذرا بھی ادب نہ کیا اور اونکے سامنے اونپر اعتراض کیا کہ ابھی تو آپ قسم کھا کر ابو حنیفہ کی تعبیر کو سچا کہہ چکے ہین اور اب غلط کہتے ہین۔

۱۲ **عوام** یہ سنکر بھی شبہ مین پڑینگے کہ ائمہ علم نجوم کو بھی سچا بتاتے تھے اور اس بات کے بھی قائل تھے کہ نجوم کے حساب سے غیب کی خبرین معلوم ہو جاتی ہین اور ستارون کی سعادت اور نحوست کے بھی قایل تھے اور اپنے سوا ہندوستان کے جوتشی پنڈتون کو بھی اس فن مین بڑا کامل جانتے تھے۔ کلینی نے کتاب الروضہ مین معلی بن خنیس سے روایت کی ہی کہ

(حاشیہ: ائمہ علم نجوم کو بھی سچا جانتے تھے اور ہندوؤں کے نجومیوں کو بھی کامل جانتے تھے)

عن معلی بن خنیس قال سالت ابا عبد اللہ عن النجوم حق ھی فقال نعم ان اللہ عزوجل بعث المشتری الی الارض فی صورۃ رجل فاخذ رجلا من العجم فعلمہ النجوم حتی ظن انہ قد بلغ

مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ نجوم حق ہی اونھون نے کہا کہ ہان حق ہی اللہ نے مشتری ستارے کو آدمی کی صورت بنا کر زمین پر بھیجا تھا اُس نے عجم کے ایک شخص کو شاگرد بنایا اور نجوم سکھایا جب مشتری کو یہ گمان ہوا کہ یہ شخص نجوم سیکھ کر

سلہ فروع کافی جلد ثالث کتاب الروضہ صفحہ ۱۵۳

ثم قال له الطر این المشتری فقال ما اراه فی الفلك وما ادری این هو قال فنحاه واخذ بید رجل من الهند فعلمه حتی ظن انه قد بلغ فقال انظر الی المشتری این هو فقال ان حسابی لیدل علی انك انت المشتری قال فشهق شهقة فمات وورث علمه اهله فالعلم هناك

کامل ہوگیا تو اُس سے پوچھا کہ بتا مشتری کہاں ہی تو اُس نے کہا کہ میں اُسکو آسمان پر نہیں دیکھتا اور یہ مین نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے امام نے فرمایا کہ یہ سنکر مشتری نے اوسکو جدا کردیا اور ہند کے ایک شخص کا ہاتھ پکڑا اور اُسکو نجوم سکھایا جب مشتری نے جان لیا کہ وہ اس فن مین کامل ہوگیا تو اوس سے پوچھا کہ مشتری کو دیکھ کہ اسوقت وہ کہاں ہی اُس نے کہا کہ میرا حساب یہ بتاتا ہی کہ تو مشتری ہی یہ سنکر مشتری نے ایک نعرہ مارا اور مرگیا اُسکے بعد اُس ہندی نے جس نے علم سکھ لیا تھا اپنے خاندان کو اس علم کا وارث بنایا پس یہ علم اوسی ملک مین ہی۔

اس کے بعد اسی کتاب مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک دوسری روایت ہی کہ

عن ابی عبد الله علیه السلام قال سئل عن النجوم فقال لا یعلمها الا اهل بیت من العرب واهل بیت من الهند

کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہی کہ اون سے کسی نے نجوم کی حقیقت پوچھی تو اونھون نے فرمایا کہ نجوم کو کوئی نہیں جانتا مگر ایک خاندان عرب کا اور ایک خاندان سند کا۔

اور کتاب الروضہ مین حمران سے[1] روایت ہے کہ

[1] فروع کافی جلد ۳ مطبوعہ لکھنؤ کتاب الروضہ صفحہ ۱۳۰

قال من سافر او تزوج والقمر فی العقرب لم یر الحسنی	فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ جس نے سفر کیا یا نکاح کیا ایسے وقت میں کہ قمر در عقرب ہو وہ بھلائی نہ دیکھے گا۔

امام نے جو یہ فرمایا کہ نجوم کا جاننے والا ایک خاندان عرب میں ہے اور ایک خاندان ہند میں تو عرب کے خاندان سے تو اونھوں نے اپنا خاندان مراد لیا اور ہند میں یہ خاندان جو تش میں مشہور ہے۔ مشتری فقط ایک ہندی کو سکھا گیا تھا شاید عرب میں کسی طرح ہند سے یہ فن پہنچا ہوگا۔ قمر در عقرب کی نحوست کی بھی امام نے تصریح فرمادی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ائمہ کا خواص نجوم پر بھی عمل تھا۔ نعوذ باللہ منہا۔

ہر مہینہ کا آخری چہار شنبہ بھی منحوس ہے ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب[۱] کی جلد اول باب دوم فصل پنجم میں احوال اولاد آدم کے ضمن میں لکھا ہے۔

وبسند معتبر از امام رضا منقولست کہ مردے از اہل شام از امیر المومنین پرسید از قول خدا کہ روزے کہ مرد از برادرش بگریزد چیست فرمود کہ قابیل ست کہ از برادرش ہابیل خواہد گریخت پرسید از نحوست روز چہار شنبہ فرمود کہ آن چہار شنبہ آخر ماہ ست کہ در تحت الشعاع واقع شود۔

یہ وہ امور ہیں جنکی اسلام نے جڑ اکھیڑ دی تھی رواۃ شیعہ نے ائمہ پر بہتان باندھکر پھر اونکو دین میں داخل کیا۔ اسکے علاوہ ائمہ سے یہ بھی نقل کر دیا کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارے

[۱] حیات القلوب جلد اول صہ ۶۹

پاس جفر بھی ہے اور وہ چمڑے کا ایک برتن ہے جسمین سے تمام علوم نکل آتے ہین
چنانچہ اصول[۱۵] کافی مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔

قال ان عندنا الجفر وما یدریھم ما الجفر قال قلت وما الجفر قال وعاء من ادم فیہ علم النبیین والوصیین وعلم العلماء الذین مضوا من بنی اسرائیل	فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے اور ہمارے پاس جفر ہے اور وہ کیا جانین کہ جفر کیا ہے راوی (ابو بصیر) کہتا ہے کہ مین نے پوچھا کہ جفر کیا چیز ہے تو امام نے فرمایا کہ چمڑے کا ایک ظرف ہے اوس مین انبیا اور اوصیا اور علمای بنی اسرائیل کے علم بھرے ہوئے ہین

سبحان اللہ علم سینون مین ہوتا ہے یا چمڑے کے برتن مین۔ شاید اوس ظرف مین قواعد جفر کے مطابق حروف کے نقشے لکھے ہونگے جیسے فالنامے ہوتے ہین آنکھین بند کرکے انگلی رکھی جس خانہ مین انگلی پہنچی وہین سے مطلوب معلوم ہوگیا ان روایات سے بخوبی یہ پتا لگگیا کہ شیعونکی نقل کے بموجب ائمہ کے سب علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہ تھے بلکہ نجوم اور جفر اور ستارونکی نحوست وغیرہ کی بھی انکلین لگائی جاتی تھین اور انھین ذریعون سے علوم انبیا و اوصیا متقدمین معلوم ہوجاتے تھے اسکے علاوہ اونکے پاس ایک اور قرآن بھی تھا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نازل ہوا تھا اور قرآن رسول کا ایک حرف بھی اوس مین نہ تھا چنانچہ اصول[۱۶] کافی کی حدیث کا ایک فقرہ جو ہمنے نقل کیا اوسکے بعد یہ ہے۔

ثم قال وان عندنا المصحف	پھر امام جعفر صادقؑ نے فرمایا اور ہمارے پاس مصحف

۱۵ اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۱۴۶

فاطمہ علیہا السلام ما یدریھم ما مصحف فاطمۃ قال مصحف فیہ مثل قرآنکم ھذا ثلث مرات واللہ ما فیہ من قرآنکم حرف واحد | فاطمہ علیہا السلام ہے وہ کیا ہے انہیں کیا معلوم ہے مصحف فاطمہ کیا ہے فرمایا کہ ایک مصحف ہے جو تمہارے قرآن سے سہ چند ہے واللہ اوس میں تمہارے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں

لیجئے اب قرآن رسول کے سوا ایک دوسرا قرآن بھی ائمہ کے پاس تھا جو جناب فاطمہ علیہا السلام پر نازل ہوا تھا۔ یہ قرآن رسول کے قرآن سے سہ چند تھا اور بالکل اُس سے جدا تھا ایک حرف بھی رسول کے قرآن کا اوس میں نہ تھا۔ بہر حال ائمہ کے پاس بہت سے ذریعے علم کے ایسے تھے جو علم رسول سے بالکل جدا تھے۔

ممکن ہے کہ ایک ذریعہ اونکے علم کا یہ بھی ہو کہ رسول سے بذریعہ نقل کے کچھ علم اُن تک پہنچا ہو جو اور علوم کے ساتھ ملکر غیر متمیز ہو گیا اور اب یہ امتیاز مشکل ہو گیا کہ جن روایتوں کی نسبت کسی طور پر یہ اعتماد ہو جاتے کہ یہ تقیہ پر مبنی نہیں اور ائمہ جو عمداً اختلاف پیدا کرنے کے لئے مختلف جواب دیا کرتے تھے اُس سے بھی محفوظ ہیں اُن میں کونسی باتیں علم رسول سے ماخوذ ہیں اور کونسی باتیں نجوم اور جفر وغیرہ سے مستنبط ہوتی ہیں۔

ظاہر ہے کہ علم رسول کی نقل کا ذریعہ اونکے پاس بہت تھوڑا تھا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے اور انبیاء سابقین کے زمانے کی واقعات جو وہ بیان کرتی ہیں اونمیں سند کا سلسلہ اکثر نہیں ہوتا جو امام رسول علیہ السلام کے زمانہ سے سو یا ڈیڑھ سو برس کے بعد ہیں وہ اُس زمانہ کے واقعات کو اسطرح بیان کر رہے ہیں کہ گویا خود دیکھ رہے تھے اگر کسی سند سے اُنکو پہنچے ہوتے تو اوسکا ذکر کرتے پس ظاہر ہے کہ اکثر

وہ علوم اُس چھوٹے سے تھیلے میں سے بقاعدہ جفر ماخوذ ہوتے تھے یا بحساب نجوم معلوم
ہوتے تھے یہ وہ ذریعے ہیں جنکے لئے اسلام بھی شرط نہیں۔

افسوس کہ ان مقدس ائمہ اہل بیت پر رُواۃ شیعہ نے کیا کیا الزام لگادیے جن سے
وہ بزرگوار اہل سنت کے اعتقاد کے بموجب یقیناً مبرا تھے۔

۱۱ **عوام** یہ سُنکر بھی سخت پریشان ہوگئے کہ جو لوگ مذہب شیعہ کو ائمہ سے نقل کرتے ہیں
وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ائمہ نے یہ عقائد خفیہ ہم کو سکھادیے تھے اور وہ سب کے سامنے
ان عقائد کی مخالفت کرتے تھے مگر ہم سے یہ کہدیا تھا کہ تم جو کچھ ہم سے معلوم کر چکے ہو اُسی پر
جمے رہیو اور اُسکے خلاف جو کچھ ہم کہیں وہ دفع الوقتی ہے چنانچہ اصول کافی[1] میں نصر خثعمی سے
روایت ہے وہ کہتا ہے کہ

عن نصر الخثعمی قال سمعت ابا عبد الله علیه السلام یقول من عرف انا لا نقول الا حقا فلیکتف بما یعلم منا فان سمع منا خلاف ما یعلم فلیعلم ان ذلک دفاع منا عنه	میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ کہتے سُنا کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ ہم حق کے سوا اور کچھ نہیں کہتے اوسکو چاہئے کہ جو کچھ ہم سے معلوم کرچکا ہے اوسی پر جما رہے اور اگر ہم سے خلاف اُن باتوں کے سُنے جو معلوم کرچکا ہے تو یہ سمجھ لے کہ ہم اُن باتوں سے دفع الوقتی کرتے ہیں۔

کیا اس روایت کو سُنکر یہ شبہ نہوگا کہ ایسے اماموں کا کیا اعتبار ہے کہ خفیہ جو کچھ

ائمہ مذہب شیعہ کو خفیہ سکھاتے تھے اور عام جلسوں میں اس مذہب کا رد کرتے تھے۔

[1] اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۳۰۸

سکھاتے اوسکو اعلان کے ساتھ رد کرتے تھے پس ائمہ کو جو ساقط الاعتبار بنا دین اس سے توبہتر یہی ہے کہ اُن شیعہ راویون کو جھوٹا سمجھ لین جو یہ کہتے ہین کہ مخفی طور پر ائمہ نے ہمکو مذہب شیعہ سکھایا ہی۔ اور یہ کہدیا ہے کہ یہی باتین سچی ہین اسکے علاوہ جو ہم کہین اوسکو جھوٹ سمجھیو۔

سچی باتین وہ ہین جو تم سے کہا کرتے ہین
جھوٹے وہ عدی ہین جو غیرون سے کہا کرتے ہین

عوام یہ سنکر بھی حیران ہونگے کہ ائمہ کی رائے بھی بدلا کرتی تھی آج کچھ کہتے تھے اور چند روز کے بعد اس قول سے پھر جاتے تھے اور اپنے اصحاب سے اوھنون نے کہدیا تھا کہ جب ہم پہلی بات کے خلاف بات کہین تو تم اخیر کی بات مانیو پہلے قول کو چھوڑ دیجیو چنانچہ اصول[1] کافی مین لکھا ہی کہ ہمارے بعض اصحاب سے روایت ہے کہ

عن بعض اصحابنا عن ابی عبد اللہ قال ارایتک لو حدثتک بحدیث العام ثم جئتنی من قابل فحدثتک بخلافہ بایہما کنت تاخذ قال کنت اخذ بالاخیر فقال لی رحمک اللہ	وہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہی کہ اُنھون نے مجھسے کہا کہ تو یہ بتا کہ اگر تو اس سال مین مجھسے ایک حدیث سنے اور پھر سال آیندہ مین میرے پاس آوے اور ہم تجھسے اُسکے خلاف حدیث بیان کرین ایسی صورت مین تو کونسی حدیث کو ملے گا مین نے کہا کہ مین اخیر کی بات کو مانونگا تو امام نے کہا کہ اللہ تجھپر رحمت کرے۔

[1] اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ

۱۵ **عوام** یہ سنکر بھی پریشان ہونگے کہ شیعونکی روایتون سے یہ بھی ثابت ہی کہ امام معصوم نے یہ ارشاد فرمایاہی کہ اگرچہ مسلمان کو دوسرے مسلمان کا ستر دیکھنا جائز نہین مگر کافر کو برہنہ دیکھنے اور اُسکے ستر پر نظر کرنے کا وہی حکم ہے جو گدھے کے ستر دیکھنے کا حکم ہی[1] فروع کافی مین موجود ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال النظر الی عورۃ من لیس بمسلم مثل نظرک الی عورۃ الحمار	امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ جو مسلمان نہو اُسکے ستر پر نظر کرنا ایسا ہے جیسے گدھے کے ستر پر نظر کرنا۔

نگاہ شوق کو حاصل ہی کیا کیا لطفِ نظارہ
کہ عریان دیکھنا جائز ہے معشوقانِ کافر کو

۱۶ **عوام** کو یہ روایت سنکر بھی کمال حیرت ہوگی کہ امام باقر علیہ السلام نورہ لگاکر حمام مین غیر لوگون کے سامنے بالکل برہنہ ہوجایا کرتے تھے اور ستر پوشی کے واسطے صرف نورہ کو کافی سمجھتے تھے چنانچہ فروع کافی[2] مین روایت ہی کہ

ان ابا جعفر علیہ السلام کان یقول من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلا یدخل الحمام الا بمیزر قال فدخل ذات یوم الحمام فتنور فلما ان اطبقت النورۃ علی بدنہ القی المیزر فقال لہ مولی لہ	امام باقر علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھے وہ حمام مین بغیر ازار کے نجاوے راوی کہتا ہی کہ ایک دن امام حمام مین داخل ہوئے اور نورہ لگایا جب نورہ اُنکے بدن پر لگ گیا تو ازار پھینک دی تب اونکے غلام نے کہا کہ میرے

ف: ستر بینی بہ نیم ۹۰ ۹۶

ف: نورہ لگاکر حمام میں ... ۱۹۰

[1] فروع کافی کتاب الزی والتجمل جلد ۲ صفحہ ۲۱ [2] فروع کافی کتاب الزی والتجمل جلد ۲ صفحہ ۲

بابی انت وامی انک لتوصینا بالمئزر ولزومہ وقد القیتہ عن نفسک فقال اما علمت ان النورۃ قد اطبقت العورۃ

ماں باپ آپ پر قربان ہوں تم تو ہم کو ازار کا اور ہر وقت اسکے پہننے کا حکم کرتے ہو اور تم نے خود اپنے بدن سے ازار اُتار دی تو امام نے فرمایا کہ کیا تو نہیں جانتا کہ نورہ نے ستر کو ڈھک لیا۔

آب حضرات شیعہ انصاف فرمائیں کہ کہاں امام علیہ السلام کا تقدس اور کہاں اس بے ستری کی خیالی فحش تصویر۔ رواۃ شیعہ نے کیا کیا تہمتیں ان مقدس بزرگوں پر لگائیں

۱۷ **شاید عوام** کو اسپر بھی تعجب ہو کہ امام معصوم کے ارشاد سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر انسان بالکل برہنہ ہو جائے اور سامنے کے ستر کو ہاتھ سے چھپالے تو کافی ہے پیچھے کا ستر قدرتی طور پر خود بخود چھپا ہوا ہے وہاں ہاتھ رکھنے کی بھی حاجت نہیں چنانچہ فروع کافی[۱] میں کورہے

عن ابی الحسن الماضی علیہ السلام قال العورۃ عورتان القبل والدبر اما الدبر مستور بالالیتین واما القبل فاسترہ بیدک

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ ستر دو ہیں ایک آگے اور ایک پیچھے پیچھے کا ستر دونوں سرینوں میں خود بخود مستور ہے سامنے کے ستر پر ہاتھ رکھ لے۔

۱۸ **کیا عوام** شیعہ کو اسپر تعجب نہ ہوگا کہ روایت صحیح سے ثابت ہوتا ہے کہ ائمہ معصومین شیخین سے محبت رکھنے کا حکم کیا کرتے تھے چنانچہ کافی کی کتاب الروضہ[۲] میں کورہے۔

عن ابی بصیر قال کنت جالسا عند

ابو بصیر کہتا ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے

[۱] فروع کافی کی کتاب الزی والتجمل صفحہ ۱۶ [۲] کتاب الروضہ صفحہ ۲۹

الی عبد اللہ علیہ السلام اذ دخلت	پاس بیٹھا تھا اتنے مین آئی اونکے پاس ام خالد
علینا ام خالد تستاذن علیہ فقال	اجازت چاہتی تھی اوسکے پاس آنے کی تو امام
ابو عبد اللہ علیہ السلام ایسرک	جعفر صادق علیہ السلام نے (مجھسے) فرمایا کہ کیا
ان تسمع کلامہا قال فقلت نعم	تو اس بات کو پسند کرتا ہی کہ اسکی باتین سننی مین نے
فاذن لہا قال فاجلسنی	کہا ہان تو امام نے اوسے اجازت دی۔ کہا (ابو بصیر نے)
معہ علی الطنفسۃ قال	تو بٹھایا مجھے (امام نے) اپنے ساتھ مسند پر کہا
ثم دخلت فتکلمت فاذا	(ابو بصیر نے) پھر وہ آئی اور اس نے باتین شروع
امرءۃ بلیغۃ فسألتہ عنہما	کین تو وہ عورت بلیغ تھی پھر پوچھا اس عورت نے ان
فقال لہا تولیہما قالت	دونون (شیخین) کا حال تو امام نے کہا کہ ان دونو
فاقول لربی اذا لقیتہ انک	سے محبت رکھو۔ اس عورت نے کہا کہ جب مین اپنے
امرتنی بولایتہما قال نعم	رب کے سامنے جاؤنگی تو یہ کہونگی کہ تم نے مجکو ان
قالت فان ہذا الذی معک	دونون سے محبت رکھنے کا حکم کیا تھا امام نے کہا کہ
علی الطنفسۃ یامرنی بالبراءۃ	ہان۔ اس عورت نے کہا کہ یہ شخص جو تیرے ساتھ مسند
منہما وکثیر النوا یامرنی بولایتہما	پر بیٹھا ہی ان دونون سے بیزاری کا مجھکو حکم کرتا ہی۔
فایہما خیر واحب الیک قال	اور کثیر النوا ان دونونکی محبت کا حکم کرتا ہی تو ان دونون
ہذا واللہ احب الی	مین کون تمھارے نزدیک افضل اور احب ہی امام نے
من کثیر النوا واصحابہ	کہا کہ یہ شخص واللہ زیادہ محبوب ہے مجھکو کثیر النوا اور

ان ھذا ایحا صمم فیقول و من لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الکافرون۔ | اور سکے اصحاب ہی بیشک یہ جھگڑا کرتا ہی اور کہتا ہی "اور جسنی نہ حکم کیا اوسپر جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہین"۔

اس روایت پر غور کرنے کے بعد بڑی وضاحت سے یہ ظاہر ہو گیا کہ امام سنے بہت تصریح اور تاکید کے ساتھ شیخین سے محبت رکھنے کا حکم کیا اور جب اس عورت نے یہ کہا کہ مین قیامت کے دن اللہ کے سامنے تمھارا حوالہ دونگی کہ تم نے مجھکو شیخین سے محبت رکھنے کا حکم کیا ہے تو امام نے اس ذمہ داری کو قبول کیا اب اگر محبت شیخین جایز نہ تھی تو یہ لازم آویگا کہ امام نے عمدًا اس عورت کو گمراہ بنایا حالانکہ امام کا کام ہدایت ہے۔ اس عورت پر امام کی اطاعت واجب تھی اگر اس حکم کو نہ مانتی تو گمراہ ہو جاتی اور چونکہ شیعون کے نزدیک تمام جہان پر امام کی اطاعت واجب ہے پس شیعون کو اس حکم میں بھی امام کی اطاعت واجب ہے اگر مخالفت کرینگے تو نافرمانی کے گناہ مین مبتلا ہونگے۔

اور یہ بھی اس روایت سے ظاہر ہو گیا کہ امام کے اصحاب مین سے کثیر النواہی یہی حکم کرتا تھا البتہ ابوبصیر اس قول مین امام کے مخالف تھا۔

شاید حضرات شیعہ اس روایت مین یہ تاویل کرین کہ یہ حکم امام نے بطور تقیہ دیا تھا یعنی مصلحت وقت کی وجہ سے جھوٹ بولا اور عمدًا حکم ناحق بیان کیا اور اس عورت کو گمراہ بنایا اور قرینہ امام کے اس جھوٹ بولنے کا یہ ٹھہرائین کہ امام نے ابوبصیر کو جواب فرمایا اور یہ بھی ارشاد کیا کہ ابوبصیر جھگڑا کرتا ہی اور آیت من لم یحکم الخ پڑھا کرتا ہی یعنی شیخین کو (معاذ اللہ) یون کہتا ہی

کہ وہ خلاف ما انزل اللہ حکم کرتے تھے۔
مگر یہ تاویل اس روایت مین ہرگز صحیح نہین ہوسکتی اور کوئی بات کسی طرح نہین بن سکتی اس لئے
کہ ایسا صریح جھوٹ بولنا اور خلاف حق حکم دینا اور قیامت کے دن اللہ کے سامنے حکم ناحق
کی ذمہ داری قبول کرنا امام کی شان سے نہایت بعید ہی اُس عورت کا ایسا کیا خوف تھا
جسکی وجہ سے امام ایسا جھوٹا حکم بیان کرتے جو لوگ حقانی ہوتے ہیں وہ ہر حالت مین اللہ پر
توکل کرتے ہیں اور کلمہ ناحق زبان سے نہین نکالتے کیا یہی امام معصوم اور واجب الاطاعت
تھے جو اسطرح خلاف حق حکم کیا کرتے تھے اور لوگون کو گمراہ بنایا کرتے تھے۔
قطع نظر اسکے کثیر النوا جو امام کا صحابی تھا وہ بھی شیخین کی محبت کا حکم کرتا تھا اس سے معلوم
ہوگیا کہ امام کی تعلیم بھی یہی تھی۔
ابو بصیر جو اس مسئلہ میں امام کا مخالف تھا اور شیخین سے عداوت رکھتا تھا اُس کو اس جلسہ
مین امام نے اسی لئے شریک کیا تھا کہ اُسکو اپنی غلطی پر تنبیہ ہو جاتے اور اس اعتقاد
فاسد سے توبہ کرے ام خالد کو جو محبت شیخین کا حکم کیا اسمین یہ بھی مقصود تھا کہ ابو بصیر بھی
اس حکم کو سُن لے۔ جب اُس عورت نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک کثیر النوا اور ابو بصیر
مین خیر اور احب کون ہی تو خیر کے جواب مین امام نے سکوت کیا اور ابو بصیر کو کثیر النوا
سے خیر یعنی افضل نہ بتایا البتہ احب کہا اسمین اُسکی تالیف مقصود تھی اس لئے کہ تالیف
کی صورت مین انسان حق کو جلد قبول کرتا ہی با این ہمہ (یخاصم) کے لفظ سے اوسکی غلطی
پر تنبیہ فرمادی یعنی شیخین کی نسبت جو وہ آیت ومن لم یحکم بما انزل اللہ کو پڑھتا ہی یہ

اوسکا جھگڑا ہی اور یہ بات ظاہری کہ جھگڑا بری چیز ہے چنانچہ انہین امام جعفر صادق علیہ السلام
سے اصول کافی مین منقول ہے۔

لا تخاصموا بالعلم الناس	کہ مت جھگڑا کرو ... لوگوں سے اس لئے
فان المخاصمۃ ممرضۃ للقلب	کہ مخاصمت دل کو مرض بنادیتی ہے۔

پس اگر ابوبصیر کا قول امام کے نزدیک حق ہوتا تو اوسکو مخاصمت نفرماتے (یخاصم) کا
لفظ جو فرمایا اسی سے ظاہر ہوگیا کہ ابوبصیر کے قلب میں مرض تھا ابوبصیر کی فقط یہی غلطی
نہ تھی بلکہ اوسکی عادت تھی کہ امور منہیہ [illegible] پر افترا کیا کرتا تھا چنانچہ
ایسی مسکرات پیتا تھا کہ جو اہلبیت کے نزدیک مثل خمر کے تھے اور کہتا تھا کہ اہلبیت نے مسکرات
کے حلال ہونے کا فتوی دیا ہے استغفر اللہ بھی امام نے اوسکو تنبیہ کی تھی اور شرب مسکرات اوس سے
چھٹایا تھا چنانچہ فروع کافی مین ہے کہ۔

عن کلیب بن معاویۃ قال کان ابوبصیر واصحابہ یشربون النبیذ ویکسرونہ بالماء فحدثت بذلک اباعبداللہ علیہ السلام فقال لی وکیف صار الماء یحلل المسکر مرهم لا یشربوا منہ قلیلا ولا کثیرا قلت انهم	کلیب بن معاویہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ ابوبصیر اور اوسکے اصحاب نبیذ پیا کرتے تھے اور اوسکی تیزی پانی سے توڑتے تھے مین نے یہ حال امام جعفر صادق علیہ السلام سے بیان کیا امام نے فرمایا کہ بھلا پانی نشے کی چیز کو کیسے حلال کردے گا تو اونکو حکم کر کہ اس مین سے نہ پئین نہ تھوڑا اور نہ بہت مین نے کہا

سلہ اصول کافی صـ۳۸۴ سلہ فروع کافی جلد۲ کتاب الاشربۃ صـ۱۸۱

ید کرون الرصاص ال محمد یحلله لهم فقال وکیف کان یحلون ال محمد لمسکر وهم لا یشربون منه قلیلا ولا کثیرا فقلت فامسکوا عن شربه فاجتمعنا عند ابی عبد الله صلواة الله علیه فقال له ابو بصیر ان ذا جاءنا عنک بکذا وکذا فقال صدق یا ابا محمد ان الماء لا یحلل المسکر فلا تشربوا منه قلیلا ولا کثیرا	کہ وہ کہتے ہین کہ آل محمد یعنی رضا نے اوسکے حلال ہونے کا اوجین حکم کیا ہے تو امام نے کہا کہ بھلا آل محمد نشے کی چیز کو کیسے حلال کردین گے حالانکہ آل محمد مسکر پیتے نہ تھوڑی نہ بہت تب ہم سب نے (ابو بصیر وغیرہ نے) یہ کہدیا او وہ اوسکے پینے سے باز رہے پھر جمع ہوئے ہم سب امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس تو ابو بصیر نے امام سے کہا کہ یہ شخص تمھاری طرف سے ایسا ایسا حکم لایا ہے تو امام نے کہا کہ وہ سچ کہتا ہے اے ابو محمد مثیک پانی مسکر کو حلال نہین کرتا تم اوسمین سے نہ تھوڑا پیو نہ بہت۔

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ ابو بصیر ایسا جاہل تھا کہ اوسکو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ ائمہ اہلبیت کا یہ مذہب ہے کہ نشے کی چیز تھوڑی اور بہت سب حرام ہوتی ہے بلکہ سب نشے کی چیزین خمر ہین اور اہلبیت پر افترا کرتا تھا کہ وہ حلال بتلاتے ہین اس سے بڑھکر اوسکی جہالت یہ ہے کہ جب امام نے اوسکی حرمت کا حکم کہلا بھیجا پھر بھی اوسکو شک باقی رہا اور دوبارہ امام سے استفسار کیا پس جو شخص ایسا جاہل اور مفتری ہو وہ اگر شیخین سے عداوت رکھے تو کیا بعید ہے اور امام نے جسطرح نشہ سکر سے اوسکو تنبیہ کی اور منع کیا اسی طرح عداوت شیخین سے بھی اوسکو اسطرح منع کیا کہ ابو بصیر کے سامنے ام خالد کو محبت شیخین کا

حکم کیا تاکہ ابوبصیر بھی سُن لے اور ابوبصیر جو یہ کہا کرتا تھا کہ شیخین خلاف ما انزل اللہ حکم کرتے تھے اُسکو مخاصمت بتادیا کافی کی اس روایت سے ابوبصیر کا جاہل اور مفتری ہونا ثابت ہوگیا اب امام کی نسبت جو اُسکی بد اعتقادی تھی وہ بھی سُن لیجئے تنقیح[1] مین رجال کشی سے نقل کیا ہے۔

عن محمد بن مسعود قال حدثنی محمد بن عیسی عن یونس قال جلس ابو بصیر علی باب ابی عبد اللہ لیطلب الاذن فلم یوذن لہ فقال لو کان معنا طبق لاذن فجاء کلب فشغر فی وجہ ابی بصیر

کہا یونس نے کہ ابوبصیر امام جعفر صادق[ع] کے دروازہ پر بیٹھا تھا اور اندر جانے کی اجازت چاہتا تھا پھر اجازت نہ ملی تو ابوبصیر نے کہا کہ اگر ہمارے ساتھ خوان آتا تو اجازت ملجاتی اتنے مین ایک کتا آیا اور اُس نے ابوبصیر کے مُنھ مین موت دیا۔

پس جو ابوبصیر امام کو بھی طماع سمجھتا تھا اور اُسکو وبال مین کتے نے اُسکی مُنھ مین موت دیا اگر وہ شیخین پر بھی طعن کرے تو کیا تعجب اور یہان سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ چونکہ ابوبصیر سامنے بیٹھا تھا اس لئے امام نے اوسکو احب بتادیا کہ وہ کوئی فساد نہ کرے ورنہ جس شخص کے ایسے حالات ہون اُس سے امام ہرگز محبت نہ رکھتے ہونگے۔

اور نیز تنقیح[2] مین بحوالہ رجال کشی یہ بھی نقل کیا ہے۔

روی الکشی باسنادہ قال سالت ابا الحسن عن رجل تزوج امراۃ لہا زوج ولم یعلم قال

راوی کہتا ہے کہ مین نے امام موسی کاظم علیہ السلام سے یہ مسئلہ پوچھا کہ اگر کسی شخص نے ایک ایسی عورت سے نکاح کرلیا جسکا شوہر موجود ہے اور اس شخص کو یہ حال

---

[1] تنقیح صفحہ ۱۶۷ [2] تنقیح صفحہ ۱۶۷

ترجم المرءۃ ولیس علی الرجل شئی اذا لم یعلم فذکرت ذلک لابی بصیر المرادی قال فقال لی واللہ جعفر ترجم المرءۃ ویجلد الرجل الحد وقال اما صاحبنا ما تکامل علمہ۔	معلوم نہ تھا تو کیا حکم ہے امام نے کہا عورت سنگسار کیجاوے اور مرد پر کوئی مواخذہ نہیں اسلئے کہ اسکو معلوم نہ تھا راوی کہتا ہے کہ مین نے یہ قصہ ابو بصیر مرادی کے سامنے بیان کیا تو اُس نے کہا کہ واللہ مجھسے امام جعفر صادق نے کہا تھا کہ عورت سنگسار کیجائے اور مرد پر بھی حَدّ جاری کیجائے پھر ابو بصیر نے کہا کہ میرا گمان یہ ہے کہ ہمارے امام کا علم پورا نہین ہوا۔

آب بہت اچھی طرح ظاہر ہوگیا کہ ابو بصیر ائمہ کو کم علم بھی جانتا تھا اور جب یہ شخص ائمہ کو طماع اور بے علم جانتا تھا تو اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ اُنکی امامت کا معتقد نہ تھا۔

یہ ابو بصیر وہ شخص ہے کہ کافی وغیرہ کتب احادیث شیعہ اسی کی روایتوں سے مالا مال ہین اور مذہب شیعہ کو ائمہ سے زیادہ تر اسی نے نقل کیا ہے۔

ایک بہت بڑی دلیل اس بات کی کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ حکم بطور تقیہ کے نہ تھا یہ ہے کہ امام جعفر صادقؑ کو تقیہ جایز ہی نہ تھا چنانچہ عہد نامہ جو اُنکے لئے نازل ہوا تھا اُسکے الفاظ اصول کافی[۵۷] مین اسطرح مذکور ہین۔

ثم دفعہ الی ابنہ جعفر علیہ السلام ففک خاتما فوجد فیہ حدث الناس	پھر امام باقرؑ نے (وہ کتاب عہد جسپر مہرین لگی ہوئی تھین) اپنے بیٹے جعفر علیہ السلام کے حوالے کی انھون نے ایک مہر توڑی تو اُس کتاب مین یہ پایا

(حاشیہ: ف۱ ابو بصیر ائمہ کو کم علم اور طماع جانتا تھا اور ان کی امامت کا معتقد نہ تھا)

(حاشیہ: ف۲ امام جعفر صادق کو تقیہ جائز نہ تھا)

[۵۷] اصول کافی صفحہ ۱۶۳

واتقہم والستر علوم آل بیتک وصدق آباءک الصالحین فانک لا تخاف الا اللہ عزوجل وانت فی حرز و امان	کہ حدیث بیان کر اور فتویٰ دے اور علوم اہل بیت کو شائع کر اور اپنے آباء صالحین کی تصدیق کر اور اللہ کے سوا کسی سے مت ڈر اور تو حفاظت اور امن مین ہے۔

پس جب امام صادق کے لئے حکم آچکا تھا کہ اللہ کے سوا کسی سے مت ڈر اور اللہ اُنکو خبر دیچکا تھا کہ تم حفاظت اور امن مین رہو گے پھر اُنکو کسی کا خوف نہ تھا وہ تقیہ کیون کرتے وہ اللہ کی طرف سے حکم دینے اور فتویٰ بیان کرنے پر مامور ہوئے تھے پس جو حکم اُنھون نے بیان کیا وہ ضرور واجب العمل ہوگا اور اُنکے حکم کی نسبت یہ کہنا کہ مصلحت کی وجہ سے اُنھون نے جھوٹ بولا درحقیقت اونکی امامت کا انکار کرنا ہے۔

۱۶ کیا سوم اس خبر سے متحیر ہونگے کہ شیعون کی روایتون سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت معصومین کی یہ عادت تھی کہ اللہ جو اپنی نعمتون کی بشارت اُنکے پاس بھیجا کرتا تھا اُسکو کئی بار رد کیا کرتے تھے اور قبول کرنے مین عذر کرتے تھے اور بڑی مشکل سے قبول کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اصول کافی[ل] مین ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان جبرئیل نزل علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ فقال لہ یا محمد ان اللہ یبشرک بمولود یولد من فاطمہ تقتلہ امتک من بعدک فقال وعلی ربی السلام	امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اُنھون نے کہا جبرئیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے اور اُنھون نے کہا کہ اے محمد اللہ تم کو ایک مولود کی بشارت دیتا ہے جو فاطمہ سے پیدا ہوگا تمھاری امت تمھارے بعد اُسکو قتل کرے گی تو رسول نے کہا اور میرے

رسول اور اہل بیت کا اللہ کی نعمتون کو رد کرنا

ل اصول کافی صفحہ ۲۹۳

لاحاجۃ لی فی مولود یولد من فاطمہ	رب پر سلام ہو مجھکو ایسے مولود کی کچھ حاجت نہین جو
تقتلہ امتی من بعدی فعرج ثم	فاطمہ سے پیدا ہو اور میری امت اُسکو میرے بعد قتل
ھبط فقال لہ مثل ذلک فقال	کرے جبرئیل آسمان پر گئے اور پھر اوترے اور وہی کہا
یا جبرئیل وعلی ربی السلام لاحاجۃ	جو پہلے کہا تھا تو رسولؐ نے کہا کہ اے جبرئیل اور میرے
لی فی مولود تقتلہ امتی من بعدی	رب پر سلام ہو مجھکو ایسے مولود کی حاجت نہین جسکو
فعرج جبرئیل الی السماء ثم ھبط	میری امت میرے بعد قتل کرے۔ پھر چڑھے جبرئیل
فقال یا محمد ان ربک یقرئک السلام	آسمان کی طرف پھر اوترے تو کہا اے محمدؐ تیرا
ویبشرک بانہ جاعل فی ذریتہ الامامۃ	تمھارا رب تمھین سلام کہتاہی اور یہ بشارت دیتاہی کہ اللہ
والولایۃ والوصیۃ فقال انی قد	اُس مولود کی اولاد مین امامت اور ولایت اور وصیت
رضیت ثم ارسل الی فاطمہ	مقرر کرے گا۔ تب رسول نے کہا مین راضی ہوا۔ پھر
ان اللہ یبشرنی بمولود یولد	فاطمہؓ کو پیغام بھیجا کہ اللہ نے مجھکو ایک بچے کی بشارت
لک تقتلہ امتی من	دی ہے جو تجھ سے پیدا ہوگا اور میری امت میرے بعد
بعدی فارسلت الیہ ان	اُسکو قتل کرے گی تو فاطمہؓ نے یہ جواب بھیجا کہ مجھکو ایسی
لاحاجۃ لی فی مولود تقتلہ امتک	اولاد کی حاجت نہین جسکو تمھاری امت تمھارے بعد
من بعدک فارسل الیہا ان اللہ	قتل کردے پھر پیغمبر نے فاطمہؓ کے پاس یہ پیغام
قد جعل فی ذریتہ الامامۃ والولایۃ والوصیۃ	بھیجا کہ اللہ نے اوسکی اولاد مین امامت اور ولایت اور
فارسلت الیہ انی قد رضیت۔	وصیت مقرر کی ہی تو کہلا بھیجا فاطمہ نے کہ مین راضی ہوگئی۔

اس روایت سے کئی نتیجے نہایت عجیب ظاہر ہوتے ہین۔

اول یہ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کو باوجود مرتبہ عبودیت کے اپنے خالق کی عظمت وجلال کا (معاذاللہ) کچھ بھی ادب نہ تھا اور بڑی جرآت کے ساتھ بار بار اُسکے انعام کو رد کرتے تھے اگر کوئی دنیاوی بادشاہ کسی امیر کو انعام دینا چاہے اور وہ اسطرح رد کرے تو بادشاہ کی بہت بڑی توہین سمجھی جاویگی اور ہر شخص اُس امیر کو بڑا گستاخ کہے گا نہ کہ عبد اور معبود کا معاملہ اس سے بڑھکر اور ناشکری کیا ہوگی حالانکہ جنکو قرب الٰہی زیادہ حاصل ہوتا ہے اونکو ادب بھی اورون سے زیادہ ہوتا ہے اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اَورون کے مقابلے مین خوف الٰہی زیادہ تھا۔

دوسرے یہ کہ اللہ نے جس چیز کو رسول اور جناب سیدہ کے لئے موجب نعمت اور رحمت تجویز کیا اور اُسکی بشارت بھیجی ان دونون نے اُسکو اپنے لئے مصیبت اور قابل رد سمجھا پس معلوم ہوا کہ اللہ کو حکیم اور لطیف اور خبیر نجانا اور اپنی رائے اللہ کی تجویز پر غالب سمجھی اور یہ خیال نہ کیا کہ جس چیز کی اللہ نے بشارت بھیجی ہے وہ ضرور بہت بڑی نعمت ہوگی۔

تیسرے یہ کہ شہادت فی سبیل اللہ مین وہ دونون کچھ بھی فضیلت نجانتے تھے بلکہ شہادت کو نہایت حقیر اور قابل رد سمجھتے تھے۔

چوتھے یہ کہ جناب امام حسین علیہ السلام کی ذات مبارک مین (معاذ اللہ) کچھ بھی خوبی نہ تھی بلکہ اسوجہ سے کہ اونکی قسمت مین شہادت مقرر ہوچکی تھی اونکی ذات بیزاری کے لایق تھی اور اگر اُنکی اولاد مین امامت مقرر نہوئی ہوتی تو ہرگز اونکی ذات قبول نہ کیجاتی۔

پانچوین یہ کہ جناب امام حسن علیہ السلام کی ذات حسینؓ سے بھی زیادہ بیزاری کے لایق تھی اسلئے کہ اونکی قسمت مین بھی شہادت تھی اور اونکی اولاد مین امامت بھی نہ تھی اسیوجہ سے اللہ نے انکو بغیر بشارت بھیجنے کے پیدا کردیا۔ یہ کسی طرح نہ قبول کئے جاتے اور انکے قبول کرانے مین اللہ کو بڑی مشکل پیش آتی۔ معاذ اللہ۔

چھٹے یہ کہ اللہ نے رسول کے پاس تین مرتبہ یہ بشارت بھیجی مگر امر امامت کو اول دو مرتبہ مین ظاہر نکیا شاید اسمین یہ مصلحت تھی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) فضیلت رد نعمت کو دو مرتبہ حاصل کرلین اور عبد شکور بن جاوین۔

ساتوین یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اول بار جناب سیدہؓ کے پاس بشارت بھیجی تو امر امامت ظاہر نہ کیا اس سے بھی شاید یہی غرض تھی کہ ایک مرتبہ سنت رد کو ادا کرلین

اے حضرات شیعہ انصاف کرو کہ تمھارے راویون نے کیا کیا افترا کئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسی کیسی تہمتین ناشکری اور بے ادبی وغیرہ کی لگائین۔ حضرت جبریلؑ کو بار بار آسمان پر چڑھنے اور اترنے کی کشاکش مین ڈالا۔

طرفہ یہ ہے کہ بظاہر مجبور ہوکر اگرچہ جناب سیدہؓ نے رضامندی ظاہر کردی مگر دل مین وہی ناگواری اور بیزاری موجود تھی اور اللہ کی اس بشارت کو انھون نے صدق دل سے قبول نہین کیا چنانچہ حمل بھی انکو ناپسند تھا اور ولادت حسینؓ کے وقت بھی اس فرزند سے انکو سخت بیزاری تھی چنانچہ اصول[۵] کافی مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت مذکور ہے کہ۔

---

[۵] اصول کافی صفحہ ۲۹۴

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لما حملت فاطمہ بالحسین جاء جبرئیل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فقال ان فاطمۃ ستلد غلاما تقتلہ امتک من بعدک فلما حملت فاطمۃ بالحسین کرھت حملہ وحین وضعتہ کرھت حملہ ثم قال ابو عبد اللہ علیہ السلام لم تر فی الدنیا ام تلد غلاما تکرھہ ولکنھا کرھتہ لما علمت انہ سیقتل قال وفیہ نزلت ھذہ الآیہ حملتہ امہ کرھا ووضعتہ کرھا

جب فاطمہ کو حسینؑ کا حمل ہوا تو جبرئیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ فاطمہؑ کے ایک لڑکا پیدا ہوگا جسکو تمھاری امت تمھارے بعد قتل کریگی پھر جب فاطمہؑ کو حسینؑ کا حمل ہوا تو انکو حسینؑ کا حمل ناپسند تھا اور جب حسینؑ پیدا ہوئے تو انکا پیدا ہونا بھی ناپسند تھا دنیا میں کوئی ماں ایسی نہیں دیکھی گئی کہ اپنے فرزند کی ولادت اسکو ناپسند ہو لیکن فاطمہ نے حسینؑ کی ولادت اس وجہ سے ناپسند کی کہ انکو معلوم ہو گیا تھا کہ حسین قتل ہونگے پھر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ انھیں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ حمل میں رکھا اسکو اسکی ماں نے ناپسندیدگی میں اور جنا اسکو ناپسندیدگی میں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے جو اس آیت کی تفسیر کی اس سے ظاہر ہوگیا کہ اس آیۃ میں کراہت سے درد اور ایذا کی کراہت مراد نہیں ہے بلکہ ناپسندی اور ناگواری طبیعت مراد ہے اور خاص جناب امام حسین علیہ السلام کے حمل اور ولادت اور انکی والدہ ماجدہ جناب سیدہ علیہا السلام کی اس سے بیزاری کا بیان ہے۔
حسینؑ مظلوم کی یہ حالت ہوئی کہ انکی بشارت کو دو مرتبہ رسولؐ نے اور ایک مرتبہ جناب

جناب فاطمہ علیہا السلام حسینؑ کی ولادت سے بیزار تھیں

سیدہ نے رد کیا آخر کو قبول بھی کیا تو جناب سیدہ نے دل سے قبول نہ کیا اور انکی ولادت سے سخت بیزار ہوئین۔

پس حسین مظلوم کی ولادت کے وقت ایسی قدر ہوئی اگر اسکی موت بھی مظلومی سے ہوئی تو (اول را آخر نسبتے ہست) کا مضمون صادق آگیا۔

فائدہ: حسینؑ نے اپنی ماں کا دودھ نہ پیا

آخر جب حسین عورت پیدا ہوئے تو انھون نے اپنی ماں جناب سیدہ کا دودھ ہرگز نہ پیا اور جب ماں کا دودھ چھوڑا تو کسی دوسری عورت کا دودھ کیون پینے تب رسولؐ کو اپنے فرزند عیور کے لئے اپنے انگوٹھے سے دودھ نکالنا پڑا چنانچہ کافی[۵۱] کی پہلی روایت جو ہم نقل کر چکے اسکے آخرین یہ بھی ہے۔

ولم یرضع الحسین من فاطمة علیها السلام ولا من انثى كان يؤتى به النبی صلى الله عليه وآله فيضع ابهامه فی فيه فيمص منها ما يكفيه اليومين والثلث	حسینؑ نے نہ فاطمہ علیہا السلام کا دودھ پیا نہ کسی اور عورت کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کے پاس لائے جاتے تھے تو نبی اپنا انگوٹھا اُنکے منھ مین رکھدیتے تھے تو وہ اسقدر چوس لیتے تھے کہ دو یا تین دن کو کافی ہو۔

ہائے اے شبیر مظلومی تری	رد ہوئی تیری بشارت تین بار
گرچہ راضی ہو چکین تھین فاطمہ	پھر بھی تھی تیری ولادت ناگوار
کرتی ہے اس رمز کو قرآن مین	اُمُّه كُرْهًا کی آیت آشکار

تمکو بھی غیرت کا ایسا جوش تھا
دودھ اُس ماں کا نہ پیا زینہار

[۵۱] اصول کافی صفحہ ۲۹۵

اب حضرات شیعہ براہ انصاف بیان فرمائین کہ اللہ کی بھیجی ہوئی بشارت کو اسطرح رد کرنا اور اللہ کی نعمت کو مصیبت سمجھنا اور رضامندی کا اقرار کرنے کے بعد پھر اوس سے بیزار ہونا کیسا ہے۔ ؎

خدا سے کسکو جائز اسطرح رد و بدل ہوگا
تمھین انصاف سے کہدو یہ عقدہ کیسے حل ہوگا

اب یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ رسولؐ نے جو دو مرتبہ اور جناب سیدہؓ نے ایک مرتبہ بشارت حسینؑ کو اس نفرت کے ساتھ رد کیا اور حمل اور ولادت کے وقت بھی جناب سیدہ بیزار تھین جس بیزاری کا قرآن مین بھی تذکرہ ہوا یہ بیزاری فقط اسلئے تھی کہ آخر کو حسین علیہ اسلام امت رسولؐ کے ہاتھ سے قتل ہونگے اگر یہ قتل ہونا کوئی عیب تھا تو یہ صفت تو جناب امیر اور جناب امام حسن علیہما السلام مین بھی موجود تھی اور یہ دونون بھی آخر مین مظلومی کے ساتھ شہید ہوتے۔ حسین علیہ السلام کے قتل ہونے کا صدمہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب سیدہ علیہا السلام کی حیات مین پیش آنے والا نہ تھا پس اونکی بشارت کو رد کرنا اور اُنکی ولادت سے ناراض ہونا گویا قبل از مرگ واویلا تھا۔ بالفرض اگر اُن دونون کی حیات مین بھی یہ حادثہ پیش آنیوالا ہوتا تو اُنسے بڑھکر جادۂ رضا و تسلیم مین ثابت قدم اور کون ہوسکتا ہی۔ کیا اپنی اولاد کے لئے وہ کوئی ایسا انتظام چاہتے تھے کہ اونکے بعد بھی اونکی اولاد پر کوئی صدمہ نہ آوے حالانکہ یہ بھی معلوم ہوچکا تھا کہ سب سے زیادہ مصائب اہلبیت کے لئے مقرر ہوچکے ہین۔

اب ان سب سے قطع نظر کیجیے اور اس امر پر غور کیجیے کہ واقعۂ شہادت حسینؑ مین کیا مصیبت تھی جسکے مقابلے مین اجرِ شہادت کی کچھ وقعت نہ سمجھی گئی اور بشارت حسینؑ کو بار بار رد کیا گیا۔

شہادت حسین علیہ السلام کے واقعات مین سب سے پہلا امر جو باسبابِ ظاہر باعث اس حادثہ کا ہوا یہ تھا کہ جناب امام علیہ السلام نے بیعت یزید کی گوارا نہ کی اور طریقہ انبیاء اور سنت جنابِ امیر کی مخالفت کی اونکے سامنے جناب امیر نے خلفای ثلثہ سے اور جناب امام حسنؑ نے امیرِ شام سے بیعت کی تھی۔ پھر جناب امام حسین علیہ السلام کو انکارِ بیعت کی کوی وجہ نہ تھی جو ایسے وقت مین تقیہ کو جو اسوقت اونپر واجب تھا ترک کیا۔ کیا مذہبِ اہلبیت کو چھوڑ کر جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے واسطے کوئی نیا مذہب تجویز کیا تھا جو اپنے باپ اور بھائی کا طریقہ چھوڑا۔

ف - حسین علیہ السلام نے تقیہ ترک کیا۔

شیعون کے مشہور مناظر مولوی حامد حسین صاحب لکھنوی نے اپنے والد ماجد مولوی سید محمد قلی صاحب کا رسالہ تقیہ جو اپنی طرف سے اصلاح اور ترمیم کے بعد چھپوایا ہے اُس مین اس مشکل لاحل کا جواب یون دیا ہے۔

"شیعیان قایل تقیہ علی الاطلاق فی جمیع الازمنہ والاحوال نیستند وقطع نظر ازین چون اہل کوفہ عہود ومواثیق بسیار کردند ونامہ ہائے بیشمار نوشتند واحکام مبنی بر ظاہر ہست لہذا آنجناب عزم جہاد فرمودہ بود، ہرگاہ بیوفائی وعہد بادشان ظاہر شد ہر چند قصد رجوع کرد لیکن ممکن نشد واگر تو ہم کردہ شود

کہ چرا در آن وقت بیعتِ عمر سعد و ابنِ زیاد نہ نمود پس مدفوع ست
باین کہ غالباً آنحضرت دانستہ باشد کہ آن ملاعنہ از غدر و بیوفائی
باز نہ خواہند آمد اگرچہ آنحضرت بیعت ہم کنند"

اس عبارت کے پہلے فقرے کا حاصل یہ ہوا کہ شیعے ہر وقت مین اور ہر حالت مین تقیہ کے قائل نہین مگر اس شبہ کے جواب مین یہ تقریر محض بے فائدہ ہی اس لئے کہ ہر حالت سے بحث نہین بلکہ فقط حالتِ خوف سے بحث ہی اور جناب امام حسین علیہ السلام کے لئے اُس وقت مین بیشک حالتِ خوف موجود تھی اور وہی حالت تھی جس حالت مین جناب امام حسن علیہ السلام نے تقیہ کر کے امیر شام کی بیعت کی تھی بلکہ اہلِ شام کی قوت اور زیادہ بڑھ جانے کی وجہ سے جناب امام حسین علیہ السلام کے لئے اور زیادہ خوف کی حالت تھی پس اُنکے لئے تقیہ ضرور واجب تھا۔

اُصول[1] کافی مین ابو عمیر اعجمی سے روایت ہے کہ۔

قال قال لی ابو عبد اللہ علیہ السلام یا ابا عمر ان تسعۃ اعشار الدین فی التقیۃ ولا دین لمن لا تقیۃ لہ والتقیۃ فی کل شیء الا فی النبیذ والمسح علی الخفین۔	وہ کہتا ہی کہ مجھسے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابو عمر بیشک دین کے دس حصّون مین سے نو حصّے دین تقیہ مین ہی اور جو تقیہ نکری اوسکا دین ہی نہین اور تقیہ ہر چیز مین ہے مگر نبیذ مین اور موزون پر مسح کرنے مین۔

[1] اصول کافی صفحہ ۴۸۲

اس روایت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ تقیہ ایک ایسی ضروری چیز ہے کہ نو حصے دین
تقیہ میں ہیں اور ایک حصہ باقی ارکان دین (یعنی توحید اور اقرار رسالت و امامت
و ادائے فرائض وغیرہ) میں اور جو تقیہ نہ کرے وہ بے دین ہے پس سخت تعجب ہے کہ امام
حسین علیہ السلام نے تقیہ کے ان مناقب اور ترک تقیہ کی اس وعید پر کیوں نہ لحاظ
کیا اور حکم تقیہ سے فقط دو چیزیں مستثنیٰ ہیں ایک نبیذ دوسرے موزوں پر مسح کرنا۔
ان دونوں چیزوں میں کسی حالت میں تقیہ جائز نہیں اس کے سوا سب چیزوں میں تقیہ
ہے ملکہ تقیہ ایک ایسا عمدہ حیلہ ہے کہ تقیہ کی آڑ میں جناب امیر پر تبرا کرنا بھی جائز ہے
چنانچہ اصول کافی[۵۱] میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے۔

عن مسعدة بن صدقة قال قيل لابى عبد الله عليه السلام ان الناس يروون ان عليا عليه السلام قال على منبر الكوفة ايها الناس انكم ستدعون الى سبي فسبوني ثم تدعون الى البراءة مني فلا تبرؤا مني۔ فقال ما اكثر ما يكذب الناس على علي عليه السلام ثم قال انما قال ستدعون الى سبي فسبوني ثم

مسعدہ بن صدقہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ پوچھا گیا کہ لوگ روایت کرتے ہیں کہ علی علیہ السلام نے ممبر کوفہ پر یہ فرمایا کہ اے لوگو تم بلائے جاؤ گے مجھے برا کہنے کی طرف تو مجھکو برا کہہ لیجیو پھر بلائے جاؤ گے مجھ سے تبرا ظاہر کرنے کی طرف تو مجھ پر تبرا ظاہر مت کیجیو۔ تو فرمایا کہ بہت جھوٹ بولتے ہیں لوگ علی علیہ السلام پر پھر فرمایا کہ علی علیہ السلام نے یہ کہا تھا کہ تم بلائے جاؤ گے مجھ پر برا کہنے کی طرف تو مجھے برا کہہ لیجیو پھر بلائے

[۵۱] اصول کافی صفحہ ۴۸۴

ستدعون الی البرأۃ منی وانی لعلی دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولم یقل ولا تبرؤا منی۔ فقال لہ السائل ان اختار القتل دون البرأۃ فقال واللہ ما ذلک علیہ وما لہ الا ما مضی علیہ عمار بن یاسر حیث اکرھہ اھل مکہ

جاؤ گے مجھ سے بیزاری ظاہر کرنے کی طرف حالانکہ مین دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر ہون اور علی علیہ السلام نے یہ نہین فرمایا کہ مجھ سے بیزاری ظاہر مت کیجیو۔ تو سائل نے پوچھا کہ اگر وہ قتل ہونا اختیار کرے اور تبرا کرنا گوارا نہ کرے تو فرمایا کہ واللہ یہ اوسپر واجب نہین۔ اور نہین جائز اوسے مگر وہی جو عمار بن یاسر نے کیا جب اہلِ مکہ نے اوسپر جبر کیا۔

حاصل اس روایت کا یہ ہوا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے کسی نے یہ روایت بیان کی کہ جناب امیر نے فرمایا تھا کہ مجھکو بُرا کہہ لیجیو مگر مجھپر تبرّاست کیجیو اس روایت کو امام جعفر صادقؑ نے جھوٹا بتایا اور یہ اجازت دی کہ حالتِ خوف مین جناب امیر پر تبرّا کرنا جائز ہے جیسے عمارؓ نے اہلِ مکہ سے مجبور ہو کر کلمات کفر کے کہے تھے۔

تعجب ہے کہ تقیہ مین جناب امیر پر تبرّا جائز ہو مگر نبیذ پینا اور موزون پر مسح کرنا جائز نہ ہو۔ بہرحال یزید کی بیعت جناب امیر پر (معاذاللہ منہا) تبرا کرنے سے بہت سہل تھی پھر جناب امام حسین علیہ السلام نے اجرِ تقیہ کیون چھوڑا اور سنت ائمہ سابقین کی کیون مخالفت کی۔

جناب امام حسین علیہ السلام کے واسطے تو یقیناً حالتِ خوف تھی حالانکہ تقیہ تو بغیر حالت

خوف کے اور بغیر مصلحت دینی کے بھی جائز ہے بلکہ سنتِ انبیا ہے۔ چنانچہ حضرت یوسف[له] علیہ السلام کے تقیہ سے یہ مضمون بہت اچھی طرح ظاہر ہو چکا۔

یہ کہنا بھی صحیح نہین کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے اسوجہ سے تقیہ نہ کیا کہ اُنھون نے اہلِ کوفہ کے خطوط سے دہوکا کھاکر عزم جہاد کیا تھا اس لئے کہ جب مدینہ مین یزید کی بیعت سے انکار کیا ہے اُسوقت تک اہل کوفہ کے خطوط نہین آئے تھے پس کوئی وجہ تقیہ چھوڑنے کی نہ تھی۔ قطع نظر اسکے حالتِ خوف مدینہ مین بلکہ تمام عرب مین موجود تھی اس لئے کہ یہ سب مُلک یزید کی حکومت مین تھا اور جن شیعیانّ عراق نے خط لکھے تھے اور اُن سے مدد کی اُمید تھی وہ کوفہ مین تھی ایسی حالت مین تقیہ چھوڑنے کا کیا موقع تھا اور عزم جہاد مانع تقیہ نہ تھا حالتِ خوف مین تقیہ کرکے بیعت کرتے اور جب سامانِ جہاد مہیا ہو جاتا جہاد کرتے۔ کیا جناب اُمام حسن علیہ السلام کی حالت یاد نہ تھی کہ اوھنون نے عزم جہاد چھوڑا اور تقیہ کرکے امیرِ شام کی بیعت کی علاوہ اسکے جناب امام حسین علیہ السلام نے اہلِ کوفہ کے خطوط پر ابتدا مین ہرگز اعتماد نہین کیا تھا بلکہ امتحان کے لئے حضرت مسلم کو بھیجا جب مسلمؓ کا خط آگیا اُسوقت عزمِ جہاد کیا۔ صرف شیعیانؑ کوفہ کے خطوط کو دیکھ کر عزمِ جہاد کیسے کرسکتے تھے حالانکہ اُنکی بدعہدی پہلے سے معلوم تھی اس لئے کہ جناب امیر اور جناب امام حسن علیہما السلام کو بھی وہ دغا دے

له دیکھو تصیحۃ الشیعہ صلا

چکے تھے پھر ایسے دغابازونکی تحریر کیا قابلِ اعتبار تھین بس اس مین کچھ شک نہین کہ جس وقت امام حسین علیہ السلام نے بعیت یزید سے انکار کیا وہ حالتِ خوف تھی اور ایسی حالت مین تقیہ واجب تھا اور ترک تقیہ کی صورت مین وہی لادین لمن لاتقیۃ لہ موجود یعنی جو تقیہ نکرے وہ بیدین ہے۔

سب سے زیادہ عجیب یہ قول ہے کہ (اہلِ کوفہ کی بیوفائی ظاہر ہونے کے بعد انہوں نے ہر چند قصد رجوع کیا مگر رجوع ممکن نہوا)

رجوع ممکن نہونے کی وجہ فقط یہ تھی کہ برادران مسلم رجوع پر راضی نہوے۔ پس جب انھون نے امام کے حکم کی اطاعت نہ کی اور نافرمان بنگئے تو امام نے انکی رائے سے موافقت کیون کی اور تقیہ واجب کو ترک کیا امامین سابقین کی مخالفت کی وعید لَادِیْنَ لِمَنْ لَاتَقِیَّۃَ لَہٗ کا بھی لحاظ نہ کیا۔

مولوی حامد حسین اور اونکے والد ماجد نے جو یہ تحریر فرمایا کہ (ہر چند قصد رجوع کرد ممکن نشد) اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ بعض شیعہ جو امام کے تقیہ نکرنے کی وجہ یہ بیان کرتے ہین کہ (امام کو عزمِ جہاد کے بعد رجوع جایز نہین) اور بعض یہ کہتے ہین کہ (امام نے اپنے عہد پر عمل کیا جو منزّل من اللہ تھا اور اس مین یہی حکم تھا کہ جاؤ لڑو اور مرو) یہ دونون جواب باطل ہین اس لئے کہ ان دونون صورتون مین امام کو قصد رجوع ہرگز جایز نہوتا حالانکہ امام نے رجوع کی کوشش کی جس مین مخالفت برادران مسلم کی وجہ سے کامیابی نہوئی۔

اب اس امر پر بھی غور کرنا چاہیئے کہ شبہ یہ تھا کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے حالتِ خوف مین تقیہ کیون نہ کیا اسکا جواب صاحب رسالہ تقیہ نے یہ دیا کہ " ہرچند قصد رجوع کیا مگر ممکن نہ ہوا۔ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ امامؑ نے حتی الامکان رجوع کی کوشش کی مگر رجوع کرنا اونکے اختیار سے باہر ہوگیا اور وہ مجبوری اور بے اختیاری کی حالت مین خلاف اپنی مرضی کے کربلا تک پہنچا دئے گئے تب بھی یہ جواب اس شبہ کو زائل نہین کرتا اس لئے کہ قصدِ رجوع تقیہ نہین۔ قصدِ رجوع سے یہ مراد ہی کہ جہاد کا قصد ترک کیا تھا۔ مگر بیعت نکرنے پر وہی اصرار باقی تھا اور تقیہ کی صورت تو یہ تھی کہ یزید کے یا سرداران یزید کے پاس جاکر یزید کی بیعت کرلیتے پس باوجود قصد کے رجوع ممکن نہ ہونے سے ترکِ تقیہ واجب کا الزام نہین اُٹھ سکتا اسلئے کہ قصد رجوع کیا تھا نہ قصدِ تقیہ۔

کربلا مین پہنچکے ابی جب امام کا راستہ روکا گیا اور دو روز تک فریقین مین بحث رہی اُسوقت بھی امامؑ نے تقیہ نکیا اور انکار بیعت پر اصرار رہا اسکا جواب یہ دیا گیا کہ (امام شاید یہ جانتے ہونگے کہ بیعت کرنا کچھ مفید نہو گا اور اہلِ شام کسی صورت مین بیوفائی نہ چھوڑین گے) مگر یہ جواب ہرگز صحیح نہین اس لئے کہ یہ جاننا بطور الہام یا خبر رسول یا جفر و نجوم وغیرہ علوم ائمہ کے ہوگا اُسکا اعتبار نہین اس لئے کہ صاحب رسالہ تصریح کرچکے ہین کہ احکام ظاہر حال پر مبنی ہوتے ہین۔ ظاہری حالت جو روایات شیعہ سے ثابت ہوتی ہی وہ یہی ہی کہ گروہ شام بیعت کا طالب تھا پس ظاہری حجت ختم

کرنا واجب تھی۔ ملا باقر مجلسی نے جو روایتین جلاء العیون مین لکھی ہین اُن سے ظاہر ہوتا ہی کہ عمر سعد وغیرہ آخر وقت تک اس کوشش مین تھے کہ کسی طرح امام بیعت یزید کر لین اور اُنکو امام سے لڑنا سخت ناگوار تھا مگر جب امام نے بیعت نہ کی تب مجبور ہو کر اُنھون نے امام کو شہید کیا۔

امام زین العابدین کا یزید کے سامنے اقرار غلامی کرنا۔

آخر انھین امام حسین علیہ السلام کے خلف الصدق جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے کیسی عاجزی کے ساتھ یزید کی غلامی کا اقرار کیا چنانچہ کافی کی کتاب الروضہ[1] مین ہی

عن یزید بن معاویہ قال سمعت ابا جعفر علیہ السلام یقول ان یزید بن معاویۃ دخل المدینۃ وھو یرید الحج فبعث الی رجل من قریش فاتاہ فقال لہ یزید اتقر لی انک عبد لی ان شئت بعتک وان شئت استرققتک فقال لہ الرجل واللہ یا یزید ما انت باکرم منی فی قریش حسبا ولا کان ابوک افضل من ابی فی الجاھلیۃ والاسلام

یزید بن معاویہ کہتا ہی کہ مین نے امام باقر علیہ السلام سے سُنا وہ فرماتے تھے کہ یزید بن معاویہ مدینہ مین آیا اور اُسکا ارادہ حج کا تھا تو اُس نے قریش مین سے ایک شخص کو بُلایا جب وہ آیا تو اُس سے یزید نے کہا کہ کیا تو میرے واسطے یہ اقرار کرتا ہی کہ تو میرا غلام ہے اگر مین چاہون تو تجھے بیچ ڈالون اور اگر چاہون اپنا غلام بنائے رکھون تو یزید سے اُس شخص نے کہا کہ واللہ اے یزید باعتبار حسب کے تو قریش مین مجھسے زیادہ بزرگ نہین اور نہ تیرا باپ میرے باپ سے افضل تھا نہ زمانۂ جاہلیت مین نہ زمانۂ

[1] کتاب الروضہ مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۱۱۰

وما انت بافضل منی فی الدنیا ولا بخیر منی فکیف اقر لک بما سالت فقال له یزید ان لم تقر لی واللہ قتلتک فقال له الرجل لیس قتلک ایای باعظم من قتلک الحسین بن علی فامر به فقتل۔

ثم ارسل الی علی ابن الحسین علیہما السلام فقال له مثل مقالته للقرشی فقال له علی بن الحسین علیہما السلام ارایت ان لم اقر لک الیس تقتلنی کما قتلت الرجل بالامس فقال له یزید لعنه اللہ بلی فقال له علی بن الحسین علیہما السلام انا عبد مکرہ لک فان شئت فامسک وان شئت فبع

اسلام میں اور نہ تو مجھسے دین میں افضل ہے اور نہ بہتر
پس میں تیرے لیے ایسا اقرار کیوں کروں جو تو چاہتا ہے
تو یزید نے اس سے کہا کہ اگر تو میرے سامنے ایسا
اقرار نکرے گا تو میں تجھکو قتل کردونگا تو یزید سے اس
شخص نے کہا کہ تیرا مجھکو قتل کرنا حسین بن علی بن رسول
کے قتل کرنے سے بڑا نہیں تو یزید نے اوسکے قتل کا
حکم دیا اور وہ قتل ہوگیا۔

پھر اس نے امام زین العابدین علیہ السلام کو بلایا اور
اونسے بھی وہی گفتگو کی جو قرشی سے کی تھی۔ تو امام
زین العابدین علیہ السلام نے اس سے کہا کہ مجھے
یہ بتا کہ اگر میں تجھسے یہ اقرار نہ کروں تو کیا مجھکو تو اسی
طرح قتل نہ کرے گا جیسے تو نے کل اس شخص کو قتل
کردیا۔ تو امام سے یزید ملعون نے کہا کہ ہاں ایسا ہی کرونگا
تو اس سے امام زین العابدین علیہ السلام نے کہا کہ
میں مجبوری میں تیرا غلام ہوں تو چاہے تو مجھے غلامی
میں رکھ اور چاہے بیچ ڈال۔

اس روایت سے ظاہر ہوگیا کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے حالت مجبوری

مین کس طرح یزید کی غلامی کا اقرار کیا اور اپنی جان بچالی امام حسینؑ نے بیعت نہ کی اور اپنی جان کھوئی۔

اگر مدیر تو اندیشہ تمام کند

آمدم بر سرِ مطلب اب غور فرمائیے کہ جس شہادت کی وجہ سے بشارت حسینؑ بار بار رد ہوتی تھی اور انکی ولادت بھی ناگوار تھی وہ ایسی چیز تھی جسکو جناب امام حسینؑ نے باسباب ظاہر اپنے قصد سے اختیار کیا اس لئے کہ تقیہ نکیا اب اس سے بھی قطع نظر کیجئے اور اسکے بعد کے واقعات پر غور کیجئے۔

اگر انکی تنہائی اور بیکسی کی مصیبت سخت سمجھی گئی تھی جسکی وجہ سے یہ نفرت تھی کہ رد بشارت تک نوبت پہنچی تو یہ بھی انھون نے باختیار خود بڑھائی اور جو فوج انکے ساتھ تھی اسکو رخصت کر دیا چنانچہ ملّا باقر مجلسی نے حیاتؒ القلوب مین لکھا ہے۔

"در تفسیر امام حسن عسکری مسطورست کہ امام فرمود کہ چون امتحان کردہ شد امام حسینؑ و آنہا کہ با نحضرت بودند بلشکرِ شقاوت اثر کہ اورا شہید کردند و سر مبارکش را با خود داشتند در انوقت فرمود بہ لشکرِ خود کہ شما را حلال کردم از بیعتِ خود پس ملحق شوید بخویشان و قبیلہا و دوستانِ خود و باہلِ بیت خود فرمودہ کہ حلال کردم بر شما بیعت خود را کہ شما تاب مقاومت این جماعت ندارید زیرا کہ آنہا اضعاف شمایند و قوت و تہیہ

سلہ حیات القلوب جلد اول ص۳۹۵

استانٍ یادہ از شمار مرا ایشان وا گذارید کہ حق تعالیٰ مرا یاری خواہد کرد
و سرا از نظرِ نیک خود خالی نخواہد گذاشت پس لشکر آنحضرت مفارقت
کردند و خویشان نزدیک آنحضرت ماندند گفتند ما از تو جدا نمی شویم"

اس روایت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ جناب امام نے اپنے اختیار سے اپنی جماعت کم کرلی اور لشکر کو خوشی سے رخصت کردیا باہمہ اونکے عزیز واقربا جو بہتر آدمی تھے آخر وقت تک اونکے ساتھ رہے۔

اسکے علاوہ اللہ کی مدد اونکے لیے نازل ہوئی تھی جسکو انھوں نے اپنے اختیار سے قبول نہ کیا اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ

قال لما نزل النصر علی الحسین بن علی کان بین السماء والارض ثم خیر النصر او لقاء اللہ فاختار لقاء اللہ	امام فرماتے ہیں کہ جب نصر حسین علیہ السلام پر نازل ہوا تو زمین اور آسمان کے درمیان میں ٹھہر گیا اختیار دے گئے حسینؑ کہ اوسکی مدد اختیار کریں یا اللہ کی ملاقات اختیار کریں تو حسین نے اللہ کی ملاقات اختیار کی۔

شارحین کافی نے لکھا ہے کہ نصر نام ایک فرشتہ کا تھا جو امام حسین علیہ السلام کی مدد کے لئے نازل ہوا تھا۔

اس روایت سے ظاہر ہوا کہ امام حسین علیہ السلام کو اختیار دیا گیا تھا کہ اگر چاہیں

---

۵ اصول کافی صفحہ ۲۹۵

تو اُس بلا سے نجات پا دین اور اللہ کا فرشتہ اُسی وقت تمام فوج شام کو غارت
کر دیتا مگر امام حسین علیہ السلام نے وہ مدد قبول نہ کی اور اللہ کی ملاقات اختیار کی۔
پس جس مصیبت کو باوجود قدرت کے دفع نکیا وہ مصیبت ایسی ناگوار کیونکر ہوگئی کہ رسولؐ نے اور
جناب سیدہ نے اوسکی وجہ سے بشارت حسین کو رد کیا اور جناب سیدہ کو ولادتِ حسینؑ
ناگوار تھی۔ اس حدیث کا ترجمہ صافی شرح کافی مین اسطرح لکھا ہے۔

"روایت ست از امام باقر علیہ السلام گفت فرستاد اللہ عزوجل فرشتہ را
کہ نامِ او نصرست بر امام حسین علیہ السلام در کربلا تا آنکہ ایستاد نصر میانِ
آسمان و زمین بر سرِ امام حسین علیہ السلام بعد ازان مخیر کرد امام حسین را گفت
کہ نصرت بر اعدا میخواہی یا مرگ و ملاقات تو اللہ تعالی را پس گستہ شد باختیار خود"

اگر یہ شبہ ہو کہ نصر کی مدد اس لئے اختیار نہ کی کہ اونکے عہدنامہ مین یہ حکم تھا کہ اگر قتل ہو جاؤ
تو اسکا جواب یہ ہے کہ

اول تو عہدنامہ کا یہ حکم ہی ماننے کے لایق نہ تھا اس لئے کہ نص قرآنی کے مخالف تھا
جسمین صاف یہ حکم ہے کہ اپنے اختیار سے ہلاکت مین نہ پڑو اور جو مضمون قرآن کے
مخالف ہو وہ رد کرنے کے لایق ہے۔

دوسرے اگر یہ مان لیا جاوے کہ فی الواقع عہدنامہ کی روایت صحیح ہے اور یہ حکم
باوجود مخالفت قرآن کے بھی ماننے کے لایق تھا تو ظاہر ہے کہ دوسرا حکم جو نصر کے ساتھ
نازل ہوا کہ اختیار ہے کہ ان دونون صورتون مین سے جس صورت کو چاہو اختیار کرو

اس سے پہلا حکم عہدنامہ کا منسوخ ہوگیا جب دونون حکم اللہ کی طرف سے تھے تو اعتبار آخر کے حکم کا ہوگا۔

اب اگر یہ شبہہ ہو کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے نصر کی مدد اس لئے اختیار نہ کی کہ تقدیر الٰہی معلوم ہو چکی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب امیر علیہ السلام اور بہت سے انبیار سابقین بڑے شدومد سے اس حادثہ کی خبر دے چکے تھے۔ پس اگر جناب امام شہید نصر کی مدد اختیار کر لیتے تو اللہ کی تقدیر بدلتی اور یہ تمام پیشین گوئیان غلط ہو جاتین۔

اسکا جواب یہ ہے کہ امام کو اپنی جان بچانا اور ہلاکت سے بچنا واجب تھا اور اُسکی وجہ سے جو مشکلات لازم آتین انپر امام پر کیا الزام تھا۔

قطع نظر اسکے اللہ نے خود ان امور کا لحاظ نہ کیا اور امام کو اختیار دیا کہ دونوں صورتون مین سے جونسی صورت چاہین اختیار کر لین پس اگر یہ امور ناشدنی ہوتے تو اللہ نے امام کو اختیار کیون دیا جب اختیار دیدیا تو ان تمام امور کا تدارک بھی اللہ کے ذمہ تھا۔

اسکے علاوہ اللہ کو اپنی تقدیر بدلنے کا اختیار تھا وہ لوح محفوظ سے جس تقدیر کو چاہتا ہے محو کر دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے جسطرح اللہ نے خروج مہدی کا وقت سنہ ستر مین مقرر کر دیا تھا اور پھر قتل حسین کیوجہ سے ناراض ہوکر وہ وقت بدل دیا اور سنہ ایکسو چالیس ہجری مقرر کر دئے اور پھر نااہلون نے جو یہ حدیث مشہور کر دی تو اُسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اب اُسکا وقت ہزارون برس کے لئے ٹل گیا ائمہ کو بھی اوسوقت کی خبر

نہین دی گئی اس لیئے کہ وہ اس راز کو چھپا نہ سکے حالانکہ اسرار دین کا چھپانا بہت تاکید سے واجب کیا گیا ہی۔ مگر انھون نے خلاف مرضی آلہی ہر اہل و نااہل پر اس بھید کو ظاہر کردیا اور اہل و نااہل مین ذرا تمیز نہ کی پس جسطرح خروج مہدی کا وقت دو مرتبہ ٹلگیا اور اللہ کی تقدیر دو مرتبہ بدلی اور ائمہ معصومین کی پیشین گوئی دو مرتبہ غلط ہوگئی۔ اسی طرح وقت شہادت حسینؑ بھی ٹلجاتا اور اس امر مین بھی اللہ کی تقدیر بدل جاتی اور پیشین گوئیون کا ظہور بھی ملتوی ہوجاتا اور پھر وقت ٹلتے ٹلتے قیامت تک ٹل سکتا تھا۔

آخر خروج مہدی کا وقت جو سنہ ستر مین مقرر ہوا تھا وہ بھی تو شہادت حسینؑ کی وجہ سے ہی ٹلا تھا اس سے بہتر تھا کہ شہادت حسین ہی ٹلجاتی۔

اگر امام حسین علیہ السلام نصر کی مدد قبول کر لیتے تو اونکی جان بچنے کے سوا اور بھی کئی فائدے حاصل ہوتے۔

ایک یہ کہ اللہ کو اتنا غصہ نہ آتا جسکی وجہ سے خروج مہدی کا وقت جو سنہ چالیس مین مقرر ہوچکا تھا بدلنا پڑا۔

دوسرے یہ کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ صدمہ نہوتا جسکی وجہ سے باربار خدا کی بھیجی ہوئی بشارت رد کرنا پڑی تھی۔

تیسرے یہ کہ شیعون پر دو احسان ہوتے ایک یہ کہ سنہ چالیس مین مہدی ظاہر ہوجاتے پس جو بے انتہا مصائب شیعون پر آئے اُس سے نجات ملجاتی اور اوسی وقت سے شیعون کا غلبہ ہوجاتا۔

دوسرے یہ کہ ہر سال جو بغیر حدوث کسی تازہ رنج کے بار بار گریہ وزاری اور نوحہ وشیون میں مبتلا ہوتے ہین اس سبب وجہ واویلا کی دردسری سے بھی چھوٹتے۔
افسوس کہ جناب امام سے نہ اپنی جان کا لحاظ کیا نہ اپنے ساتھیونکی جان کا۔ نہ یہہ خیال کیا کہ اللہ کا غضب تمام زمین والون پر نازل ہوگا۔ خصوصًا شیعون پر اوس کا اثر زیادہ پہنچے گا۔ نہ یہ خیال ہوا کہ رسول اللہ صلعم اور جناب سیدہ کی روح مبارک کو صدمۂ عظیم ہوگا جسکی وجہ سے ردِّ بشارت تک نوبت پہنچی تھی۔ اگر وہ نصر کی مدد قبول کر لیتے تو یہ سب آفتین ٹل جاتین۔
بیان مذکورۂ بالا سے بخوبی ظاہر ہوگیا کہ آخر وقت تک کوئی مجبوری جناب امام حسین علیہ السلام پر نہ تھی پھر یہ واقعہ ایسا ناگوار کیون تھا جسکی وجہ سے اونکی بشارت بار بار رد ہوتی تھی۔
اگر یہ گمان ہو کہ جو مصائب جناب امام اور اونکے ساتھیون پر بوقت قتل واقع ہوئے وہی ایسے ناگوار تھے جنکی وجہ سے ردِ بشارت تک نوبت پہنچے مثلاً اونکا جسم مبارک زخمون سے چور چور ہوا تیر دن سے چھن گیا۔ خنجر کی تیز دھار گردن پر پھیری گئی۔ یہ سختیان ایسی تھین جن کا تصور بھی ناگوار تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جناب امام پر درحقیقت کچھ بھی مصیبت نہ تھی۔ قطب الدین راوندی نے کتاب الخرائج والجرائح[1] مین لکھا ہے کہ

عن ابی جعفر قال قال الحسین	امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے وہ فرماتے ہین کہ
لاصحابہ قبل ان یقتل ان	امام حسین علیہ السلام نے قتل ہونے سے پہلے اپنے

[1] الخرائج والجرائح مطبوعہ بمبئی ۱۳۰۱ فصل فی الحجۃ ۷۱

رسول اللہ قال یا بنیّ انک سیساق الی العراق و انک تستشہد بہا و یستشہد معک جماعۃ من اصحابک لا یجدون الم مس الحدید و تلا قلنا یا نار کونی بردا و سلاما علی ابراہیم یکون الحرب علیک و علیہم بردا و سلاما فابشروا

ساتھیون سے کہدیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے میرے بیٹے قریب ہے کہ تو نکالا جائیگا عراق کی طرف اور تو وہان شہید کیا جاویگا اور تیرے ساتھ ایک جماعت تیرے ساتھیونکی شہید ہوگی۔ نہ پاوین گے ایذا آہنی ہتھیارون کے زخمونکی اور پھر یہ آیت پڑھی کہ قُلْنَا یَا نَارُ کُوْنِیْ الخ یعنی ہمنے کہدیا کہ اے آگ ہو جا ٹھنڈک اور سلامتی ابراہیم پر ہو جاوے گی جنگ تجھپر اور اونپر ٹھنڈک اور سلامتی پس تم بشارت پاؤ۔

اس روایت سے ظاہر ہوگیا کہ کربلا کی تمام سختیان جناب امام حسین علیہ السلام اور اونکے ساتھیون پر آسان ہوگئی تھین پہلے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکی خبر دے گئے تھے اور جناب امام نے اپنے ساتھیون کو پہلے سے یہ بشارت سنا دی تھی۔ شاید اسی وجہ سے امام حسین علیہ السلام نے کوئی موقع اپنے بچاؤ کا اختیار نہ کیا اور اللہ کی مدد بھی قبول نہ کی اور خوشی خوشی موت پر راضی ہوگئے اس لئے کہ اس حالت مین اونپر کوئی سختی نہ تھی بلکہ بہت راحت تھی اور وہی حالت تھی جیسے نمرود نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ مین ڈالا تھا اور وہ اونپر گلزار ہوگئی تھی۔

اب اگر یہ خیال ہو کہ شاید بعد قتل اونکی لاشین گھوڑونکی ٹاپون سے روندی گئی ہونگی

یہ مصیبت ناگوار تھی اور اسی وجہ سے بشارت رد کی گئی اور ولادتِ حسین ناگوار تھی سو یہ خیال بھی صحیح نہین چنانچہ اصُول[۱] کافی مین روایت ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام قتل ہو گئے تو قوم نے یہ ارادہ کیا کہ اونکے جسم کو گھوڑون سے روندین حسبِ اتفاق ایک شیر ایک طرف کھڑا ہوا تھا فضہ رضی اللہ عنہا شیر کے پاس گئین تو فضہ نے شیر سے

فقالت یا ابا الحارث[۲] فرفع راسه ثم قالت اتدری ما یریدون ان یعملوا بابی عبد الله یریدون ان یوطئوا الخیل ظهره قال فمشی حتی وضع یده علی جسد الحسین علیه السلام واقبلت الخیل فلما نظروا الیه قال لهم عمر بن سعد فتنة لا تثیروها انصرفوا فانصرفوا

کہا کہ اے ابو الحارث[۲] تو شیر نے اپنا سر اوٹھایا پھر فضہ نے کہا کہ تجھکو معلوم ہے کہ دشمنون کا کیا ارادہ ہے کہ کل کو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کیا کرینگے اونکا ارادہ ہے کہ گھوڑے اُنکے اوپر دوڑاوین۔ راوی کہتا ہے تو شیر چلا اور اُس نے اپنا ہاتھ حسینؑ کے جسمِ مبارک پر رکھدیا تو سوار آئے جب اُنھون نے شیر کو دیکھا تو اُن سے عمرِ سعد نے کہا کہ یہ فتنہ ہے اسکو مت اُٹھاؤ پھر چلو تو سب پھر گئے۔

اگر یہ خیال ہو کہ اگرچہ جناب امام حسین علیہ السلام پر میدانِ کربلا مین کسی قسم کی تکلیف نہین ہوئی اور نہ اُنکی لاش روندی گئی اور بڑی راحت و عیش مین اُنکی شہادت ہوگئی جیسا کہ جرائح کی روایت سے ظاہر ہو چکا مگر بعد شہادتِ امام جو اہلبیت کو اسیر کرکے یزید کے پاس لے گئے وہانکی سختیان جو اہلِ بیت پر گذرین وہ ناگوار

---

[۱] اصُول کافی مطبوعہ لکھنؤ ص۲۹ [۲] ابو الحارث عربی مین سر کی کنیت ہے۔

تھین اسو جہ سے بشارت حسینؑ رد ہوتی تھی اور ولادت حسینؑ ناگوار تھی تو ان واقعات کی تفصیل جو مُلّا باقر مجلسی نے جلاء العیون مین تحریر فرمائی ہے اُس کو ہم تنقیح سے نقل کرتے ہین۔

"یزید گفت اے ہند نوحہ وزاری بکن بر فرزند رسول خدا و بزرگ قریش کہ ابن زیاد لعین در امر او تعجیل کرد ومن راضی بکشتن او نبودم پس اہل بیت را در خانہ او جاے داد و ہر چاشت و شام حضرت امام زین العابدین را بر سر خوان خود مے طلبید"

اس روایت سے صاف ظاہر ہوگیا کہ یزید نے اہل بیت کو بہت تعظیم سے رکھا اور بڑی عزت کے ساتھ مہمانی کی اور شہادت حسینؑ سے اپنی بیزاری ظاہر کی اور یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد دُنیا کے آدمیون مین سب سے پہلے ماتم حسین کا حکم یزید نے دیا اور سب سے پہلے یہ رسم یزید نے جاری کی اور سب سے پہلے یزید کے گھر مین حسین علیہ السلام کا ماتم ہوا۔ ع

رسم ماتم بنا یزید نمود
ہر کہ آمد بر آن مزید نمود

پھر جلاء العیون مین یہ بھی لکھا ہے۔

"روز ہشتم یزید اہل بیت را طلبید و نوازش و عذر خواہی کرد و تکلیف بماندن شام کرد چون قبول نکردند محملہای مزین برای ایشان

ع تنقیح صفحہ ۲۹۵

ترتیب داد و اموال برائے خروج الشان حاضر کرد و گفت اینہا عوض آنست کہ نسبت بہ شما واقع شدہ۔"

اس روایت سے ظاہر ہو گیا کہ بڑی عزت کے ساتھ رخصت کیا اور بہت سامان بھی دیا آپ فرمائے قتل حسین میں وہ کونسی مصیبت تھی جسکے لئے بشارت حسین رد ہوئی تھی اور ولادت حسین ناگوار تھی اور پھر اولاد حسین میں امامت کی خبر سنکر یہ مصیبت گوارا ہو گئی۔ حالانکہ امام حسین علیہ السلام پر جو مصیبت آئی وہ آخر عمر میں آئی اور باقی ائمہ تو تمام عمر مصیبت میں رہے۔

کیا شہادت حسینؑ کی یہی مصیبت تھی جسکے لئے ملائکہ میں اور حضرت آدم کے وقت سے تمام انبیاء سابقین میں قبل از مرگ واویلا بلکہ ہزارہا سال قبل از ولادت واویلائے مرگ تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو ستاروں پر نظر ڈالی تھی اور اسکے بعد اپنے آپ کو بیمار بتایا تھا جسکا ذکر قرآن میں ہے وہ بیماری اسی شہادت حسین کے غم کی تھی چنانچہ اصول[1] کافی میں ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں روایت ہے کہ (پھر نظر ڈالی ابراہیمؑ نے ستاروں پر اور کہا کہ میں بیمار ہوں) امام فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کو دیکھ کر نجوم کا حساب کیا	عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی قول اللہ عز و جل فنظر نظرۃ فی النجوم فقال انی سقیم قال حسب فرای مایحل بالحسین فقال انی

[1] اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۲۹۴

سقیم لما یحل بالحسین علیہ السلام	تو اُنکو وہ حالت معلوم ہوگئی جو حسینؑ پر آنے والی تھی اس لئے کہا کہ میں بیمار ہوں اُس غم میں جو حسینؑ پر گذرنے والا ہے۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ابراہیم علیہ السلام نجوم کے حساب سے واقعات آیندہ کا حال معلوم کیا کرتے تھے۔

اس سے بڑھکر اور سُننے یہی مصیبت حسین جس میں کچھ بھی ایذا نہ تھی قرآن کے حروف مقطعات میں بھی مذکور ہے چنانچہ مُلّای مجلسی حیات القلوب[۱] میں فرماتے ہیں۔

"وبسند معتبر منقول ست کہ سعد بن عبد اللہ از حضرت صاحب الامر صلوات اللہ علیہ سوالے چند کرد در ہنگامیکہ آنحضرت کودک بود و در دامن حضرت امام حسن عسکری نشستہ بود و از جملہ آن سوال ہا آن بود کہ پرسید از تاویل کہیعص فرمود کہ این حروف از خبر ہائے غیب ست کہ مطلع گردانید خدا برآنہا بندہ خود زکریا را و بعد از ان برائے محمد ذکر کردہ است و این قصہ چنان بود کہ زکریا از پروردگار خود سوال کرد کہ تعلیم او نماید نامہائے آل عبا صلوات اللہ علیہم را پس جبرئیل نازل شد و آن نامہائے مقدس تعلیم او نمود پس زکریا ہرگاہ محمد و علی و فاطمہ و حسن صلوات اللہ علیہم را یاد می کرد اندوہ و الم او برطرف می شد و چون نام حسین را یاد می کرد

---

[۱] حیات القلوب مطبوعہ لکھنؤ جلد اول صفحہ ۳۴۳

گریہ در گلوے او گرہ می شد و از بسیاری گریستن نفس او تنگ می شد
پس روزے مناجات کرد کہ خداوندا چرا آن چہار بزرگوار را کہ یاد می کنم
غمہا از دلم بیرون میرود و دلم کشادہ می شود و چون حسینؑ را یاد می کنم
دیدہ ام گریان و دلم محزون می شود و نالہ بلند میگردد پس حق تعالی واقعہ
کربلا را باو وحی نمود چنانچہ فرمودہ است کہیعص کہ کاف اشارہ است
بکربلا و ہا بہلاک عترت رسولؐ در آن صحرا و یا یزید علیہ اللعنۃ والعذاب
الشدید کہ ظلم کنندہ بر حسین علیہ السلام ست و عین عطش و تشنگی آنحضرت ست
و صاد صبر آنحضرت چون زکریا این را شنید سہ روز از جای نماز
خود بیرون نیامد و منع کرد مردم را کہ نیز د او نروند و زو آورد گریہ و
افغان و لوحہ و مرثیہ می خواند برائے مصیبت او و می گفت آیا بدرد
خواہی آورد دل بہترین جمیع خلقت را بمصیبت فرزند او و آیا این بلیہ
و محنت را بساحت عزت او فرو خواہی آورد و آیا جامۂ این ماتم را بر علیؑ
و فاطمہؑ خواہی پوشانید آیا شدت این درد و محنت را بعرصۂ قرب و
منزلت ایشان داخل خواہی کرد پس می گفت الٰہی روزی کن مرا فرزندی
باین پیری کہ دیدۂ من باو روشن گردد و چون بمن عطا کنی مرا بمحبت
آن فرزند مفتون گردان پس دل مرا بمصیبت او بدرد آور چنانچہ دل محمدؐ
حبیب خود را بفرزندش بدرد خواہی آورد پس خدا حضرت یحییٰ را بآنحضرت

روزی کرد و مصیبتِ او دلِ اورا بدرد آورد۔"

حضرت زکریا علیہ السلام نے ہزارون برس پہلے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا اتنا بڑا ماتم کیا حالانکہ اس شہادت کے واقعہ مین کچھ بھی مصیبت نہ تھی۔

جو صاحبِ انصاف عقلِ سلیم رکھتا ہو اور تعصب سے خالی ہو وہ ان روایتون پر غور کرنے سے معلوم کرسکتا ہی کہ احادیث شیعہ کے راوی ائمہ پر افترا کرنے اور روایات کے تصنیف کرنے مین کیسا یدِ طولی رکھتے تھے۔

بہرحال یہ تعجب کسی طرح رفع نہین ہوسکتا کہ جس شہادت مین کچھ بھی مصیبت نہ ہو اُسکے واسطے حضرت آدم سے لیکر ہمارے نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیا مین اتنا بڑا ماتم کیون قایم ہوا۔

اور جنابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جنابِ سیّدہ نے جو بشارت کو بار بار رد کیا اور ولادت بھی ناگوار ہوئی اُسوقت اجرِ شہادت کی فضیلت عظیم پر کیون نہ لحاظ کیا حالانکہ حضراتِ شیعہ کا یہ بھی قول ہو کہ یہی شہادت بخشش امتِ رسول کا ذریعہ بنیگی پس اتنی بڑی نعمت کیون رد کیجاتی تھی حالانکہ امام شہید کو اس مصیبت کی اتنی بھی پروا نہوئی کہ اوسکے دفع کی دعا مانگتے۔

اب تصویر کا رُخ بدلو اور یہ فرض کرلو کہ اللہ کی طرف سے فرشتہ بھی امام حسین علیہ السلام کی مدد کے لئے نہین اُترا تھا اور نہ اُنکو اُس فرشتے سے مدد لینے کا اختیار دیا گیا تھا اور جو سختیان قتل کی اور ایذا ہتھیارون سے زخمی ہونے کی ہوتی ہی وہ بھی جنابِ امام اور اونکے ساتھیون پر پہنچی۔ اسی طرح شیر نے جو لاش

کی حفاظت کی اور یزید نے جو ماتم کیا اور اہل بیت کی مدارات کی یہ بھی غلط ہے
تب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب سیدہ کو خدائی کے کارخانون مین کیا
دخل تھا اللہ کی تقدیر اور حکمت مین بندہ کو کیا چارہ بہت سے انبیا بھی قتل ہو چکے
ہین اور اکثر مقربین پر اس قسم کے مصائب آیا کرتے ہین اللہ جو چاہے وہ کرے اپنی
حکمت اور مصلحت کو وہی خوب جانتا ہے۔ ایسے مصائب پر کاملین کا فرض ہے کہ طریقہ
صبر و شکر اور تسلیم و رضا اختیار کرین۔ رسول اور جناب سیدہ سے بڑھکر مقرب
بارگاہ الٰہی اور کون ہو سکتا ہے پھر کیا وجہ کہ تقدیر الٰہی پر راضی نہ ہوتے اور رضا
و تسلیم کا طریقہ چھوڑا اور بار بار بشارت رد کی اور جناب سیدہ کو ولادت حسین بھی ناگوار
ہوئی کیا اُنکی ناگواری سے تقدیر الٰہی ٹل گئی۔ پھر اس بیزاری سے کیا فائدہ ہوا۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے پیارے بیٹے کو اللہ کے حکم کی بموجب اپنے ہاتھ سے
ذبح کرنے پر راضی ہو گئے تھے بلکہ اُنھون نے اپنی دانست مین اپنے بیٹے کی
گردن پر چھری پھیر دی تھی جبرئیل نے اُس چھری کے تلے بکرے کی گردن پہنچا
دی۔ اور ہمارے رسول اور جناب سیدہ کو اُس قتل حسینؓ پر صبر نہ تھا جو اُنکی وفات
سے پچاس برس کے بعد ہونے والا تھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی خواہش
سے یہ مصیبت مول لی اور قتل ہونے کے لئے اللہ سے بیٹا مانگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت
جو صبر کیا تھا ذرا اُسکو بھی ملاحظہ فرمائیے۔

حیات القلوب مین ایک طویل روایت مذکور ہے کہ ایک مرتبہ ایک یہودی جناب امیر علیہ السلام سے بحث کرنے لگا اور وہ انبیائے سابقین کا ایک ایک معجزہ ذکر کرتا تھا اور ہر معجزہ کے مقابلہ مین جناب امیر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ذکر کرتے تھے۔ منجملہ اسکے[1] یہ بھی ہے۔

"یہودی گفت کہ ابراہیم فرزندِ خود را خوابانید کہ قربان کند حضرت فرمود کہ از برائے ابراہیم بعد از خوابانیدن فرزند خود گوسفند را خدا فرستاد و ذبح نکرد فرزندِ خود را و محمد دروی عظیم تر بدل او رسید در وقتیکہ درجنگِ اُحد بر سرِ عم خود حمزہ آمد کہ شیر خدا و رسول بود و یا ور دین او بود و او را کشتہ و پارہ و پارہ دید باں محبتے کہ باو داشت از برائے رضائے خدا بقضائے الٰہی تسلیم وانقیاد نمود نزد امر او اظہار جزعی نکرد و آہے نکشید و آبے از دیدہ جاری نگردانید و فرمود کہ اگر نہ این بود کہ صفیہ محزون میشد و بعد از من سنتی میشد ہر آئینہ او را چنین می گذاشتم کہ درندگان و مرغان او را بخورند و از شکم آنہا محشور شود۔"

اس روایت سے صاف ظاہر ہوگیا کہ اپنے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کمال محبت تھی اور جب وہ غزوۂ اُحد مین شہید ہوئے تو رسول اللہ صلعم نے اونکی لاش کو ٹکڑے ٹکڑے دیکھا تو کیسا صبر کیا اور قضائے الٰہی پر راضی ہوگئے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جی یہ چاہتا تھا کہ لاش اونکی اسطرح

---

[1] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۱۷

پڑی رہی اور اُسکو درندی اور وحوش و طیور کھاوین اور قیامت کو حمزہؓ اُن جانورون کے پیٹ مین سے محشور ہون پس تعجب ہی کہ حمزہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہید ہوتے تو ایسا صبر کیا اور راضی برضا رہی اور حسین علیہ السلام جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پچاس برس بعد شہید ہونگے اونکی شہادت کی خبر سنکر ابھی سے یہ بے صبری ظاہر کی کہ بار بار بشارت رد کی۔

حمزہؓ کی شہادت کا تو ایسا اہتمام کہ منظور تھا کہ اُنکی لاش بھی دفن نہ ہو اور حسینؑ کی شہادت سے پچاسؔ بلکہ چوّنؔ برس پہلے یہ نفرت۔ حالانکہ حسین علیہ السلام شہید ہوکر بھی اُنھین کی مجلس مین اور ابد الآباد کے عیش مین پہنچنے والے تھے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو ایسے صابر و شاکر تھے کہ اُنھون نے اپنے بیٹے ابراہیم کی موت اپنی خوشی سے گوارا کرلی اور حسین علیہ السلام پر اُسکو فدیہ کردیا۔ چنانچہ ملائی مجلسی نے حیات القلوب[1] مین لکھا ہی۔

"ابن شہر آشوب از ابن عباس روایت کردہ است کہ روزے حضرت رسول نشستہ بود و بر رانِ چپش ابراہیم پسرش را نشاندہ بود و بر رانِ راستِ خود امام حسینؑ را نشاندہ بود یک مرتبہ این را می بوسید و یکمرتبہ اورا ناگاہ آنجناب را حالتِ وحی عارض شد و چون آن حالت از او زائل گردید فرمود کہ جبرئیل از جانبِ پروردگارِ من آمد و گفت اے محمدؐ پروردگارت ترا سلام

[1] جلد دوم حیات القلوب مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۵۹۳

می‌آید و میگوید کہ این ہر دو را برائے تو جمع نخواہم کرد یکے را فدائے دیگران گردان پس حضرت نظر کرد بسوئے ابراہیم و گریست و نظر کرد بسوئے سید الشہدا و گریست پس فرمود کہ ابراہیم مادرش ماریہ است چون بمیرد کسے بغیر از من برو محزون نخواہد شد و مادر حسین فاطمہ است و پدرش علی ست کہ پسر عم من و بمنزلہ جان من و گوشت و خون من ست و چون او بمیرد دخترم و پسر عمم ہر دو اندوہناک می شوند و من نیز برا و محزون میگردم و من اختیار میکنم حزن خود را بر حزن ایشان اے جبرئیل فدائے حسین کردم ابراہیم را و بہ فوتِ او راضی شدم پس بعد از سہ روز مرغِ روح ابراہیم بجنات نعیم پرواز نمود۔"

اس قصہ مین جو امر سب سے زیادہ عجیب ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کے رنج کا تو خیال کیا مگر بیچاری ماریہ جو محض بیکس تھین اور کوئی اونکا والی وارث نہ تھا اُسکے رنج کا کچھ بھی خیال نہ کیا آخر وہ بھی اللہ کی مخلوق تھین انسانی حقوق اُنکو بھی حاصل تھے اور غریب الوطن اور بیکس ہونے کی وجہ سے زیادہ رحم کے قابل تھین حالانکہ جناب ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کا بھی وہ مرتبہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خلفاء کو جو دین رسولؐ کا تمام جہان مین پھیلانے والے تھے قوم ماریہ کی سفارش کی تھی ملا مجلسی نے حیات القلوب مین جہان بیانِ معجزات رسول مین واقعات آیندہ کی پیشین گوئیان لکھی ہین وہان بحوالہ ابن شہر آشوب

یہ روایت[1] بھی نقل کی ہے۔

"فرمود کہ چون مصر را فتح کنید قبطیان رانگشید کہ ماریہ مادر ابراہیم از ایشانست و فرمود کہ رومیہ را فتح خواہید کرد چون آنرا فتح کنید کلیسا تیکہ در جانب شرقی آن واقع است آن را مسجد کنید"

ملحمہ کی بشارت

اب حضرات شیعہ انصاف فرمائین کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مصر کی فتح کی بشارت کس کو دی اس لئے کہ مصر خلیفہ ثانی کے زمانہ مین فتح ہوا ہی پس ظاہر ہے کہ انھین کو فتح مصر کی بشارت دی تھی انھین سے قوم ماریہ کی سفارش کی تھی انھین کو مسجد بنانے کا حکم کیا۔ پس اگر خلیفہ ثانی کی (معاذ اللہ) وہ حالت ہوتی جو شیعون نے فرض کرلی ہے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ اونکو فتح مصر کی بشارت دیتے نہ اونسے قوم ماریہ کی سفارش کرتے نہ انکو مسجد بنانے کا حکم کرتے اس لئے کہ ایسے لوگون کی بنائی ہوئی مسجد تو مقبول بھی نہین ہوتی۔ پس فتح مصر کی بشارت اور اسکے ساتھان دینی کامون کی ہدایت درحقیقت خلافت حقہ کی بشارت ہے۔ اس قسم کی بہت سی بشارتین خلفا کی خلافت راشدہ کے حق ہونے کی احادیث شیعہ سے ثابت ہین جنکی تفصیل انشاء اللہ مبحث امامت مین مذکور ہوگی۔

آمدم بر سر مطلب قدمار شیعہ نے جو رد بشارت کا الزام رسولؐ اور جناب سیدہ پر لگایا یہ محض تہمت اور افترا ہے اور غرض ان روایتون کی تصنیف کرنے سے یہ تھی

---

[1] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۲۴۴

کہ عوام ان روایات کو سنکر ماتمِ حسینؑ مین جہد بلیغ کرین اور حکمِ صبر کے نصوص سے
اس ماتم کو مستثنیٰ سمجھین اس لئے کہ جب رسولؐ اور جناب سیدہ نے اس حادثہ کو
سنکر صبر نہ کیا اور ایسی بے صبری کی کہ ردّ بشارت تک نوبت پہنچی تو امت کو تو اور زیادہ
بے صبری اور جامہ دری اور سینہ خراشی اور سر کوبی چاہیے اونکو صرف ماتم کی فضیلت
ثابت کرنا منظور تھی۔ اس سے انکو کیا غرض کہ ان روایتون کے تصنیف کرنے سے
رسولِ پاک اور جناب سیّدہ علیہا السلام پر کیسے الزام عائد ہوگئے اور خود جناب امام
حسین علیہ السلام کی کیسی توہین ہوئی کہ اونکی والدہ ماجدہ کو اونکی ولادت بھی ناگوار تھی
اسی غرض سے انھون نے یہ روایتین تصنیف کین کہ انبیاء سابقین بھی اس غم مین
رویا کرتے تھے بلکہ بعض کی تو یہ حالت تھی کہ روتے روتے بے اختیار ہو جاتے
تھے حالانکہ امام حسینؑ علیہ السلام کی جو مصیبت تھی وہ فقط تین دن مین ختم ہوگئی
اور اسکے بعد وہ ابد الآباد کے عیشِ مخلد مین پہنچے پس ایسی فانی مصیبت بمقابلہ
ایسے عیشِ مخلد کے کیا حقیقت رکھتی ہے جو انبیا کی نظر اُس عیش پر نہ جاتی اور اس
فانی مصیبت پر جاتی۔ خصوصًا جب یہ بھی ثابت ہوچکا کہ امام حسین علیہ السلام پر کوئی مصیبت
نہ تھی شریعت مین کوئی نظیر ایسی نہین ملتی کہ کسی کی موت پر یا مصیبت پر رونے
کی شارع نے ترغیب دی ہو بلکہ خلاف اسکے احکامِ صبر نہایت تاکید کے ساتھ
موجود ہین۔ اور بمقتضائے بشریت اپنی مصیبت پر یا غیر کی مصیبت پر بغیر اپنے
قصد کے جو کیفیت رقّت کی طاری ہوتی ہے اُسکو شریعت نے جائز رکھا ہے

آنحضرتؐ کا بیان

اس لئے کہ وہ اختیاری فعل نہیں اور اس مین بھی جہانتک ممکن ہو صبر کا قصد کرنا شرعاً محمود ہے۔

اس مقام پر اگر یہ شبہ کیا جائے کہ بعض روایات سے ثابت ہوا ہی شہادت حسین علیہ السلام کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض صحابہ نے اسطرح خواب مین دیکھا کہ موئے مبارک پریشان اور گرد آلودتے اور خون کا بھرا شیشہ ہاتھ مین تھا اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ خون حسین کا اور اُنکے ساتھیون کا ہی اس روایت سے فضیلت ماتم حسینؑ کی ثابت ہوتی ہے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ اگرچہ احادیث سے ثابت ہوا ہی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلی صورت خواب مین نظر آتی ہی اور شیطان آپکی صورت مین متمثل نہین ہوتا۔ با این ہمہ خواب کی حالت ایسی مشتبہ ہوتی ہی کہ اسپر احکام شرع مبنی نہین ہوتے اور اگر کوئی حکم خواب مین معلوم ہو تو نصوص شریعت پر اُسکا پیش کرنا واجب ہی اور اگر خلاف نصوص شریعت ہو تو اُسپر عمل کرنا جائز نہین۔

جو قصہ اس خواب مین مذکور ہی وہ ایسے واقعات نہین جو درحقیقت واقع ہوتے ہون۔ نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم قبرِ مبارک سے باہر نکلکر میدانِ کربلا مین تشریف لے گئے تھے نہ فی الواقع آپکے ہاتھ مین کوئی شیشہ تھا نہ آپ نے اُس مین خون بھرا تھا بلکہ جو نمونہ کسی حالت کا خواب مین نظر آیا وہ محتاجِ تعبیر ہے اور تعبیر اُسکی یہی ہوسکتی ہے کہ قتلِ حسینؑ ایک ایسا امرِ عظیم تھا کہ اگر یہ حادثہ رسول اللہ صلعم

لی زندگی مین ہوتا تو آپ کو سخت صدمہ ہوتا۔
قطع نظر اسکے یہ خواب اُسوقت دیکھی گئی تھی جسوقت حادثہ شہادت واقع ہوا تھا۔
پس جو کچھ اسکا اثر ہوگا وہ حدوث حادثہ کے وقت سے مختص ہوگا مگر ہزارون
برس پہلے اور سیکڑون برس بعد یہ نوحہ و شیون نہایت عجیب ہی۔

۲۰ **کیا عوام** اسپر تعجب نکرین گے کہ ائمہ علیہ السلام حرام جانور کو حلال بتادیا
کرتے تھے اور لوگون کو حرام گوشت کے کھا لینے مین مبتلا کرتے تھے مگر ائمہ کے
لئے تقیہ کی ٹٹی موجود تھی۔ فروع کافی[۵۱] کی کتاب الصید مین ابان بن تغلب سے
روایت ہے کہ

قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول کان ابی علیہ السلام یفتی فی زمن بنی امیۃ ان ما قتل البازی والصقر فھو حلال و کان یتقیھم وانا لا اتقیھم و ھو حرام ما قتل۔	وہ کہتا ہی کہ مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سُنا کہ میرے باپ علیہ السلام بنی امیہ کے زمانہ مین یہ فتوے دیتے تھے کہ باز اور شاہین جس جانور کو قتل کرے وہ حلال ہی اور وہ بنی امیہ سے تقیہ کرتے تھے اور مین بنی امیہ سے تقیہ نہین کرتا اور وہ حرام ہے جو باز اور شاہین نے قتل کیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ظاہر کردیا کہ اونکے باپ امام باقر علیہ السلام

---

[۵۱] فروع کافی جلد کتاب الصید صفحہ ۸

یہ فتوے دیتے تھے کہ جس جانور کو باز اور شاہین قتل کرے وہ حلال ہے چونکہ
امام جعفر صادقؑ اس مسئلہ مین اپنے باپ کے مخالف تھے اس لئے اُنھون نے
اپنے والدِ معصوم کی غلطی پر تقیہ کا پردہ ڈالدیا اور یُون فرمایا کہ بنی امیّہ کے خوف
سے وہ بطور تقیہ ایسا فتوے دیتے تھے۔

اب حضرات شیعہ انصاف فرمائین کہ امام باقر علیہ السلام نے مسلمانون کو
مُردار گوشت کھانے کا حکم کیا۔ کیا امامِ معصوم نائبِ رسول کا یہی کام ہے۔ اس مسئلہ
کے بیان کرنے مین ایسا کیا خوف تھا سب مجتہدین اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق
فتوے دیتے تھے۔ بالفرض اگر امام باقر علیہ السلام کو ایسا ہی خوف تھا تو سکوت
اختیار فرماتے اگر یہ بھی ممکن نہ تھا تو اس مسئلہ سے اپنی لاعلمی ظاہر کردیتے
مگر حکمِ ناحق زبان سے نہ نکالتے۔ حرام کو حلال نہ بتلاتے۔ مسلمانون کو مُردار
نہ کھلاتے۔ آخر اُنھی بنی امیہ کے زمانہ مین اور بھی مشاہیر علماء ایسے تھے کہ وہ
باز اور شاہین کے مارے ہوئے جانور کی کراہت کا فتوی دیتے تھے چنانچہ
ابن کثیر نے تفسیر مین لکھا ہے کہ سعید بن جبیر اور مجاہد اور ضحاک اور سدی اور ابن عمر
کا یہی مذہب تھا۔ ان سے اس مسئلہ کی وجہ سے خلفاے بنی امیہ نے کبھی تعرض
نہین کیا۔ پس جب اتنے علماء اس مسئلہ مین متفق تھے پھر امام باقر کو تقیہ کی کیا
وجہ تھی اس لئے کہ یہ مسئلہ ائمہ اہلِ بیت سے مختص نہ تھا۔ قطع نظر اسکے امام باقر
علیہ السلام کے لئے جو عہدنامہ نازل ہوا تھا اُس مین تقیہ کی ممانعت تھی۔ چنانچہ

اصُولِ کافی[1] مین ہے۔

ثم دفعه الى ابنه محمد بن علي ففك خاتما فوجد فيه حدث الناس وافتهم ولا تخافن الا الله عزوجل فانه لا سبيل لاحد عليك	امام زین العابدین علیہ السلام نے کتاب عہود مُہر اپنے بیٹے محمد بن علی کو دی اُنھون نے مُہر توڑی تو اُسمین یہ مضمون پایا کہ لوگون سے حدیث بیان کر اور فتویٰ دے اور اللہ کے سوا کسی اور سے ہرگز مت ڈر اس لئے کہ تجھپر کوئی قابو نہ پاویگا۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہوگیا کہ امام باقر علیہ السلام کو تقیہ کی اللہ کی طرف سے خاص ممانعت تھی بلکہ اونکو یہ حکم تھا کہ اللہ کے سوا کسی سے مت ڈرو اور اُنکا اطمینان کردیا گیا تھا کہ تجھپر کوئی قابو نہ پادے گا۔ پس کیونکر ممکن تھا کہ امام باقر علیہ السلام تقیہ کرتے اس لئے کہ اسمین اللہ کے حکم کی مخالفت تھی اور یہی حکم امام جعفر صادق علیہ السلام کے لئے بھی تھا اور یہان سے ثابت ہوگیا کہ ان دونون اامون کے تقیہ کی جتنی روائتین ہین وہ سب باطل اور افترا ہین۔

امام باقر علیہ السلام کو تقیہ کی اللہ کی طرف سے ممانعت تھی

درحقیقت اس مسئلہ مین ان دونون امامون مین ایسا ہی اختلاف تھا جیسا کہ مجتہدین مین ہوتا ہے۔ احادیثِ شیعہ کے راویون نے ائمہ معصومین کے اختلاف کو سخت مشکل سمجھا اس لئے کہ مسئلہ عصمت کی جڑ اُکھڑتی ہے لہٰذا تقیہ کا طرہ ملادیا اور یہ خیال نکیا کہ اس تقیہ مین امام معصوم پر کیا کیا الزام عائد ہوتے ہین۔

---

[1] اصُول کافی صفحہ ۱۷۱

شیعہ راویون نے اسی مضمون کی ایک اور روایت بھی تصنیف کرلی
جو فروع کافی کے باب صید البزاۃ مین سب سے پہلے مذکور ہے اُسکا حاصل یہ ہے
کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ ہمارے والد یعنی امام باقر علیہ السلام بطور
تقیہ کے فتوی دیتے تھے اور اُسوقت ہمکو شکار باز اور شاہین کے مسئلہ مین خوف تھا
لیکن اب ہمکو کچھ خوف نہین باز اور شاہین کا شکار بغیر ذبح کے حلال نہین اور حضرت
علی علیہ السلام کی کتاب مین بھی یہ لکھا ہوا ہے کہ اس مسئلہ مین جو قرآن کی آیہ نازل
ہوئی ہے وہ کُتّے کے شکار سے مختص ہے۔

اس روایت مین حضرت علی علیہ السلام کی کتاب کا حوالہ اور بڑھایا گیا تاکہ سبکو
یقین ہوجاوے کہ امام باقر علیہ السلام کو یہ مسئلہ ضرور معلوم تھا کہ باز اور شاہین کا
شکار بغیر ذبح کے حرام ہے اس لئے کہ حضرت علی علیہ السلام کی کتاب مین مذکور
تھا مگر اُسکے حلال ہونیکا جو فتوی دیتے تھے بہ مصلحت وقت کے سبب سے
جھوٹ بولتے تھے اور حکم ناحق بیان کرتے تھے۔

اب یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ کتاب علی علیہ السلام کیا چیز ہے اس کتاب کا نام
جامعہ بھی ہے اور صحیفہ بھی ہے۔ اصول[۵] کافی مین چند روایتین اس مضمون کی
ہین کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہمارے پاس جامعہ ہے اور وہ
ایک صحیفہ ستر ہاتھ لمبا ہے اور اتنا چوڑا ہے جیسے بکری کی کھال اور لپیٹ کر اتنا
موٹا ہے جیسے اونٹ کی ران۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتاتے جاتے تھے

[۵] اصول کافی صفحہ ۱۴۶

اور حضرت علیؑ لکھتے جاتے تھے۔ اُس مین سب حرام وحلال کے مسائل اور ہر چیز کا حکم ہے جسکی لوگون کو حاجت ہوتی ہے یہانتک اگر کوئی کسی کے خراش لگادے تو اُسکی سزا بھی اُس مین مذکور ہے۔

حضرات شیعہ اتنا بھی غور نہین فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو تو غیر مرتب چھوڑا جو جُدا جُدا کاغذ کے پرچون اور لکڑیون اور ہڈی کے ٹکڑون وغیرہ پر لکھا ہوا تھا اور کتاب علی ستر گز لمبے کاغذ پر مرتب کرادی۔

ایمہ علیہ السلام نے جیسا کہ اصلی قرآن مین شیعون سے بخل کیا ویسا ہی اس کتاب سے اُن کو محروم رکھا نہ اصلی قرآن کی نقل شیعون کو دی نہ اس کتاب کی۔ اور حضرت صاحب الامر ایک بغل مین قرآن۔ اور دوسری بغل مین کتاب علی اور مصحف فاطمہ۔ ایک ہاتھ مین جفر کا تھیلہ اور دوسرے مین ہتھیارونکا صندوق لیکر سامرہ کے غار مین تشریف لے گئے۔ شیعون مین یہ لیاقت ہی نہ تھی کہ قرآن یا کتاب علی اونکو دیجاتی۔ ایک مرتبہ جناب زرارہ صاحب کی نظر اس کتاب پر پڑگئی تھی اوسکی نسبت جو اُنھون نے اپنی راے صائب ظاہر فرمائی ہے اُسکا بیان بھی لطف سے خالی نہ ہوگا۔

زرارہ کے حالات

اول یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ زرارہ صاحب کون ہین۔ قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین[۱] مین بہت سے مناقب زرارہ کے نقل کیئے ہین جن مین سے چند فقرات بطور نمونہ یہان مذکور ہوتے ہین۔

---

[۱] مجالس المومنین مطبوعہ طہران ص۱۴۶ مجلس پنجم

"زرارہ بن اعین الشیبانی الکوفی در کتاب ابن داؤد مذکور ست کہ از راویان حضرت امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادقؑ و امام موسیٰ کاظمؑ بود و اصدق اہل زمان خود و افضل ایشان بود و حضرت امام جعفر صادقؑ در بارۂ او فرمودند۔

لولا زرارۃ لظننت ان احادیث ابی ستذھب | اگر زرارہ نہوتا تو مین سمجھتا کہ میری باپ کی حدیثین گم ہو جاوینگی۔

اور نیز مجالس المومنین مین بحوالہ کتاب کشی یہ بھی منقول ہے۔

"و از فضل بن عبد الملک روایت نمودہ کہ گفت از حضرت امام جعفر صادق شنیدم کہ فرمودند دوست ترین مردم از زندہ و مردۂ نشان نزد من چہار کسند یزید بن معویۃ العجلی و زرارہ و محمد بن مسلم و احول و از آنحضرت نیز روایت نمودہ کہ می فرمودہ اند کہ زرارہ و ابو بصیر و محمد بن مسلم و یزید از جملہ کسانے اند کہ خدا تعالےٰ در بارۂ ایشان فرمودہ

السابقون السابقون اولئک المقربون"

یہ مناقب جنکو تھے اب اونکو جوہر دیکھئے
یاد تھے کیا کیا انھین جادو کے منتر دیکھئے

یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہی کہ جناب زرارہ صاحب کے مناقب کتب شیعہ مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہین حالانکہ یہ بھی ثابت ہو چکا ہی

کہ امام جعفر علیہ السلام کی یہ بھی عادت تھی کہ بمقتضائے مصلحت جھوٹ بولا کرتے
تھے پھر ایسے شخص کی تعریف کا کیا اعتبار ہے۔

آمدم برسرِ مطلب اِن زرارہ صاحب کی نظر ایک مرتبہ کتاب علی پر پڑی
تھی اوسکی نسبت جو اُنھون نے اپنا خیال ظاہر فرمایا اوس سے اُس کتاب
کی حالت بہت اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے مگر جناب زرارہ صاحب کی وہ ریویو جو کتاب
علی پر ہے درحقیقت ایک کہہ مکرنی ہے کہ سب کچھ کہدیا اور بات بنا دی کتاب کی
واقعی حالت ظاہر کردی اور پھر مومن پاک اعتقاد بن گئے۔ فروع[1] کافی کی
کتاب المواریث مین روایت ہے کہ عمر بن اذینہ زرارہ سے نقل کرتا ہے۔

عن زرارة قال سالت ابا جعفر علیه السلام عن الجد فقال ما احد احدا قال فیه الا برأیه الا امیر المومنین علیه السلام قلت اصلحك الله فما قال فیه امیر المومنین

زرارہ کہتا ہے کہ مین نے امام باقر علیہ السلام سے یہ مسئلہ پوچھا کہ میراث مین دادا کو کتنا حصہ ملتا ہے تو امام نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام کے سوا اور جس کسی نے دادا کی میراث کا مسئلہ بیان کیا ہے اپنی رائے سے بیان کیا ہے۔
(زرارہ کہتا ہے) مین نے کہا کہ اللہ تمھاری حالت درست کرے فرمائیے کہ امیر المومنین نے اس مسئلہ مین کیا کہا ہے

ف زرارہ صاحب نے جو امام باقر علیہ السلام کو دعا دی اُس سے ظاہر ہو گیا
کہ وہ امام باقر علیہ السلام کی حالت موجودہ کو قابلِ اصلاح جانتے تھے۔

[1] فروع کافی جلد ثالث کتاب المواریث صـ۱۵

فقال اذا کان علا فالقنی حتی اقرئکہ فی کتاب ۔	امام باقر علیہ السلام نے زرارہ سے فرمایا کہ کل صبح کو مجھسے ملیو میں تجھکو کتاب میں پڑھادونگا۔

ف یہ مضمون روایات شیعہ سے بتواتر ثابت ہوا ہے کہ تمام ائمہ کو اپنا دین چھپانے میں حد سے زیادہ اہتمام تھا خصوصًا نا اہل سے اخفائے اسرار دین میں اور زیادہ کوشش تھی اور یہ بھی کافی کی روایتوں سے ثابت ہے کہ امام دوست دشمن کو بخوبی پہچان لیتے تھے کبھی دہوکا نہیں کھاتے تھے۔ چنانچہ اصول کافی[1] میں ایک باب اسی بیان میں باندھا ہے پھر تعجب ہے کہ جناب امام باقر علیہ السلام نے زرارہ کو کتاب علیؓ کیوں دکھائی۔ حال آنکہ وہ اُس کتاب کو دیکھکر اسکا انکار کرے گا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ امام کی امامت کا بھی معتقد نہ تھا۔

قلت اصلحک اللہ حدثنی فان حدیثک احب الی من ان تقرئنیہ فی کتاب فقال لی الثانیۃ اسمع ما اقول لک اذا کان علا فالقنی حتی اقرئک فی کتاب	(زرارہ کہتا ہے کہ) میں نے کہا کہ اللہ تمہاری حالت درست کرے مجھسے زبانی بیان کردیجیے کتاب میں پڑھانے سے میں تمہاری باتوں کو زیادہ پسند کرتا ہوں تو امام علیہ السلام نے مجھسے دوبارہ فرمایا کہ جو میں تجھسے کہتا ہوں اسکو سن کل مجھسے ملیو میں تجھکو کتاب میں پڑھادونگا۔

ف زرارہ کو اتنی بڑی دولت ملتی تھی کہ امام علیہ السلام نے کتاب علی دکھانیکا اُس سے وعدہ کیا حضرت علیؓ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتاب کی زیارت نصیب ہوتی جو

[1] اصول کافی صفحہ ۲۷

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلی تھی اور زرارہ نے تو صرف ایک مسئلہ میراث جد کا پوچھا تھا اسکے طفیل مین ساری کتاب پر نظر پڑجاتی اور دین کے تمام مسائل اسے معتمد ذریعے سے معلوم ہوجاتے جسمین کوئی شبہ نہین رہ سکتا تھا۔ مگر جناب زرارہ صاحب کو اتنی بڑی دولت کی ذرا بھی پروا تھی اور اسکے دیکھنے سے انکار کرتے تھے یہ بہت بڑی دلیل اس بات کی ہی کہ اسکا قلب ایمان اور اسلام سے بالکل خالی تھا۔

فاتيته من العد بعد الظهر وكانت ساعتي التي كنت اخلو به فيها بين الظهر والعصر وكنت اكره ان اساله الا خاليا خشية ان يفتيني من اجل من يحضره بالتقيه	(زرارہ کہتا ہی) تو آیا مین دوسرے دن ظہر کے بعد اور تھا میرا وقت جسمین تنہائی کرتا تھا مین امام سے ظہر اور عصر کے درمیان اور جبتک تنہائی نہو اسوقت تک مین سوال کرتا نہین کرتا تھا اس خوف سے کہ اور لوگون کی وجہ سے امام تقیہ کا جواب دین گے۔

ف زرارہ صاحب ظہر اور عصر کے درمیان مین امام سے تخلیہ کی ملاقات کیا کرتے تھے اور کسی دوسرے کے سامنے سوال امام سے نہین کرتے تھے اس خیال سے کہ بلحاظ مصلحت امام جھوٹ بولدین گے۔

زرارہ کو امام کے ساتھ جب ایسا تخلیہ نصیب ہوتا تھا اور امام بغیر تقیہ کے اونکے باتین کرتے تھے تو اس سے ثابت ہوتا ہی کہ مومن پاک اعتقاد اور مخلص امام تھا

باایں ہمہ اُس نے امام کے قول کی تکذیب کی اور کتاب علی کو باطل سمجھا جیسا کہ
آگے بیان ہوگا اس سے ظاہر ہی کہ تکذیب امام ایمان اور خلوص عقیدت کے
منافی نہ تھی اور باوجود اس انکار اور بے اعتقادی کے زُرارہ ایسے مخلصین میں تھا
کہ امام نے اُس سے تقیہ توڑ دیا تھا۔ پس جب امام ایسے سنکڑوں سے تقیہ نہیں
کرتے تھے تو اور کس سے تقیہ کرتے ہونگے۔

اگر حضرات شیعہ تعصب کو چھوڑ کر ذرا انصاف کی طرف توجہ فرمائیں تو
یہیں سے ظاہر ہوتا ہی کہ مذہب شیعہ کیونکر ایجاد ہوا۔ یہی چند چالاک شخص اس
مذہب کے موجد ہیں۔ جیسے ابوبصیر اور زُرارہ اور دونوں ہشام اور ابوجعفر
احول صاحب الطاق، وغیرہ وغیرہ یہ سب لوگ اُسی کمیٹی کے ممبر تھے جو
عبداللہ بن سبا کے وقت سے قایم ہوئی تھی انھیں بزرگواروں نے ائمہ سے عقائد
مذہب شیعہ نقل کئے۔ امامت کا مسئلہ ایجاد کیا۔ جناب امیر علیہ السلام سے بے مثل
دلاور کرار غیر فرار خیبر شکن صاحب ذوالفقار کو باوجود حکم قتال وجہاد کے جو
قرآن میں مذکور ہے خلفا کے مقابلہ میں سخت مجبور بنا کر گھر میں بٹھایا اور پھر رسّی گلے
میں باندھکر کھنچوایا۔ جناب سیّدہ علیہا السلام کو جہاد خلفا کے لئے گھر سے باہر نکالا
اور یہانتک افترا کیا کہ جناب سیدہ علیہا السلام اور عمرؓ میں ہاتھا پائی کرا دی چنانچہ
اصول کافی[1] میں موجود ہی کہ جناب سیّدہ نے عمر کا گریبان پکڑ کر عمر کو اپنی طرف کھینچ لیا
(معاذ اللہ منہا) پھر افترا میں اس سے بھی ترقی کر کے قتل جناب سیدہ اور غصب

[1] اصول کافی ص۲۹۱

ام کلثوم تک نوبت پہنچائی۔

اسی زرارہ نے غصب ام کلثوم کی روایت کو امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف منسوب کرکے ایسے فحش[1] لفظوں میں ذکر کیا کہ کسی مسلمان کو اہل بیت کرام کی نسبت ان الفاظ کے استعمال کی جرأت نہ ہوگی نہ کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو (معاذ اللہ منہا) محمد بن یعقوب کلینی شیخ المحدثین شیعہ کی ہی خوش اعتقادی تھی کہ اہل بیت کی اس توہین اور ان فحش الفاظ کو نہایت تعظیم سے قبول کرکے اپنی کتاب کافی میں داخل کیا اور آجتک مجتہدین شیعہ اسکی درس تدریس کو عبادت سمجھتے ہیں۔ حد سے زیادہ بے ادبی تو فقط غصب کے ہی لفظ سے ظاہر ہے اور پھر جس چیز کا غصب بتایا ہے وہ نہایت شرمناک مضمون ہے۔ کیا یہ مضمون مہذب لفظوں میں ادا نہیں ہوسکتا تھا مگر زرارہ کو تو اہل بیت کی توہین مقصود تھی اسی واسطے گالی کا لفظ اختیار کیا۔

دیکھو اسی مضمون کو قاضی نور اللہ شوستری نے کس چالاکی کے ساتھ مناقب جناب امیر میں شامل کرلیا۔ چنانچہ مجالس[2] المومنین میں انھوں نے لکھا ہے۔

"اگر او (نبی) بوقت عجز[3] اغیار فرار نمود این (علی) بوقت منع و عجز در خانہ برروئے خود فرار کرد اگر نبی دختر بعثمان داد ولی دختر بعمر فرستاد"

---

[1] فروع کافی کتاب النکاح صفحہ ۱۴۲۔ [2] مجالس المومنین مجلس سوم ترجمہ مقداد صفحہ ۸۹ مطبوعہ طہران۔ [3] یہ ادب بھی شوستری صاحب کا داد دینے کے لایق ہے کہ رسولؐ کے لیئے تو یہ کہا کہ (فرار نمود) اور جناب امیر کے لیئے لفظ فرار نہ لکھا بلکہ دعارہ بند کرلینے کا مضمون اختیار کیا۔ فرار کی نسبت رسول کی طرف ہو جاتی تو مضایقہ نہیں جناب امیر کی طرف ہو مگر اسکا کیا علاج کہ جناب سیدہ نے جناب امیر سے مخاطب ہوکر (مثل خائنیان در خانہ گزیلتہ) فرما دیا۔ ۱۲

انھین نازک خیال خوش مزاج ظریفون نے جنکی نازک خیالی اور خوش مزاجی اور ظرافت کی تمام قوت اہلِ بیت کے ساتھ ہی صرف ہوتی تھی یہ بھی تصنیف کرلیا کہ ان تمام ناگوار حوادث کو جنابِ امیر نے بڑی رضامندی کی نگاہ سے دیکھا اور کچھ بھی جنبش حرکت نہ کی۔

جب جناب سیدہ جہادِ خلفا سے فارغ ہوکر واپس تشریف لائیں تو اپنے گھر مین جناب امیر پر بھی اُنکو جہاد کرنے کی ضرورت پیش آئی اور اپنے شوہر بزرگوار سے بھی اُنھون نے وہی معاملہ کیا جو عمرؓ وغیرہ سے کیا تھا اور کیون نہ کرتین ثقلین کے ساتھ تمسک کرنے کی رسولؐ نے وصیت کی تھی ثقلین سے قرآن اور عترتِ رسول مراد ہین جناب امیر نے ان دونون کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ اونکے سامنے قرآن مین تحریف ہوئی اور بڑی خوشی سے دیکھتے رہے اور اصلی قرآن کو چھپالیا اور اہلِ بیت کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ جناب سیدہ علیہا السلام کو تنہا مخالفون کی فوج سے لڑنے کے لئے گھر سے باہر بھیجدیا اور بذاتِ خود ذرا بھی مدد نہ کی اور کُنجِ عافیت سے قدم باہر نہ نکالا۔ اس جلسہ مین خلفا کے جہاد سے واپس آکر جناب سیدہ نے جناب امیر پر جہاد شروع کیا اور جوشِ غضب مین جو گفتگو کی ہے اسکا ترجمہ فارسی جناب ملا باقر مجلسی نے حق الیقین[1] مین بڑی فصاحت و بلاغت سے ذکر کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

"حضرت امیر المومنین علیہ السلام انتظار معاودت او می کشید چون بمنزل

---

[1] حق الیقین صفحہ ۲۳۲۔

قرار گرفت خطاب ہای درشت با سید اوصیا نمود کہ مانند جنین[۵]
در رحم پردہ نشین شدہ و مثل خائبان[۲] در خانہ گریختہ۔
بعد از انکہ شجاعان دہر را برخاک ہلاک افگندی مغلوب اینان گردیدہ
اینک پسر ابو قحافہ بظلم وجبر بخشیدہ پدر مرا و معیشت فرزندانم
از من می گیرد و بہ آواز بلند با من مخاصمہ ولجاج میکند و انصار مرا یاری
نمی کنند ومہاجران خود را بکنار کشیدہ اند وسائر مردم دیدہ ہا را
پوشیدہ اند نہ دافعے دارم و نہ مانعے و نہ یاورے و نہ شافعی خشمناک
بیرون رفتم وغمناک برگشتم خود را ذلیل کردی۔ در روزیکہ دست از
سطوت خود برداشتی گرگان می درندو می برند و تو از جائے خود حرکت
نمی کنی کاش پیش ازین ذلت و خواری مردہ بودم واے بر من در ہر صبح
و شامے محل اعتماد من مرد و یاور من سست شد۔ ‘‘

اس عبارت سے جو جو فوائد ثابت ہوتے ہیں وہ اپنے محل پر مذکور ہونگی اور ملّا ئی
مجلسی نے جو مصلحت کی تاویلیں کی ہین اونکی حقیقت بھی ظاہر کیجاے گی۔

حضرات شیعہ نے یہ بھی تو غور نہ کیا کہ جناب سیدہ نے صبر واجب کو کیون
ترک کیا اور تقیہ چھوڑ کر عمرؓ سے ہاتھاپائی کیون کی اور گریبان پکڑ کر عمرؓ کو اپنی

جناب سیدہ سے تقیہ علی الاطلاق امر ساقط ہوا -
بیان ان لوگون دونون میں مخالفت تھی

---

[۵] جنین وہ بچہ جو ماکے پیٹ مین ہو [۲] خائبان خائب کی جمع ہی اور اوسکے معنی ہیں ذلیل اور نامراد
اور بعضے نسخون مین خاسان لکھا ہی اور جناب مولوی سید محمد صاحب مجتہد لکھنوی کی یہ تحقیق تھی کہ یہ لفظ خایفان ہی - مگر
ہم نے جس نسخے سے لکھا ہی اُس مین خاسان لکھا تھا - ۱۲

طرف کیون کھینچا مسئلہ تقیہ مین میان بی بی مین اختلاف کیون ہوا میان پردہ نشین ہو کر گھر مین بیٹھے بی بی نے باہر نکلکر بذاتِ خود تنہا جہاد کیا بلکہ جناب امیر کو گھر مین بیٹھ رہنے پر سخت ملامت کی اب فرماتے کہ ان دونون معصومون مین جو یہ مذہبی اختلاف تھا ان مین کسکا مذہب صحیح تھا کسکا غلط۔

جنابِ سیدہ علیہا السلام نے جو وصیتِ رسولؐ کے خلاف عمل کیا اور صبر واجب چھوڑا تقیہ توڑا جناب امیرؑ سے مخالفت کی۔ تنہا بذاتِ خود میدانِ جہاد مین قدم رکھا اور عمرؓ سے ہاتھا پائی کی۔ یہ تمام جانفشانیان اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لئے نہ تھین جو اصل مقصود جہاد ہے بلکہ اس لئے تھین کہ پورا باغِ فدک فقط اونھین کو کیون نہ دیا اور مال ہو وقف ٹھیر کر تمام بنی ہاشم پر اُسکی آمدنی کیون تقسیم کی جسمین جناب سیدہ کا حصہ تھوڑا رہ گیا۔ سب آمدنی فقط اونھین کو نہ ملی۔ حالانکہ اُسوقت جناب سیدہ علیہا السلام کو یہ بھی معلوم تھا کہ اب اُنکی زندگی فقط دو ڈھائی مہینے کی باقی ہے۔ اسکے علاوہ جناب سیدہ کچھ محتاج نہ تھین بڑی دولت مند تھین۔ کافی مین ہے[1] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سات گانون بلا شراکت غیرے جناب سیدہ کے قبضہ مین تھے اور ان ساتون گانون کے نام یہ ہین۔ دلال۔ عفاف۔ حسنی صافیہ۔ مالِ امِ ابراہیم۔ مبیت۔ برقہ۔ ان ساتون گانون مین حضرت عباس رضؓ نے میراث کا دعوی کیا تھا۔ مگر جناب سیدہ نے ایک حبہ بھی اونکو نہ دیا اور وہی جواب دیا جو خلیفہ اول نے فدک کے معاملہ مین کیا تھا یعنی یہ کہدیا کہ یہ وقف ہین

[1] فروع کافی جلد ۳ صفحہ ۲

انمین میراث جاری نہ ہوگی اور حضرت علی علیہ السلام نے گواہی دی کہ یہ گانون فاطمہ پر وقف ہین۔ اوران ساتون گانون کی نسبت جناب سیدہ ایک وصیت نامہ لکھ گئین تھین کہ میرے بعد انپر علیؑ قابض رہین اُنکے بعد حسنؑ پھر حسینؑ پھر جو حسینؑ کی اولاد مین بڑا ہو۔ مقداد اور زبیر کی اوسپر گواہی ہے حضرت علی کے ہاتھ کا لکھا ہوا وصیت نامہ ہے جسکی نقل کافی مین موجود ہے۔ اولاد حسن کو جناب سیدہ اس جائداد سے محروم کر گئین۔

اس جاگیر کے علاوہ خلیفہ اول نے بھی تمام مال اپنا نہایت التجا کے ساتھ جناب سیدہ کے سامنے حاضر کر دیا تھا کہ جتنا چاہو لے لو۔ چنانچہ حق الیقین[1] مین ہے کہ جب جنابِ سیدہ مطالبۂ فدک کا خطبہ پڑھ چکین تو خلیفۂ اول نے بہت سی مناقب جناب سیدہ کے بیان کیئے اور بہت سی معذرت کے بعد یہ کہا۔

"واموال واحوال خودرا از تو مضائقہ نمی کنم انچہ خواہی بگیر توسیدۂ امت پدر خودی وشجرہ طیبہ از براے فرزندان خود انکار فضل تو کسے نمی تواند کرد وحکم تونافذ ست دراموال من اما دراموال مسلمانان مخالفت گفتۂ پدر تو نمی توانم کرد"

قطع نظر اسکے نفقہ اُن کا اور اونکی اولاد کا جناب امیر کے ذمہ تھا جو صاحبِ جائداد کثیر تھے جسکی تفصیل اونکے وصیت نامہ سے ظاہر ہے جو فروع کافی[2] کی جلد ثالث مین مذکور ہے۔ ان سب اسبابِ ظاہری سے اگر قطع نظر کی جاتے تو اللہ کی رزاقی پر کافی اعتماد ہوسکتا تھا۔

---

[1] حق الیقین صـ ۲۳۱۔ [2] فروع کافی جلد ثالث کتاب الوصایا صـ ۲۹۔

ہمارے زمانے مین بھی خاندان شرفا مین جن مفلس محتاج بیوہ دکھیون کو
اس قسم کی شکایت ہوتی ہی وہ نہایت صبر کے ساتھ اپنے گھرون مین بیٹھی ہوئی
اپنے دکھڑے رویا کرتی ہین۔ جناب سیدہ پر تو یہ افترا باندھا گیا کہ اُنھون نے باوجود
کمال دولتمندی اور سامان رزق کے ایک باغ کی شکایت پر گھر سے باہر نکل کر
نامحرمون سے ہاتھاپائی شروع کردی (العیاذ باللہ)

کیا یہی مقتضائے محبت اہل بیت ہی کہ بلا سوچے سمجھے اہلبیت کی ایسی
توہین کو مان لیا جاوے۔ استغفراللہ جن لوگون نے ایسے واقعات کو تسلیم
کرلیا درحقیقت اُنھون نے کچھ بھی اہلبیت کی وقعت نہ سمجھی اور جسطرح شجاعت
اور غیرت کی صفت سے جناب امیر کو پاک کردیا اسیطرح صبر اور قناعت اور رضا
وتسلیم اور توکل کی صفت سے جناب سیدہ کو معرا کو بنادیا۔ (معاذ اللہ منہا)

یہ عقاید شیعہ اس موقع پر نہایت اجمال کے ساتھ بیان ہوئے ہین آیندہ
انکی پوری تفصیل مذکور ہوگی۔ یہ بد نما تصویر اسی کمیٹی کی بنائی ہوئی ہی جس کے
پریسیڈنٹ جناب زُرارہ صاحب تھے۔ ان مطالب کو اس کمیٹی کے سب ممبر
ائمہ سے روایت کرتے تھے مگر چالاکی یہ تھی کہ ائمہ تو مدینہ مین تھے اور یہ روایتین
انکی کوفہ وغیرہ دور و دراز ملکون مین بیان ہوتی تھین۔ مگر وہان بھی ایسے مسلمان
ضرور ہوتے تھے جو ائمہ سے مِل چکے تھے۔ اونکی باتین سُن چکے تھے اور انکے
حالات سے واقف تھے وہ ان عجیب روایتون کی تکذیب کرتے تھے اور کہتے

تھے کہ ہم بھی ائمہ سے ملے ہین اونکے عقائد اہلِ سنت کے عقائد کے مطابق ہین وہ ہرگز یہ باتین نہین کہتے جو تم کہتے ہو تو یہ چالاک راوی ذریات ابن سبا یون بات بناتے تھے کہ ائمہ سب کے سامنے بغرض مصلحت جھوٹ بولا کرتے ہین اور سنی بن جایا کرتے ہین۔ مگر تنہائی مین ہم سے یہ رواتین بیان کرتے ہین جو ہم کہتے ہین۔ ظاہر مین وہ سنی ہین۔ باطن مین شیعہ۔ بلکہ شیعون کے امام۔ وہ اپنے دل کی باتین صرف ہمین چند آدمیون سے کہتے ہین کسی اور سے نہین کہتے اور ہمکو بھی ان باتون کے چھپانے کی حد سے زیادہ تاکید کی ہے[1]۔ اور ان اسرار کے ظاہر کرنے والے کو قاتل ائمہ کہا ہے۔ چنانچہ ابوبصیر سے اصُول کافی[2] مین روایت ہے وہ کہتا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھسے یہ کہدیا ہے کہ جس نے ہمارے امر مین سے کوئی بات ظاہر کردی اوس نے ہمکو عمدًا قتل کیا۔ کبھی یہ کہدیتے تھے کہ ائمہ اپنے مخلصین شیعہ[3] مین بھی اختلاف ڈالا کرتے ہین اور ہر ایک سے نئی بات کہدیتے ہین۔ ہمکو ائمہ[4] نے یہ باتین خفیہ سکھائی ہین اور کہدیا ہے کہ ہم سے اسکے خلاف سنو تو اسکو وضع الوقتی سمجھیو۔ کبھی کہدیتے تھے کہ ائمہ[5] ہر شخص کی آواز سنکر معلوم کرلیتے ہین کہ یہ نجات پانے والا ہے یا ہلاک ہونے والا ہے یس جیسا شخص ہوتا ہے ویسا ہی اُس کو جواب دیتے ہین اور اس قول کا حاصل ظاہرا یہی ہے کہ جسکو ناجی سمجھتے ہین اسکو ایمان سکھاتے ہین اور جسکو ناری سمجھتے ہین اُس کو کفر سکھاتے ہین۔

---

[1] دیکھو فضیحۃ الشیعہ صلہ [2] اصُول کافی ص۱۵۲ [3] دیکھو فضیحۃ الشیعہ ص۴ [4] دیکھو فضیحۃ الشیعہ ص۱۳ [5] اصول کافی ص۱

اگر کوئی اونسے کہتا کہ ائمہ ہمیشہ اہل سنت کے جنازون مین شریک ہوتے ہین اونکی نمازین پڑہتے ہین اگر وہ اہل سنت کو برا سمجہتے تو اونکے جنازون مین کیون شریک ہوتے اُس کا جواب دیتے تھے کہ ہمیشہ[1] رسول کی اور ائمہ کی یہ عادت تھی کہ منافقین اور نواصب کے جنازون مین شریک ہوتے تھے اور باطن مین اونکے لئے بد دعا کرتے تھے۔ رسولؐ اور ائمہؑ کا ظاہر اور تھا باطن اور تھا

اگر کوئی اونسے کہتا کہ مجبوری جناب امیر اور جہاد جناب سیدہ اور قتل فاطمہ اور غصب ام کلثوم اور ارتداد تمام صحابہ وغیرہ وغیرہ جو کہانیان تم بیان کرتے ہو۔ یہ ایسی عجیب اور خلاف ظاہر ہین کہ کسی طرح عقل بھی اونکو قبول نہین کرتی نقل بھی اسکے خلاف ہی۔ اور بہت سے دلائل اور قرآن اسکی تکذیب کرتے ہین تو اسکا جواب دیتے کہ ائمہ نے کہدیا ہے کہ پیغمبر[2] یہ کہہ گئے ہین کہ آل محمد کی باتین ایسی مشکل ہوتی ہین کہ ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین اور مومنین کامل کے سوائی اور کو اونپر یقین نہین آتا پس تم کو چاہیے جو بات سمجھ مین آوے اوس کو مانو جو سمجھ مین نہ آوے اُس کو اللہ اور رسول اور امام کی طرف رد کردو۔

اگر کوئی ان سے کہتا کہ تم تمام صحابہ کو مرتد بتاتے ہو حالانکہ قرآن کی اکثر آیات سے تمام صحابہ۔ مہاجرین و انصار اور اصحاب بیعت رضوان کی اور آیت غار سے خلیفۂ اول کی بہت کچھ فضیلت ثابت ہوتی ہے تو جواب دیتے کہ قرآن کو ائمہ کے سوا اور کوئی نہین سمجھ سکتا اور یہ قرآن تو محرف ہی اصلی قرآن

[1] دیکھو نصیحۃ الشیعہ صـ [2] اصول کافی صـ ۲۵۴۔

ائمہ کے پاس ہی جو آخر کو سامرہ کے غار میں پہنچ گیا۔

اگر کوئی کہتا کہ تمھاری روایتیں کیونکر مانی جاویں تم میں نہ امانت ہی[1] نہ عہد ہی نہ صدق ہے۔ نہ وفا ہے پھر ایسے لوگون کی بات کیونکر معتبر ہوگی تو جواب دیتے کہ اصحاب ائمہ اور شیعونکی خاص نشانی ہی ہی اور باین ہمہ یہی لوگ بخشے جاوینگے۔ اور امانت اور عہد اور صدق اور وفا کی صفتین تو سُنیون میں ہوتی ہین جنھین نجات نصیب نہ ہوگی۔

سمجھنے والے یہین سے سمجھ سکتے ہین کہ مذہب شیعہ کیونکر ایجاد ہوا اور ائمہ پر کسطرح افترا کئے گئے اور جو روایتین اہتمام تقیہ و اخفاے دین کی تصنیف کی گئین ان تصنیف کرنے والون کا ان روایتون سے کیا مقصود تھا۔

یہی چند چالاک شخص ائمہ پر افترا کرتے تھے اور ان افتراؤن پر جو اعتراض وارد ہوتے تھے اونکے جواب اُنھون نے یہی جادو کے فقرے تجویز کر لئے تھے۔ یہ سب روایتین جو اُنھون نے اپنے جوابون کے لئے تجویز کی تھین کتب احادیث شیعہ خصوصًا کافی مین مذکور ہین اور انھین سے مذہب شیعہ کی ایجاد کا سراغ مل گیا۔

اس سے بڑھکر اور لطف سنئے یہ لوگ ائمہ پر افترا کرکے جو باتین دوسرون کو سکھاتے تھے اونکے خود معتقد نہ تھے۔ مثلًا اَورون کو تو اُنھون نے یہ سکھایا کہ ائمہ مثل انبیا کے معصوم ہین کوئی خطا اُن سے ممکن نہین اور بہت سی

[1] دیکھو تنقیح الشیعہ صفحہ

روایتیں اس مضمون کی تصنیف کردیں۔ ایسی تصانیف اور ایجادات میں وہ بڑے مشاق تھے مگر خود ان چالاک اصحاب ائمہ کا یہ اعتقاد نہ تھا کہ ائمہ معصوم ہیں اسکا پتا بھی احادیث شیعہ میں بہت اچھی طرح موجود ہے۔ ملا سے مجلسی نے حق الیقین[1] میں جو شہید ثانی کا قول اصول ایمان کے بیان میں نقل کیا ہے اس میں اعتقاد عصمت ائمہ میں شیعوں کے اختلاف کی تفصیل ہے اول قول تو یہ لکھا ہے کہ ائمہ معصوم ہیں اور دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ ائمہ معصوم نہیں۔ اسکی دلیل یہ لکھی ہے

از احادیث ظاہر می شود کہ جمعے از راویان کہ در اعصار ائمہ علیہم السلام بودہ اند از شیعیان اعتقاد بعصمت ایشان نداشتہ اند بلکہ ایشان را علماے نیکو کار می دانستہ اند چنانکہ از رجال کشی ظاہر می شود و مع ذلک ائمہ علیہ السلام حکم بایمان بلکہ عدالت ایشان مے کردہ اند"

لیجئے اب تو عصمت کا پردہ بہت اچھی طرح ٹوٹ گیا اور ثابت ہوگیا کہ اعتقاد عصمت ائمہ ائمہ کے زمانہ میں نہ تھا اور خود اصحاب ائمہ عصمت ائمہ کے معتقد نہ تھے اور ائمہ کو امام نہیں سمجھتے تھے بلکہ علماے نیکو کار جانتے تھے اور ائمہ اونکے اس اعتقاد پر راضی تھے اور اونکو مومن بلکہ عادل جانتے تھے اور ظاہر ہے کہ جو معصوم نہ ہو وہ امام مفترض الطاعت کیسے ہوسکتا ہے۔

غور کرو کہ جو اصحاب ائمہ مذہب شیعہ کے روایت کرتے تھے انھوں نے اس مذہب کو کن کن چالاکیوں سے نقل کیا ہے اور وہ خود اس مذہب کے معتقد نہ تھے

[1] حق الیقین صفحہ ۴۹۶

یہ تمام تفصیل شیعہ دین ہی کی کتابوں سے ملی پس ان چلتے پرزوں نے کس طرح مذہب شیعہ کو ایجاد کیا۔ ۵

صیاد نے لگائے ہین پھندے کہاں کہاں
سارے پتے عیان ہین اسی سبز باغ مین

جو لوگ عقل سلیم رکھتے تھے وہ ان فریبون اور چالاکیون کو سمجھ گئے بعض سادہ لوح اس مغالطے مین پھنس گئے اسیطرح مذہب شیعہ کا سبز باغ مرتب ہو گیا

آمدم بر سر مطلب اس تمہید کے بعد یہ سمجھ لو کہ زرارہ نے جو یہ کہا کہ مین بعد ظہر امام سے تخلیہ کی ملاقات کیا کرتا تھا اور عام مجلس مین ان سے کوئی سوال نہین کرتا تھا اس لئے کہ مجکو یہ خوف ہوتا تھا کہ وہ بنظر مصلحت جھوٹ بولدین گے یہ قول اُسکا وہی جادو کا فقرہ تھا جس سے مذہب شیعہ ایجاد ہوا۔

امام باقر علیہ السلام کا ظاہر اور باطن ایک تھا جو اونکے دل مین تھا وہی اونکی زبان پر تھا یہ ہرگز ممکن نہ تھا کہ اونکے دل مین کچھ اور ہو اور زبان پر کچھ اور اونکے واسطے تو بالتخصیص اللہ کا حکم یہ نازل ہوا تھا کہ تم احکام دین کے ظاہر کرنے مین اللہ کے سوا کسی سے مت ڈرو کوئی تمپر قابو نہ پاے گا پھر وہ تقیہ کیون کرتے۔

پس یقین جان لو کہ زرارہ امام باقر علیہ السلام پر افترا کا قابو ڈھونڈھنے کے لئے یہ ظاہر کیا کرتا تھا کہ امام کی باتین عام مجلس مین اور ہوتی ہین اور وہ بالکل

جھوٹی باتین ہوتی ہین جو بنظر مصلحت بیان کیا کرتے ہین اور سچی باتین وہ ہوتی ہین جو خلیہ مین مجھسے کہا کرتے ہین۔

اسکے بعد اب پھر اُسی روایت کی طرف توجہ کرو کہ زرارہ نے حضرت علی علیہ اسلام کی کتاب کیونکر دیکھی

فلما دخلت علیہ اقبل علیّ ابنہ جعفر فقال اقرء زرارۃ صحیفۃ الفرائض ثم قام لینام فبقیت انا وجعفر فی البیت فقام فاخرج الیّ صحیفۃ مثل فخذ البعیر فقال لست اقرءکما حتی تجعل لی اللہ علیک ان لا تحدث بما تقرء فیھا احدا ابدا حتی آذن لک ولم یقل حتی یاذن لک ابی

(زرارہ کہتا ہے) جب مین امام باقر علیہ اسلام کے پاس گیا تو اونکے بیٹے جعفر میرے پاس آئے تو امام نے فرمایا کہ زرارہ کو فرائض کی کتاب پڑھاؤ پھر امام باقر علیہ السلام سونے کے لئے اوٹھ گئے اور اُس مکان مین فقط مین اور جعفر رہ گئے۔ تو جعفر کھڑے ہوتے اور ایک کتاب میرے لئے نکالی جو اونٹ کی ران کی برابر موٹی تھی تو جعفر نے کہا کہ مین یہ کتاب اُسوقت تک تجھکو نہ پڑھنے دونگا جب تک تو اللہ کی قسم کھاکر مجھسے یہ نہ کہدے کہ جو کچھ اسمین پڑھے اُس کو کبھی کسی سے بیان نکرے جبتک کہ مین تجھکو اجازت نہ دون اور انھون نے یون نہ کہا کہ جب تک میرے باپ اجازت نہ دین۔

قلت اصلحلت الله لم تضیق علی	(زرارہ کہتا ہی) کہ مین نے جعفر سے کہا کہ تم مجھپر
ولم یامرلٹ ابوك بذلك	اتنی تنگی کیون کرتے ہو حالانکہ تمھارے باپ نے انکا تم کو حکم نہین کیا۔ توجعفر نے مجھسے کہا کہ تو اس کتاب
فقال لی ما انت بناظر فیھا	کو دیکھ نہین سکتا جبتک کہ اس شرط کو پورا نکرے
الا علی ما قلت لك	جو تجھسے مین نے کی ہی۔
فقلت فذلك لك	(زرارہ کہتا ہی) تب مین نے کہا کہ مین اس شرط کو بھی تمھارے لئے قبول کرتا ہون۔
وکنت رجلا عالما بالفرائض	(زرارہ کہتا ہی) کہ مین فرائض اور وصایا کا عالم
والوصایا بصیرا بھا فلما	اور بصیر تھا۔ جب میرے سامنے اس کتوب کا
القی الی طرف الصحیفۃ اذا	کنارہ ڈالا گیا تو مین نے دیکھا کہ وہ ایک موٹی کتاب
کتاب غلیظ یعرف انه من	ہے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پرانی کتاب ہے
کتب الاولین فنظرت فیھا	مین نے اس کتاب کو دیکھا تو یہ معلوم ہوا کہ جو احکام
فاذا فیھا خلاف ما بایدی الناس	صلہ اور امر بالمعروف کے لوگون کو معلوم ہین
من الصلۃ والامر بالمعروف الذی	جن مین کسی کا اختلاف نہین اونکی مخالف باتین
لیس فیه اختلاف واذا عامته کذلك	اوس مین لکھی تھین اور وہ ساری کتاب ایسی ہی تھی

ف کتاب علی پر جو زرارہ نے ریویو بیان کی یہ اسکا پہلا فقرہ ہے زرارہ نے اول اپنا کمال علمی ظاہر کر دیا اور اپنے آپ کو احکام شرعیہ کا عالم اور بصیر بتا دیا

اسکے بعد زرارہ کہتا ہی کہ جو مسائل مسلمانون مین اجماعی اور اتفاقی تھے جن مین کسی کا بھی اختلاف نہ تھا اونکے مخالف باتین کتاب علی مین لکھی ہوئی تھین۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اول سے آخر تک اُس کتاب مین دین اسلام کے سوا کسی اور دین کا بیان تھا۔

فقرأتہ حتی اتیت علی آخرہ بخبث نفس وقلۃ تحفظ واسقام رای	مین نے اُسکو اول سے آخر تک خباثت نفس کے ساتھ دیکھا اور یاد کرنے کا قصد کم کیا اور غلط سمجھا

ف خبث نفس ہر جگہ زرارہ کے ساتھ تھا اسی لئے کتاب علی کو بھی اُس نے خبث نفس کے ساتھ دیکھا اور اُسکے مسائل کو ایسا غلط سمجھا کہ یاد کرنے کا قصد بھی نہین کیا۔

وقلت انا اقراہ باطل حتی اتیت علی آخرہ ثم ادرجتہا ودفعتہا الیہ	اور اول سے آخر تک پڑھ کر مین نے اُسکو باطل سمجھ لیا پھر مین نے اُسکو لپیٹ کر اونکے حوالے کر دیا۔
ثم لقیت ابا جعفر علیہ السلام فقال لی اقرأت صحیفۃ الفرائض	پھر مین امام باقر علیہ السلام سے ملا تو اُنھون نے مجھسے پوچھا کہ کیا تو نے فرائض کی کتاب کو پڑھ لیا۔
فقلت نعم فقال کیف رایت ما قرأت قال	مین نے کہا ہان پڑھ لیا تو امام نے فرمایا کہ تو نے جس کتاب کو پڑھا کیسا پایا۔
فقلت باطل لیس بشئ ہو خلاف ما الناس علیہ	زرارہ کہتا ہی کہ مین نے کہا کہ وہ تو جھوٹی کتاب ہی کچھ قابل اعتبار نہین اور جو مذہب سب آدمیونکا ہی

اوسکے خلاف ہے۔

قال فان الذی رایت واللہ یا زرارۃ ھوالحق الذی رایت املاء رسول اللہ صلی اللہ والہ وخط علی علیہ السلام بیدکا فاتانی الشیطان فوسوس فی صدری فقال وما یدری انہ املاء رسول اللہ وخط علی بیدہ۔

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے زرارہ جو کتاب تو نے دیکھی ہے واللہ وہی حق ہے۔ تو نے جو کتاب دیکھی ہے اسکو بتایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اور لکھا ہے علی علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے (زرارہ کہتا ہے) کہ میرے پاس شیطان آیا اور اس نے میرے دل میں وسوسہ ڈالا کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ اس کتاب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے بتایا ہے اور حضرت علی نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔

ف شیطان تو اب آیا ہے زرارہ انکار پہلے ہی سے کر رہا تھا پس جو پہلے سے زرارہ کا قول تھا وہی شیطان نے تعلیم کیا پھر شیطان کے وسوسے کا ذکر فضول تھا۔

فقال لی قبل ان انطق یا زرارۃ لا تشکن ود الشیطان واللہ انک شککت

تو امام علیہ السلام نے میرے کلام کرنے سے پہلے ہی کہدیا کہ شیطان کا دوست بنکر شک مت کرو اللہ تو نے شک کیا۔

ف زرارہ تو ایسا منکر تھا کہ امام کے قول کو اس نے نہ مانا۔ امام کے ولیعہد جعفر صادق علیہ السلام نے نہایت تاکید کے ساتھ اخفا کا عہد وقسم لیکر وہ کتاب

اُسکو دکھائی اسپر بھی اُس نے اعتماد نہ کیا آخر امام کو قسم کھانا پڑی پھر بھی زرارہ کی صورت سے ظاہر تھا کہ اُس منکر کو قسم پر بھی یقین نہین ہوا اور امام کے قول و قسم کو اُس نے جھوٹ سمجھا۔ منکر کی صورت سے ہر شخص انکار کی علامتین سمجھ سکتا ہے اسی وجہ سے امام بغیر اُسکے کچھ اور کہنے کے اُسکی صورت کے قراین سے سمجھ گئے کہ وہ امام کے قول کو باوجود قسم کے بھی جھوٹا سمجھتا ہے اور ظاہر ہے کہ اوسکے کچھ اور کہنے کی کیا حاجت تھی وہ تو اُس کتاب کو پہلے ہی باطل کہہ چکا تھا۔ آخر مین اپنے شک کو زرارہ نے وسوسہ شیطانی کی طرف منسوب کیا مگر یہ تو ثابت نہین ہوا کہ زرارہ وسوسہ شیطانی کو بُرا سمجھتا تھا شاید اُسکا اعتقاد یہی ہو کہ وسوسہ شیطانی مثل الہام کے ہوتا ہے چنانچہ اہل جاہلیت کا اعتقاد یہی تھا۔

وکیف لا ادری املاء رسول اللہ وخط علی بیدہ وقد حدثنی ابی عن جدی ان امیر المومنین علیہ السلام حدثہ ذلک	اور مجھے کیسے خبر نہ ہو کہ اس کو رسول نے بتایا ہے اور علی نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے حالانکہ میرے باپ نے میرے دادا سے روایت کی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اُنسے یہ قصہ بیان کیا تھا۔

ف امام کا قول زرارہ نے نہ مانا۔ قسم زرارہ نے نہ مانی۔ بار بار تاکید سے کہا تب بھی زرارہ نہ مانا اور جب امام نے اوسکی صورت دیکھکر قراین سے یہ

سمجھ لیا کہ اس کو یہ شک ہو کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ کتاب رسول نے بتائی ہے اور علیؑ نے اپنے قلم سے لکھی ہے تب مجبور ہو کر امام نے سند بیان کی مگر کیا زرارہ جانتا نہ تھا کہ مصلحت کے لئے جھونٹ بولنا امام کا خاص شیوہ ہو اور بالفرض اگر امام باقر علیہ السلام سچ کہتے ہون تو ائمہ سابق کی بھی یہی عادت تھی پھر ایسی سند کا کیا اعتبار خصوصًا جب راوی اُس سند کے ایسے ہون جو مصلحتی کذب کو واجب سمجھتے ہون اور حضرت یوسف علیہ السلام سے ایسے قصے نقل کرتے ہون کہ اونھون نے اپنی خواہش پوری کرنیکے لئے بغیر ضرورت دینی کے ایسا جھونٹ بولا کہ بیگنا ہون پر چوری کا الزام لگایا۔

ان لوگون مین دروغ مصلحت غیرون سے مختص نہ تھا بلکہ آپس مین بھی ایک دوسرے سے تقیہ کرتے تھے چنانچہ اصول[1] کافی سے ثابت ہے کہ سلمانؓ اور ابوذرؓ آپس مین ایک دوسرے سے تقیہ کرتے تھے اسکا ذکر انشاء اللہ قریب آنے والا ہے۔

قال قلت لا کیف جعلنی اللہ فداك ونلمت علی ما فاتنی من الکتاب ولو کنت قرأته وانا اعرفه لرجوت ان لا یفوتنی منه حرف	(زرارہ کہتا ہو) مین نے کہا کہ مجھکو شک نہین اور مین آپ پر قربان ہون مجھے کیونکر شک ہو سکتا ہی اور مجھے ندامت ہے کہ مین نے اُسے یاد نہ کر لیا اور اگر مین اسکو پہچانتا تو ساری کتاب یاد کر لیتا ایک حرف مجھسے نہ چھوٹتا

ف دیکھئے زرارہ کی چالاکی۔ امام کا قول نہ مانا۔ قسم نہ مانی۔ اب جو امام نے

[1] اصول کافی صفحہ ۲۵

سند بیان کی حالانکہ زرارہ کو اُس سند کا حال خوب معلوم تھا کہ اُسکے راوی کیسے ہین اور جھوٹ سے کہانتک بچتے ہین مگر امام سے کہدیا کہ اب مجھکو شک نہین اور اُسکے ساتھ یہ بھی کہدیا کہ مجھکو ندامت ہے کہ مین نے تمام کتاب کو یاد کیون نہ کرلیا اگر مین پہلے سے اسکو پہچانتا ہوتا تو ساری کتاب مجھکو یاد ہوگئی ہوتی۔

زرارہ نے جواب بات بنائی اور ندامت ظاہر کی یہ دروغ مصلحت آمیز تھا حال آنکہ اگر یہ ندامت سچی ہوتی تو دوبارہ امام سے کتاب مانگ لیتا امام نے تو اُس وقت بھی اوسے کتاب دکھائی تھی۔ جب اوسکے دل مین انکار تھا اور کتاب دیکھنا پسند نہین کرتا تھا اور اب تو بظاہر تصدیق کرنے لگا اسوقت تو امام اُسکو کتاب دکھانے مین اور زیادہ اہتمام کرتے۔ اس بات بنانے سے زرارہ کا مقصود یہ تھا کہ آیندہ امام تک رسائی باقی رہے اور تہمت وافترا کا سلسلہ بند نہو جائے۔

بہرحال کچھ ہو مگر یہ ظاہر ہوگیا کہ اُس کتاب کے مطالب مسائل اجماعیہ اور اتفاقیہ کے خلاف تھے اور تمام مسلمانون کا جو مذہب تھا اُسکے مخالف مضامین اُس مین مندرج تھے۔

افسوس کہ ائمہ نے یہ کتاب بھی شیعون کو نہ دی بھلا قرآن مین بُخل کیا تھا تو یہ کتاب تو ساتھ لیکر چلتے۔

البتہ ائمہ اپنے مخلصین شیعہ کو بعض علوم حقہ کا پتا ہندوؤن[1] مین بتا گئے ہین بعض کا ذکر بطور نمونہ تھا شاید اشارہ یہ ہو کہ جسطرح ایک علم حق ان مین لگا

---

[1] دیکھو نصیحۃ الشیعہ صفحہ ۲۶

اسی طرح اور علوم حقہ بھی اونھین مین ڈھونڈو۔

تعجب ہی کہ حضرات شیعہ اتنا بھی غور نہین کرتے کہ اگر ائمہ کے پاس کوئی دوسرا قران ہوتا یا فی الواقع اس کتاب علی کا کوئی وجود ہوتا تو وہ اپنے مخلصون کو کیون نہ دیجاتے یہ شبہ لاحل تھا مگر زرارہ وغیرہ ممبران کمیٹی معلومہ نے جسطرح ائمہ کی امامت اور اونکے پاس ایک دوسرے قرآن اور کتاب علی وغیرہ کی روایتین تصنیف کین اسی کے ساتھ اس لاحل شبہ کا جواب بھی تصنیف کردیا یعنی تمام شیعون کو رجعت خیالی کا منتظر بنا گئے اور یہ سمجھا دیا کہ حضرت صاحب الامر کبھی غار مین سے نکلین گے اور قیامت سے پہلے بہت سے مردے زندہ ہوجاینگے اور بڑا احیاؤ ہو گا شیعونکی سلطنت ہوگی وہ ظالمون کو زندہ کرکے سزا دین گے قسم قسم کے تماشے ہونگے۔ یہ ناول شیعون کو ایسا دلچسپ معلوم ہوا جسکی دلفریبی نے اس شبہ لاحل کو اونکی نگاہون مین حل کردیا اور اس معاملہ پر غور کامل کرنے سے روکدیا۔

یہ زرارہ ایسا منکر امام تھا کہ ایک مرتبہ امام باقر علیہ السلام سے بحث کر رہا تھا اور انکے قول کو بار بار رد کرتا تھا اور ہرگز نہین مانتا تھا اور چاہتا تھا کہ امام کو قائل کردے آخر اس نے اپنے دل مین جو کچھ خیال باندھ لیا وہ اصول کافی مین اسطرح مذکور ہے۔

عن زرارۃ قال قلت فی نفسی شیخ لاعلم لہ بالخصومۃ زرارہ کہتا ہے کہ مین نے اپنے دل مین

کہا (یہ بوڑھا ایسا ہے کہ مناظرہ کا طریقہ جانتا ہی نہیں)

خلیل قزوینی نے صافی شرح کافی میں اسکا ترجمہ یون کیا ہے۔

"این پیر بے دماغ شدہ نمے داند روش گفتگو با خصم" حالانکہ اسکے بعد جب امام نے بدلیل اس کو الزام دیا اسوقت زرارہ نے اپنی جہالت کا اقرار کیا لیکن جب تک الزام نہ کھایا تب تک نہ مانا اور امام کے قول کو حجت نہ سمجھا اسکی وجہ یہی تھی کہ زرارہ امام باقر علیہ السلام کی امامت کا معتقد نہ تھا چنانچہ سابق مذکور ہو چکا کہ اصحاب ائمہ ائمہ کی عصمت کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے اور جو معصوم نہین وہ امام بھی نہیں۔

ملا باقر مجلسی نے بھی حق الیقین مین یہ قول نقل کیا ہے کہ جو اصحاب ائمہ منکر عصمت ائمہ تھے ان مین زرارہ اور ابو بصیر بھی شامل تھے چنانچہ عبارت حق الیقین کی یہ ہے

"در باب جماعتے وارد شدہ است کہ اجماع صحابہ بر ضلالت ایشان است مثل زرارہ و ابو بصیر۔"

اس تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ زرارہ اور ابو بصیر کی ضلالت اجماعی ہے۔ یہ زرارہ اور ابو بصیر وہ شخص ہیں کہ شائد ایک ثلث حدیثیں کافی کی انھیں کی روایت سے ہیں اس بیان سے معلوم ہو گیا کہ اصحاب ائمہ کی کیا حالت تھی اور احادیث شیعہ کے راوی کیسے ہیں یہی لوگ ہیں جنھوں نے مذہب شیعہ کو نقل کیا ہے

ملہ جلد ثانی صافی کتاب الایمان والکفر صفحہ ۲۵۵ ملہ حق الیقین صفحہ ۷ حد ۷

شیعوں نے اصحاب رسول کو معاذاللہ مرتد سمجھ لیا۔ ائمہ کی حالت ایسی فرض کرلی کہ وہ بغرض مصلحت جھوٹ بولا کرتے تھے۔ جھوٹے مسئلے بیان کیا کرتے تھے۔ اصحاب ائمہ کی یہ حالت تھی جو مذکور ہوئی۔ اب فرمائیے دین رسول حاصل ہونے کا کیا ذریعہ ہے۔

۱۲۱ **کیا عوام** یہ سنکر پریشان نہ ہونگے کہ روایات شیعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ائمہ کی یہ عادت تھی کہ عمداً جھوٹے مسئلے بغیر تقیہ کے بھی بیان کیا کرتے تھے۔ فروع کافی[1] مین سلمہ بن محرز سے روایت ہے۔

قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام ان رجلا ارمانیا مات واوصی الیّ بترکتہ فقال لی وما الارمانی قلت نبطی من انباط الجبال مات واوصی الیّ بترکتہ وترک ابنتہ قال فقال لی اعطہا النصف قال فاخبرت زرارۃ بذلک فقال لی اتقاک انما المال لہا =	وہ کہتا ہے کہ مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک شخص ارمانی مرگیا اور اس نے اپنے مال متروکہ کا وصی مجھے بنایا تھا امام نے پوچھا ارمانی کسے کہتے ہین مین نے کہا کہ ایک پہاڑی قوم ہے ان مین سے ایک شخص مرگیا اور مجھے اپنے ترکے کا وصی بنا گیا اور اپنی ایک بیٹی چھوڑی راوی کہتا ہے کہ امام نے مجھسے کہا کہ اس بیٹی کو نصف مال دیدے۔ راوی کہتا ہے کہ مین نے زرارہ کو اسکی خبر کی تو اس نے مجھسے کہا کہ امام نے تجھسے تقیہ کیا صحیح یہی ہے کہ

[1] فروع کافی کتاب المواریث صفحہ ۵۴

قال قد خلت علیہ بعد فقلت اصلحک اللہ ان اصحابنا زعموا انک اتقیتنی فقال واللہ ما اتقیتک ولکنی اتقیت علیک ان تضمن فھل علم بذلک احد قلت لا قال فاعطھا ما بقی۔

کہ سب مال بیٹی کا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ اسکے بعد پھر مین امام کے پاس گیا اور مین نے کہا کہ اللہ تیری اصلاح کرے بیشک ہمارے اصحاب گمان کرتے ہین کہ تو نے مجھسے تقیہ کیا۔ امام نے فرمایا کہ واللہ مین نے تجھسے تقیہ نہین کیا۔ اور لیکن مین نے تجھکو بچایا تھا کہ کہین تجھپر تاوان نہ پڑے کیا اسکی کسی کو خبر ہوگئی ہے مین نے کہا نہین۔ امام نے کہا کہ بیٹی کو دیدے جو باقی ہے۔

اسی مضمون کی ایک اور روایت اسی کتاب مین عبد اللہ بن محرز سے ہے۔

قال سالت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن رجل اوصی الیّ وھلک وترک ابنتہ فقال اعط الابنۃ النصف واترک للموالی النصف فرجعت فقال اصحابنا لا واللہ ما للموالی شیٔ فرجعت الیہ من قابل فقلت ان اصحابنا قالوا لیس للموالی شیٔ۔

وہ کہتا ہے کہ مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک شخص نے اپنے مال کا مجھکو وصی بنایا اور وہ مرگیا اور اس نے اپنی بیٹی چھوڑی تو امام نے فرمایا کہ بیٹی کو آدھا مال دیدے اور غلامون کے لئے آدھا چھوڑ دے جب مین وہان سے آیا تو ہمارے اصحاب نے کہا کہ واللہ غلامون کا کچھ بھی حصہ نہین۔ پھر مین سال آیندہ مین امام کے پاس گیا اور مینے کہا کہ ہمارے اصحاب یہ کہتے ہین کہ غلامون کا کچھ

واحما اتقاك نفقال لا واللہ ما اتقيتك ولكن خفت عليك ان تؤخذ بالنصف فان كنت لا تخاف فادالنصف الآخر الى ابنته فان اللہ سيودي عنك	یعنی حصہ نہین اور بیشک امام نے تجھسے تقیہ کیا تو امام نے فرمایا کہ واللہ مین نے تجھسے تقیہ مین کیا اور لیکن مین نے تجھپر خوف کیا کہین تجھسے نصف کا مواخذہ نہو پس اگر تجھکو خوف نہو تو دوسرا نصف بھی اُسکی بیٹی کو دیدے پس بیشک اللہ تجھسے ادا کردیگا

صحیح مسئلہ یہ ہی کہ جب بیٹی کے سوا کوئی اور وارث نہین ہی توسب مال بیٹی کو ملیگا غلامون کو میراث مین کچھ نہین ملتا مگر امام نے یون بتادیا کہ بیٹی کو آدھا مال دے اور باقی غلامون کے واسطے رکھ یہ حکم سراسر غلط اور باطل تھا آخر زرارہ وغیرہ نے امام کی غلطی پکڑی اور سال آیندہ مین جب وہ سائل پھر امام کے پاس گیا اور یہ سارا قصہ بیان کیا تب امام کو اپنی غلطی پر تنبیہ ہوئی اور یہ بھی خیال آیا کہ سب مین رسوائی ہوگی اس لئے یہ بھی پوچھا کہ کسی کو اس مسئلے کی خبر تو نہین ہوئی سال بھر تک سائل غلطی مین پڑا رہا بڑی خیر ہوئی کہ امام کے قول پر عمل نہین کیا۔ ورنہ غلامون کو آدھا مال دیدیتا اور وہ خورد برد کرجاتے توکیسی حق تلفی ہوتی۔
یہان تقیہ کا احتمال بھی نہین کہ سب مسلمانون کا مذہب یہی ہی کہ ایسی صورت مین کل مال بیٹی کو ملتا ہی۔ اسوقت خلفا کے فیصلے بھی اسی کے مطابق ہوتے تھے پھر امام کو سچا مسئلہ بتانے مین جان کا خوف کیا تھا جو تقیہ کرتے۔
قطع نظر اسکے امام نے قسم کھا کر کہا کہ مین نے تجھسے تقیہ نہین کیا۔ اس کے سوا

امام جعفر صادق علیہ السلام کے عہدنامہ میں تقیہ کی ممانعت تھی۔ اس سب کے علاوہ پوچھنے والا شیعہ خالص مخلص تھا اُس سے تقیہ کیوں کرتے۔

اب حضرات شیعہ فرمائیں کہ کیا انھیں ائمہ کی اطاعت واجب تھی جنکو ایسے مشہور مسئلے بھی معلوم نہ تھے جب امام کو اپنی غلطی پر تنبیہ ہوئی تو رفع ندامت کے واسطے سائل کے سامنے یون تاویل کی کہ مین نے جھوٹا مسئلہ اس لئے بتا دیا تھا کہ کہین غلام تجھسے جھگڑا نکرین اور تجھے تاوان نہ پڑے یہ کیسی غلط تاویل تھی۔ جب غلامون کا کچھ حق نہین تو پھر وہ کس بنا پر جھگڑا کر سکتے۔ بالفرض یہ بھی خیال ہوتا تب بھی امام کو جھوٹا مسئلہ بتانا جائز نہ تھا۔ اور غلامون کا شر دفع کرنے کے لئے حکام کی عدالتین موجود تھین۔

زرارہ اگر امام جعفر صادق علیہ السلام کو امام جانتا تو اسطرح اونکی غلطی پکڑ کے اونکو رسوا نکرتا بلکہ اونکے جھوٹے فتوے کو بھی سچا جان لیتا۔ اس اعتراض مین زرارہ کے ساتھ اور بھی اصحاب ائمہ شریک ہوتے اس سے اوسی قول کی تائید ہوتی ہے کہ اصحاب ائمہ ائمہ کو معصوم نہین جانتے تھے۔ بالفرض اگر ان معترضین کو امام کے تقیہ کا احتمال ہوا تھا تو تقیہ کے راز کو فاش کیون کیا۔ یہ راز فاش کرنا ایسا گناہ تھا جیسے امام کو عمداً قتل کرنا۔ بہرحال زرارہ اور دیگر اصحاب ائمہ جنھون نے امام کی غلطی پکڑی یا منکر امام تھے یا امام کے ایسے دشمن تھے جیسے قاتل۔

عوام یہ سنکر بھی حیران ہونگے کہ ائمہ اپنی امامت کا فقط ممبران کمیٹی سبائیہ

کے سامنے اقرار کیا کرتے تھے انکے سوا اوروں کے سامنے انکار کرتے تھے چنانچہ مجالس[1] المومنین مین لکھا ہی۔

"در کتاب مختار از سعید منقول ست کہ گفت. وزیرے در خدمت امام جعفر علیہ السلام بودم کہ دو کس در مجلس اذن دخول طلب ند و انحضرت ایشان را اذن کرد چون نشستند یکے از ایشان از اہل مجلس پرسید کہ آیا در شما امام مفترض الطاعۃ ہست آن حضرت فرمودند کہ چنین کسے درمیان خود نمی شناسیم او گفت در کوفہ قومے ہستند کہ زعم ایشان آنست کہ درمیان شما امام مفترض الطاعۃ موجود ست و ایشان دروغ نمی گویند زیراکہ صاحب ورع و اجتہاد اند و از جملہ ایشان عبداللہ یعفور و فلان فلان اند۔ پس انحضرت فرمودند کہ من ایشان را باین اعتقاد امر نکردہ ام گناہ من دران چیست و مقارن این گفتار بر رخسار مبارک او آثار احمرار[2] و غضب بسیار ظاہر شد و چون آن دو کس اورا در غضب دیدند از مجلس برخاستند و چون از مجلس بدر شدند انحضرت باصحاب خود فرمود کہ آیا می شناسید این دو مرد را گفتند بلے ایشان از زیدیہ اند و گمان آن دارند کہ شمشیر حضرت رسول نزد عبداللہ بن الحسن ہست پس انحضرت فرمود کہ دروغ گفتہ اند و بارہا بر ایشان لعنت فرستادہ"

[1] مجالس المومنین مطبوعہ طہران صـ ۲۳۲ مجلس پنجم ذکر سعید [2] احمرار یعنی سرخی مراد یہ ہے کہ غصہ مین امام کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

یہ عبارت ہمنے بقدر ضرورت نقل کی اسکے بعد یہ ہے کہ جب وہ دونون سائل چلے گئے تو امام نے اپنی امامت کی نشانیون کا ذکر شروع کردیا۔ اب یہ فرماتے کہ امام نے ان دونون پر کیون لعنت کی وہ محض بے قصور تھے اور امام مفترض الطاعت کی خبر سنکر کوفہ سے امام کی تلاش مین آئے تھے امام نے خود اپنی امامت سے انکار کردیا اب اونکی کیا خطا ہے اگر قیامت کے دن ان سے یہ سوال ہوا کہ تم اپنے زمانہ کے امام پر ایمان کیون نہ لائے تو اونکے پاس معقول جواب موجود ہے کہ امام صاحب نے خود اپنی امامت سے انکار کیا تھا۔ ایسی امامت کا کیا اعتبار جسکا کسی کے سامنے اقرار اور کسی کے سامنے انکار۔

امام نے صاف کہدیا کہ نہ مجھکو امام مفترض الطاعت کی خبر نہ مین نے عبداللہ بن یعفور وغیرہ اہل کوفہ کو یہ حکم دیا کہ مجھکو امام مفترض الطاعت سمجھین اگر وہ اپنی طرف سے کہتے ہیں تو اس مین میرا کیا گناہ ہے۔

اب فرمائیے کہ یہ قول امام کا سچ تھا یا جھوٹ۔ امام کو تو یہ خبر سنکر ایسا غصہ آیا کہ اونکا مونھ سرخ ہوگیا۔ یہ غصہ عبداللہ بن یعفور وغیرہ پر تھا جنھون نے اپنی طرف سے امام جعفر صادق علیہ السلام کو امام مفترض الطاعت بتایا تھا۔

یہ حدیث اصول کافی[1] مین بھی موجود ہے چنانچہ جو مضمون ہم لکھ چکے ہین اوسکے بعد کا حصہ جو کافی مین موجود ہے حاصل اُسکا یہ ہے کہ امام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی تلوار ہمارے پاس ہے عبداللہ بن حسن نے بلکہ اسکے باپ نے بھی

[1] اصول کافی صفحہ ۱۴۳

کبھی اسکو نہ دیکھا ہو گا اگر وہ دونون سچے ہین تو اس تلوار کی علامتین بتادین
پھر امام نے فرمایا کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلعم کی زرہ اور خود اور مغفر اور علم
ہے اور ہمارے پاس الواح موسی اور عصای موسی اور خاتم سلیمان ہے اور ہمارے
پاس وہ اسم اعظم ہے جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں اور مشرکوں کے بیچ میں بیان
کر دیتے تھے تو مشرکون کا تیر مسلمانون تک نہین پہنچتا اور ہتھیار نشانی امامت
کی نشانی ہے جسکے پاس ہتھیار نہین وہی امام ہے۔
یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ امام نے اپنے امام مفترض الطاعت ہونے کا انکار
کیا اور آخر مین مطلق امامت کا اقرار کیا جسکے معنی فقط پیشوا کے ہین اور ایسی امامت
ان مین سنیون کو بھی تسلیم ہے۔ پس ان دونون قولون مین تناقض نہین اور
اگر اخیر قول کے یہ معنی سمجھے جاوین کہ آخر مین امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے
آپکو امام مفترض الطاعۃ بتایا تو اس سے لازم آوے گا پہلے جو امام نے انکار
کیا تھا وہ صریح جھوٹ بولا تھا جو بڑے شرم کی بات ہے۔
افسوس کہ حضرات شیعہ امام کے قول کو جھوٹا سمجھنے پر بڑے دلیر ہین کچھ بھی
شرم نہین کرتے اور با این ہمہ انکو مفترض الطاعت بھی سمجھتے ہین جسکا امام خود
انکار کرتے ہین۔
امام جعفر صادق علیہ السلام کو تو تقیہ کرنا جائز ہی نہ تھا اس لئے کہ اللہ انکو حکم
کر چکا تھا کہ تم اللہ کے سوا کسی سے مت ڈرو اور تم حفاظت اور امان مین رہوگے

قطع نظر اسکے جب اونکے پاس انگشتری حضرت سلیمان علیہ السلام کی موجود تھی تو ہر شخص کو مسخر کر سکتے تھے اونکے پاس عصائے موسی موجود تھا جو اژدہا بنکر سب دشمنون کو نگل جاتا اونکے پاس اسم اعظم موجود تھا جسکی برکت سے کوئی آسیب نہ پہونچتا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کو بذریعہ نجوم و جفر وغیرہ علوم الہیہ کے یہ بھی معلوم تھا کہ ان دونون شخصون سے اونکو ایذا و مضرت نہ پہنچے گی۔ پھر امام کو کیا خوف تھا اور کیون جھوٹ بولتے۔

اگر امام ان آثار انبیاء سے کچھ کام نہین لے سکتے تھے تو بیکار یہ چیزین اونکو کیون دیگئی تھین اور جب وہ ڈر کے مارے جھوٹ بولتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہتھیار اُن کو کیون ملے تھے۔

چون تقیہ شعار ایشان بود
بر ائمہ سلاح جنگ چہ سود

اور جب امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے مفترض الطاعت ہونے سے انکار کیا اور یہ بھی فرمادیا کہ مین نے کسیکو یہ حکم نہین کیا تو مذہب شیعہ بالکل باطل ہوگیا اب شیعہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو اس قول مین جھوٹا بنا کر اونکو امام مفترض الطاعة بتاتے ہین۔

اب اگر یہی فرض کیا جاوے کہ امام نے بہ لحاظ مصلحت جھوٹ بولا تھا تو عبد اللہ بن یعفور وغیرہ اصحاب امام نے جو کوفہ مین امام کے اس راز کو فاش کیا

وہ نافرمان اور مرتکب گناہ کبیرہ اور قاتل امام تھے۔

یہین سے سمجھنے والے سمجھ سکتے ہین کہ یہ لوگ کس طرح امام پر افترا کیا کرتے تھے اور امام کو اُسکی خبر ہی نہ ہوتی تھی۔ اس روایت کے اول کے انکاری حصہ کے ساتھ آخر کا اقراری حصہ اس لئے تصنیف کیا گیا کہ پہلا حصہ مصلحتی جھوٹ بن جاوے

تعجب ہے کہ عصائے موسیٰ نے معرکۂ کربلا مین جناب امام حسین علیہ السلام کو کچھ کام ندیا کہ اژدہا بنکر دشمن کی تمام فوج کو نگل جاتا۔ نہ خاتم سلیمان نے دشمنون کی تمام فوج کو مسخر بنایا اور اس سے بھی اوسی مضمون کی تائید ہوتی ہے جو پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ جناب امام حسینؑ نے باوجود قدرت کے بچاؤ کے طریقے اختیار نہ کئے اور قصداً اُس معرکہ مین موت قبول کی۔

موسیٰ کی عصا کا تھا فقط نام تو بیکار ☆ خاتم بھی سلیمان کی ندی کام تو بیکار
جب خوف یہ غالب تھا کہ کہہ سکتے نہ تھے حق ☆ پھر گھر مین پیمبر کی تھی صمصام تو بیکار

اب حضرات شیعہ انصاف فرمائین کہ یہ کیسے امام مفترض الطاعت تھے کہ علانیہ جھوٹ بولا کرتے تھے مکہ مین مشرکین کا کیسا غلبہ تھا مگر کبھی رسول نے مشرکین کے خوف سے بتون کی تعریف نہین کی۔ شرک کو جائز نہین کہا۔ اپنی رسالت سے انکار نہین کیا پھر ائمہ نے علانیہ جھوٹے حکم دینے کا طریقہ کیون اختیار کیا۔ کبھی حرام جانور کو حلال کردیا۔ کبھی بیٹی کی میراث کا مسئلہ غلط بتادیا۔ حالانکہ اس مسئلہ مین تقیہ بھی نہ تھا محض بے علمی تھی۔ کبھی اپنی امامت سے صاف انکار کردیا۔ عام مجلسون مین

ہمیشہ سُنّی بنے رہے۔ اپنے مخلصین شیعہ میں بھی اختلاف ڈالتے رہے اور ایک سوال اگر تین آدمیوں نے پوچھا تو ہر ایک کو جُدا جواب دیا۔

جب بزعم شیعہ بعد رسولؐ کے دین رسول کا مدار ہر زمانے مین ایک امامؑ پر ٹھہرا اور ائمہ کی یہ حالت تھی تو اب فرماوے کہ ائمہ کا کونسا قول سچا مانا جاوے **ائمہ** کو اللہ نے اس لئے امام مقرر کیا تھا کہ بندے اونکے احکام کی اطاعت کرین پس ضرور ہے کہ اللہ اونکی آپ حفاظت کرے کہ احکام باطل اونکی زبان پر جاری نہ ہون اس لئے کہ احکام باطلہ کا اونکی زبان پر جاری ہونا اللہ کی اس غرض کے منافی ہے جس غرض سے اونکو امام مفترض الطاعۃ مقرر کیا ہے۔ ملای مجلسی نے حیات القلوب[1] مین فرمایا ہے۔

"چون غرض از بعثت ایشان اینست کہ مردم اطاعت نمایند و ہرچہ از اوامر و نواہی الٰہی بایشان فرمایند امتثال کنند اگر معصوم (یا محفوظ) نگرداند ایشانرا منافی غرض از بعثت خواہد بود و بر حکیم روا نیست کہ فعلی کند کہ منافی غرض او باشد"

قرآن مین اللہ نے صاف فرمادیا ہے فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ یعنی اُن سے مت ڈرو مجھ سے ڈرو۔ اور نیز اللہ نے فرمایا ہے فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ یعنی اگر تم مومن ہو تو اُنسے مت ڈرو مجھ سے ڈرو۔ اور نیز اللہ کا حکم پہنچانے والون کی صفت قرآن مین یہ مذکور ہے۔ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ اللہ سے ڈرتے ہین اور اللہ کے سوا کسی سے نہین ڈرتے۔ اس آیت سے صاف

[1] حیات القلوب جلد اول صفحہ ۱۲

ظاہر ہوگیا کہ جو لوگ امامت کا دعوی کریں اور آدمیون سے ڈر کر اللہ کے حکم چھوڑ دیتے ہیں یا ان کریں وہ ہرگز اللہ کا حکم پہنچانے والے نہیں۔

شیعہ کہتے ہین کہ یہ آیتین متروک العمل ہین اس لئے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر عمل نہین کیا اور مشرکین سے ڈر کر غار مین جان چھپائی۔

مگر اسکا جواب یہ ہی کہ رسول نے ہمیشہ انھین کے مطابق عمل کیا اور مشرکین سے کبھی خوف نکیا ہمیشہ اونکے سامنے شرک اور بتون کی برائی صاف صاف بیان کرتے رہی کبھی انسے ڈر کر کوئی حکم خلاف حق بیان نہین کیا اور غار مین تشریف لیجانا خوف کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس وجہ سے تھا کہ اسوقت تک جہاد کی اجازت نہ تھی۔

البتہ موافق روایات شیعہ ائمہ نے ان آیتون کے خلاف عمل کیا اس لئے کہ مخالفون سے ڈر کر علانیہ جھوٹے مسئلے بیان کرتے تھے اور عام مجلسون مین اپنے آپ کو سنی کہتے تھے خلفا کی تعریف کرتے تھے۔ اللہ پر ان کو کچھ بھی توکل نہ تھا۔

اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرنے کا حکم اگرچہ قرآن مین بھی موجود تھا مگر ائمہ کے واسطے بالتخصیص بھی عہد ناموں میں یہی حکم نازل ہوا جن مین امام باقر اور امام جعفر علیہم السلام سے خاص خطاب تھا مگر پھر بھی اونکا خوف زائل نہ ہوا اور ڈر کے مارے جھوٹے مسئلے علانیہ بیان کرتے رہے۔ انبیاء سابقین نے

نے کیسی کیسی ایذائین اوٹھائین مگر کلمہ حق سے کبھی تجاوز نہین کیا۔ تو شیعون کے اعتقاد مین انبیاء سابقین سے بھی افضل ہین پھر اونھون نے جھوٹے مسئلے کیون بیان کئے جب کہ اللہ نے قرآن مین یہ حکم دیا ہے کہ میرے سوا کسی سے نہ ڈرو تو اسکے ساتھ بھی خبر دی ہے کہ اللہ کی یہ عادت ہے کہ صالحین کا مددگار اور کارساز ہوتا ہے چنانچہ فرماتا ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ اور اللہ کارساز ہوتا ہے صالحین کا پھر ائمہ کو اس وعدہ پر اعتماد کیون نہ تھا اور جھوٹے مسئلے کیون بیان کرتے تھے۔

جناب سیدہ علیہا السلام نے باوجود عورت ہونے کے اتنا بھی خوف نہ کیا کہ دعوی فدک سے دست بردار ہون بلکہ اتنی جرات کی کہ گھر سے باہر نکلکر عمر سے ہاتھاپائی کی (معاذ اللہ) اور ائمہ پر باوجود مرد ہونے کے ایسی پست ہمتی چھائی کہ ڈر کے مارے جھوٹے حکم بیان کرنے لگے۔

جناب امام حسین علیہ السلام نے قتل ہونا گوارا کیا مگر تقیہ نکیا یہ جرات باقی ائمہ کو کیون نہ نصیب ہوئی۔ حال آنکہ ائمہ اگر دعا کرتے ضرور مقبول ہوتی مگر تعجب ہے کہ ائمہ نے اپنے خوف دور ہونے کی دعا بھی نہ مانگی عصائے موسی اور خاتم سلیمان جو اونکے پاس تھی اوس سے بھی کام نہ لیا۔ رسول کے ہتھیارون کو معطل کیا اور گھر مین چھپا کر رکھ چھوڑے ان سے کام لینے کی بھی جرات نہ ہوئی۔

سب سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ اونکو اپنی موت کا وقت بھی معلوم تھا مرنا

اپنے اختیار مین تھا جو حوادث ان پر واقع ہونے والے تھے وہ بھی پہلے سے معلوم تھے پھر کیا خوف تھا چنانچہ اصول[۱] کافی مین ایک باب اسی بیان مین باندہا ہے۔

باب ان الائمۃ علیہم السلام یعلمون متی یموتون وانہم لا یموتون الا باختیار	باب اس بیان مین کہ ائمہ علیہم السلام جانتے ہین کہ کب مرینگے اور وہ نہین مرتے مگر اپنے اختیار سے

جن لوگون کو اپنی موت کا وقت معلوم نہ ہو وہ تو موت کے خوف سے ڈرتے ہین ائمہ کو تو اپنی موت کا وقت معلوم تھا اس سے پہلے ہرگز اونکو موت کا خوف نہین ہوسکتا تھا پھر کیون ڈرتے تھے اور جھوٹے مسئلے کیون بیان کرتے تھے

ائمہ پر جتنے حوادث آنے والے ہوتے ہین وہ سب اونکو پہلے سے معلوم ہوتے ہین چنانچہ اصول[۲] کافی مین ہے۔

عن ابی بصیر قال قال ابو عبد اللہ علیہ السلام ای امام لا یعلم ما یصیبہ والی ما یصیر فلیس ذلک بحجۃ اللہ علی خلقہ	ابو بصیر سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جس امام کو یہ معلوم نہ ہو کہ اسکو کیا پہنچنے والا ہے اور اسکی کیا حالت ہونے والی ہے وہ مخلوق مین اللہ کی حجت نہین

پس ہر ہر امام کو اپنے حوادث پہلے ہی سے معلوم تھے اس سے زیادہ کوی آفت اونپر نہین آسکتی پھر جھوٹے فتوے کیون دیتے تھے۔

[۱] اصول کافی صفحہ ۱۵۸ [۲] اصول کافی صفحہ ۱۵۸

اب اگر یہ بھی فرض کرو کہ اونکو اپنی جان کا خوف تھا اس لئے جھوٹے مسئلے بیان کرتے تھے تو بھی تعجب ہی کہ انھون نے یہ خیال کیون نہ کیا کہ اگر حق کہنے پر مارے جائین گے تو شہید اکبر ہونگے پھر ایسی موت سے کیون بھاگتے تھے اگر اپنی جان اس لئے عزیز تھی کہ ہدایت کا کام اُنسے متعلق تھا تو یہ بھی معلوم تھا کہ زمانہ امام سے خالی نہین رہتا اونکے مرتے ہی اونکا جانشین قایم ہو جاے گا ظاہری قوت بھی اونکو ایسی تھی کہ پوری فوج تیار کر سکتے تھے اس لئے کہ بہت سے مسلمان اہلبیت کی مدد پر آمادہ تھے بڑی دلیل اسکی یہ ہی کہ سادات نے جب کبھی خروج کیا ایک بھاری فوج اونکے ساتھ ہوتی تھی شکست کی وجہ سو تدبیری تھی اگر ائمہ بذات خود جہاد کا انتظام کرتے تو غالبًا فتح پاتے اور چونکہ خاندان سادات مین ائمہ سب مین افضل سمجھے جاتے تھے اگر یہ خروج کرتے تو انکے ساتھ جمعیت بھی زیادہ ہوتی اکثر لوگ لشکر زید شہید کے اس لئے بھاگے کہ امام ساتھ نہ تھے انھین کے بھاگنے سے اور ون کے پاون اُکھڑ گئے یہی وجہ شکست کی ہوئی چنانچہ مجالس المومنین[1] مین سلیمان بن خالد کے بھاگنے کی وجہ یہی لکھی ہے۔

امام زین العابدین علیہ السلام پر خوف و ہراس ایسا غالب ہوا کہ باپ کی غیرت کو بھول گئے اور یزید کے سامنے نہایت عاجزی کے ساتھ غلامی کا اقرار کیا مگر جب اونکے مخلصین شیعہ مین سے مختار نے کامل غلبہ پایا اور خون حسینؑ کا پورا انتقام لیا اور کئی برس تک بہت بڑے ملک پر مسلط رہا اوسوقت امام سے

[1] مجالس المومنین مطبوعہ طہران صفحہ ۱۵۰۔

یہ ہوسکا کہ مختار کو ساتھ لیکر بذات خود جہاد کا انتظام کرتے مجالس المومنین مین لکھا ہے۔

"مختار ابن ابی عبیدہ الثقفی رحمہ اللہ تعالےٰ علامہ حلی اورا ازجملہ مقبولان شمردہ۔"

جناب امیر علیہ السلام نے خلافت کا چھن جانا جناب سیدہ علیہا السلام کا گھر سے باہر نکلکر عمر رض سے اتفاقاً کرنا اور آخر کو قتل ہونا فدک کا چھن جانا ام کلثوم کا غصب ہو جانا۔ اپنی گردن مین رسی باندھ کر کھینچا وغیرہ وغیرہ گوارا کیا اور ان ناگوار تلخیون کو شربت کے گھونٹ کی طرح پی گئے۔ مگر جہاد پر کمر باندھنے کی جرات نہ ہوئی۔ حالانکہ عصائے موسیٰ اور خاتم سلیمان اور لشکر جنات اور اختیار اظہار معجزات کے علاوہ شجاعت ذاتی۔ اور تمام جوانان بنی ہاشم اور قبیلہ بنو حنیف جان نثاری کے لیے موجود تھے۔ مجالس[1] المومنین مین لکھا ہے۔

"بنو حنیف طائفہ از عرب بادیہ اند کہ در زمان حضرت رسالت پناہ مسلمان شدند و رئیس آن قوم مالک بن نویرہ بود کہ از اراداف ملوک و شجاعان روزگار بود و شرف صحبت حضرت رسالت پناہ دریافتہ بود و ہمگی ایشان الجملہ محبان علی بن ابیطالب بودند"

اسکے بعد مجالس المومنین مین یہ قصہ لکھا ہے کہ مالک بن نویرہ ابوبکر رض کے خلیفہ ہوجانے کی خبر سنکر مدینہ مین آیا اور مسجد مین جاکر ابوبکر رض سے لڑا اور نص امامت جناب امیر یاد دلائی اور دونون طرف سے سخت کلامی واقع ہوئی پھر ایک جماعت نے لکدکاری کی

[1] مجالس المومنین مطبوعہ طہران صفحہ ۴۵

کر کے مالک کو نکالدیا اور اسکے لیے ابو بکرؓ نے خالد کو فوج کے ساتھ مالک سے لڑنے کے لیئے بھیجا۔

اگر جناب امیر اس قوم کو ساتھ لیکر جہاد کرتے تو اچھی خاصی فوج اونکے واسطے موجود تھی غضب تو یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کی حمایت کی وجہ سے جب مستجد مین مالک کی للکاری ہوئی اسوقت بھی جناب امیر نے مالک کی ذرابھی مدد نہ کی اور جب خلیفہ اول کی فوج غضب الٰہی کی طرح قوم بنو حنیف پر پہنچی اسوقت بھی جناب امیر نہایت رضامندی کے ساتھ یہ تماشا دیکھتے ہی اور اپنے جان نثارون کی ذرا بھی معاونت نہ کی ورنہ اگر اس قوم کو حسن تدبیر کے ساتھ لڑاتے تو کیا عجب تھا کہ فتح پاتے جس طرح رسول کے زمانہ مین فقط ایک جناب امیر کی جنگ سے بڑی بڑی معرکے فتح ہو گئے۔ کیا تعجب تھا کہ مالک کی فوج مین بھی جناب امیر کی شراکت وہی جلوہ دکھادیتی بلکہ جناب امیر نے یہ کیا کہ جب اس قوم کے قیدی گرفتار ہو کر آئے تو اُن مین سے ایک باندی خولہ اپنے حرم سرا مین داخل کرلی جو محمد بن حنفیہ کی مان ہے۔ اس الزام کو مٹانے کے لئے شیعون نے عجیب عجیب روایتین تصنیف کرلی ہین۔

اس کے علاوہ اگر جناب امیر کوشش کرتے تو تمام انصار کو اپنے ساتھ کرلیتے اس لئے کہ انصار کے قبیلہ خزرج کا سردار سعد بن عبادہ جناب امیر کی امامت کا معتقد تھا اور نص رسول کے خلاف عمل کرنا نہین چاہتا تھا اسی وجہ سے خلافت اُن سے نے

قبول نہ کی مجالس[۵] المومنین مین لکھا ہے۔

شیخ فاضل حسن بن علی بن محمد الطبری در کتاب کامل بہائی کہ آنرا بنام صاحب اعظم خواجہ بہاء الدین جوینی نوشتہ ذکر نمودہ کہ سعد بن عبادہ رئیس قبیلہ خزرج واز اتقیاے انصار بود چون مردم در بیعت ابوبکر شروع کردند انصار گفتند چون ترک نص خدا و رسول کردید و اتباع ہوا می کنید یکے از دیگرے اولے نیست ما کہ انصاریم سعد بن عبادہ را رئیس و خلیفہ خویش می کنیم سعد چون این سخن شنید گفت من دین خدا را بدنیا نمی فروشم و خدا و رسول را خصم خود نکنم و این کار قبول نکنم تا ساین من و دیگران پیش خدا تعالی فرق باشد چون سعد چنین گفت کار ابوبکر قوتے گرفت و مردم میل بر آن طرف کردند و از سعد بیعت طلب نمودند ابا کرد و گفت این دروغ بخود نخواہم بدیگرے ہم نخواہم واز براے خاطر دیگران بدوزخ نروم و سعد بر ابوبکر بیعت نکرد و بزمان عمر الحاح کرد او قبول نکرد و از قوت و کثرت قوم وے با وے اکراہی نتوانستند کرد و زہرہ اجبار او نداشتند لاجرم با وے بظاہر می ساختند و در تحصیل بیعت او سلیما می پرداختند تا آنکہ قیس پسر سعد روزے عمر را نصیحت کرد و گفت نصیحت من قبول کن و از سر شفقت بشنو کہ سعد سوگند یاد کردہ کہ بر تو بیعت نکند و از وے بجبر بیعت نتوان گرفت الا بعد از قتل وے و قتل وے منوط ست بقتل جملہ خزرج و قتل خزرج منوط ست بقتل اوس و قتل اوس منوط ست

[۵] مجالس المومنین مطبوعہ طہران صفحہ ۱۰۱ ۹۲ عباسی انگار ۱۲

بقتل جملہ بطون یمن وابن معدو رشما نباشد وبیش از وسع شما ست ؂

پس اگر جناب امیر عزم جہاد کرتے تو سعد بن عبادہ ضرور اونکے ساتھ ہوتے اور سعد کی وہ قوت تھی کہ خلفا باوجود اپنی شان وشوکت کے سعد پر غالب نہین ہو سکتے تھے تمام انصار سعد کے ساتھ ہو کر جناب امیر کے شریک ہو جاتے۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ جناب امیر کے شریک تھے جیسے خالد بن سعید مقدادؓ۔ ابوذرؓ۔ سلمانؓ۔ بریدہ اسلمیؓ۔ عمارؓ۔ ابوالہیثم ابن تیہانؓ۔ عثمان بن حنیف خزیمہ بن ثابتؓ۔ ابی بن کعبؓ۔ ابو ایوب انصاری۔ بلال۔ اسامہ بن زید عباسؓ مع تمام بنی ہاشم کے جن مین عباسؓ کے چارون بیٹے اور جعفر اور حمزہ کی اولاد اور عقیلؓ اور اونکی اولاد وغیرہ شامل تھی۔ قنبرؓ اور جناب امیر کے چند غلام جناب امیرؓ کے ساتھ تھے اور ان مین سے ہر ہر شخص کے ساتھ دو چار آدمی تابعین مین سے بھی تھے۔ بنی ہاشم کے غلامون کی بہت بڑی جماعت تھی۔

ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب مین لکھا ہے کہ بارہ ہزار اصحابی ایسے تھے جو محب اہل بیت اور خالص مخلص تھے عبارت اوسکی یہ ہے۔

(ابن بابویہ) بسند حسن از حضرت صادق روایت کردہ است کہ اصحاب رسول خدا دوازدہ ہزار نفر بودند ہشت ہزار نفر از مدینہ و دو ہزار از اہل مکہ و دو ہزار از رہا و آزادہ کردہا و یکے از ایشان قدری نبودند کہ بجبر قایل باشند و مرجی نبودند کہ گویند ایمان ہمہ کس بیک قسم ست حروری

ـــــ

؎ حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۵۸۸۔

نبودند کہ امیر المومنین را نا سزا گویند و معتزلی نبودند کہ گویند خدا را
در عمل بندہ ہیچ دخل نیست و در دین خدا بہ رائے خود سخن نمے گفتند
و در شب و روز گریہ می کردند و مے گفتن خداوندا روحہائے ما را قبض
کن پیش از آنکہ خبر شہادت حضرت امام حسین بشنویم۔"

پس یہ بارہ ہزار آدمی حضرت علیؑ کے ساتھ تھے جن میں سے آٹھ ہزار خاص مدینہ
میں موجود تھے۔ علمائے شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان صحابہ کا نام اس وجہ سے
معلوم نہیں، کہ جن کتابوں میں انکا ذکر تھا وہ کتابیں مفقود ہو گئیں چنانچہ مجالس[۵۵]
المومنین میں لکھا ہے۔

"متقدمین اصحاب مانند شیخ اعظم محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی کتابہا
در ذکر رجال اخیار از صحابہ سید مختار نوشتہ اند اگرچہ فی الحال از آنہا
اثرے نیست و بواسطہ سوختن وشستن مخالفان خبرے نہ۔"

یہ سب لوگ فقط اس وجہ سے مجبور ہو گئے کہ جناب امیر پر خلفا کی ہیبت ایسی چھا
گئی تھی کہ باوجود اتنی قدرت کے انھوں نے جہاد پر کمر نہ باندھی۔ گویا حبیت
مدعی سست کا حساب ہو گیا۔

حال آنکہ جناب امیر میں ذاتی شجاعت ایسی تھی کہ وہ تنہا بڑی بڑی فوجوں پہ
غالب آتے تھے چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ صلعم وسلم جناب امیر کو اپنی بستر
پر سلا کر غار ثور میں تشریف لے گئے تو صبح کو تمام کفار قریش نے جمع ہو کر جناب

[۵۵] مجالس المومنین مطبوعہ طہران ۱۲۶۸ھ

امیر پر حملہ کیا اس وقت تنہا جناب امیر نے لشکر کفار کو شکست دی اور غالب آئے۔ حیات القلوب[۱] مین لکھا ہے۔

"چون صبح طالع شد کفار قریش ہمہ برخاستند و شمشیرہا کشیدند و بر سر امیر المومنین دویدند و خالد بن ولید در پیش ایشان بود۔ پس آن شیر خدا از جا برجست و روبایشان دوید و خالد را گرفت و دستش را پیچید و او مانند شتر فریاد مے کرد پس شمشیر خالد را گرفت و رو بر ایشان آورد و ہمہ گریختند و چون ہمہ را بیرون کرد شناختند کہ امیر المومنین ست گفتند مارا با تو کارے نیست محمد کجاست حضرت فرمود کہ شما او را بمن سپردہ بودید شما خواستید او را بیرون کنید او خود بیرون رفت۔"

جب کہ اکیلے جناب امیر نے تمام کفار مکہ کو عاجز کر دیا تو اس سے ظاہر ہے کہ ان کو کسی دوسرے کی مدد کی ضرورت نہ تھی وہ اگر تنہا بھی لڑتے تو خلفا پر فتح پاتے کفار نے حملہ اسوجہ سے کیا تھا کہ جناب امیر کو پہچانا نہ تھا اگر جناب امیر اپنی ذات کو ظاہر کر دیتے تو کفار کا گروہ ہٹ جاتا انسے کچھ سروکار نکرتا جناب امیر نے بلا ضرورت جنگ کی حالانکہ اسوقت تک جہاد کی اجازت نہین ہوئی تھی اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر جنگ کے ہجرت کی ورنہ جناب امیر رسول سے زیادہ بہادر نہ تھے رسول کی موجودگی مین کبھی اونکو ایسی جنگ کرنے کا شوق نہ ہوا۔ جناب امیر نے غضب کیا کہ رسول کے باہر چلے جانیکی صاف صاف

[۱] حیات القلوب صفحہ ۲۰۹

نہ ہو تی جبھی تو کفار نے بیرون مکہ رسول کی تلاش شروع کی اسوقت رسول مکہ کے قریب غار مین موجود تھے اگر جناب امیر ایسی تصریح سے خبر نہ دیتے تو شاید کفار کو یہ گمان ہوتا کہ رسول اسی شہر مین کسی کے گھر ہونگے باہر کی طرف اونکا خیال کم جاتا۔ اس قسم کی غلطیان جناب امیر سے اکثر ہوتی تھین یہی وجہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو اپنے ساتھ نہ لیا اور سفر ہجرت مین رفاقت کے لئے ابوبکرؓ کو منتخب کیا افسوس کہ جناب امیر کو بلا ضرورت تو جنگ ناجائز کا ایسا شوق اور ضرورت کے وقت خلفا کے مقابلے مین ایسی گریز کہ بی بی جنگ کے لئے گھر سے باہر نکلے اور خود پردہ نشینی اختیار فرماوین غصب ام کلثوم کے وقت بھی کچھ حس و حرکت نکرین بلکہ غصب ام کلثوم کو اس وجہ سے غنیمت اور مصلحت سمجھین کہ داماد بن جاوینگے تو اسکے بعد عمرؓ جبر نہ کرین گے چنانچہ علامہ شوستری نے مجالس المومنین مین کتاب مشفی مصنفہ سید مرتضی سے ابوالحسن علی بن اسمعیل کا یہ قول نقل کیا ہے۔

"پرسیدند کہ چرا آنحضرت دختر بہ عمر بن الخطاب داد گفت بواسطہ آنکہ اظہار شہادتین میٔمود بزبان و اقرار فضل حضرت امیر سے کرد و درآن باب اصلاح غلظت[1] و فظاظت او نیز منظور بود۔"

دیکھئے جناب امیر کی فطرت کہ عمرؓ کو داماد بنا کر راضی کر لیا حالانکہ جن عمرؓ سے جناب امیر ایسے مجبور تھے کہ اب اونکو داماد بنانے کی ضرورت پڑی یہ وہی عمرؓ ہین جو جناب امیر سے ایسا ڈرتے تھے کہ اونکی صورت دیکھکر بدحواس ہو جاتے تھے چنانچہ حیات[2] القلوب مین ہے

---

[1] غلظت یعنی سختی و فظاظت یعنی درشت خوئی یعنی یہ بھی منظور تھا کہ داماد ہو جانے کی وجہ سے عمرؓ کی سختی و درشت خوئی کی اصلاح ہو جاوے گی ۱۲ [2] حیات القلوب جلد دوم ص۲۷

(علی بن ابراہیم) از ابو وائلہ روایت کردہ است کہ گفت روزے با عمر بن الخطاب براہے سیر رفتم ناگاہ اضطرابے در او یافتم و صداے از سینۂ او شنیدیم مانند کسیکہ از ترس مدہوش شود گفتم چہ شد ترا اے عمر گفت مگر نمی بینی شیر بیشۂ شجاعت را وسعدن کرم وفتوت را کشندہ طاغیان و باغیان را و زنندۂ شمشیر و علم ار صاحب تدبیر را چون نظر کردم علی بن ابیطالب را دیدم گفتم اے عمر این علی بن ابی طالب ست گفت نزدیک من بیا تا شمۂ از شجاعت و دلیری و بسالت او برائے تو بیان کنم۔ بدانکہ حضرت رسولؐ در روز احد از ما بیعت گرفت کہ نگریزیم و ہر کہ از ما بگریزد گمراہ باشد و ہر کہ کشتہ شود شہید باشد و پیغمبر ضامن بہشت باشد برائے او چون بجنگ ایستادیم ناگاہ دیدیم کہ صد نفر از شجاعان و صنادید قریش رُو بما آوردند کہ ہر یک صد نفر یا بیشتر از دلیران با خود داشتند پس مارا از جای خود کندند و ہمہ گریختیم دیدم آنجا علی را دیدیم کہ مانند شیر ژیان کہ بر گلہ موران حملہ کند بر مشرکان حملہ میکرد دیدم ایشان پروائی کرد چون مارا دید کہ میگریزیم گفت قبیح و پارہ پارہ و بریدہ و خاک آلود باد رو ہاے شما کجا میگریزید بسوے جہنم میشتابید چون دید کہ ما بر نمیگردیم حملہ کرد و شمشیرے ہنوز در دست داشت کہ مرگ از آن میچکید وگفت بیعت کردید و بیعت را شکستید واللہ کہ شما سزاوار ترید بکشتہ شدن از آنہا کہ من میکشتیم چون بدیدۂ اش نظر کردیم مانند دو کاسۂ روغن زیت کہ آتش در آن افروختہ باشند رسید و مانند دو قدح پُر خون از شدت غضب سرخ شدہ بود

من جزم کردم کہ مہ مارا بیک حملہ ہلاک خواہد کرد پس من از سائر گریختگان بہ نزدیک او رفتم وگفتم ای ابوالحسن بخدا ترا سوگند میدہم کہ دست از ما برداری۔ زیرا کہ عرب کارشان اینست کہ گاہ میگریزند وگاہ حملہ می کنند ننگ گریختن را برطرف میکنند گویا از روی من شرم کرد و دست از ما برداشت و بر کافران حملہ کرد وتا این ساعت ترس او از دل من بدر نرفتہ ہست و ہر گاہ کہ او را می بینم چنین ہراسان می شوم"

تعجب ہی کہ رسولؐ کی وفات پاتے ہی وہ ہیبت عمرؓ کے دل سے کیون نکلگئی بلکہ جو حالت پہلے عمرؓ کی علیؑ کے سامنے ہوتی تھی اب وہ علیؑ کی عمرؓ کے سامنے ہونے لگی اور جناب امیر اُس طرح آنکھیں لال پیلی بنا لینے کی تدبیر کیون بھول گئے جس سے تمام صحابہ پر ہیبت بیٹھ جاتی۔ اور جناب امیر کی خلافت کا کوئی مزاحم نہ ہوتا یہ تو ایسی تدبیر تھی کہ بغیر جنگ کے کام بن جاتا۔ مگر افسوس کہ جناب امیر کے دل پر ایسی ہیبت بیٹھ گئی تھی کہ اونکو اب اُس طرح آنکھین لال بنا لینے پر قدرت نہ رہی۔ دستور ہے کہ جب سپاہی کے اوسان بگڑ جاتے ہین پھر اُس سے کچھ بھی نہین ہوسکتا اور سارے حربے جو اُسکے پاس ہین بیکار ہو جاتے ہین۔

اسی ہیبت زدگی کی حالت مین جب کبھی اپنی پُرانی شجاعت جناب امیر کو یاد آجاتی تھی تو حکم صبر کو فراموش کرکے لپٹ پڑتے تھے اور دشمن کو پچھاڑ لیتے تھے مگر پھر ضعف قلب کی وجہ سے ہیبت غالب آجاتی تھی اور حکم صبر کا یاد آجاتا جنگ سے گریز کرنیکا

حیلہ ہو جاتا تھا۔ اس وجہ سے بنا بنایا کام بگڑ جاتا تھا چنانچہ ملا باقر مجلسی حق الیقین میں فرماتے ہیں۔

"پس حضرت امیر المومنین بیتاب شد و برجست و گریبان عمر را گرفت و برزمین زد و گردنش را بپچید کہ آنرا بکشد بخاطر آورد وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راکہ اورا امر بصبر و نہی از مقابلۂ ایشان فرمودہ بود دست برداشت۔"

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جتنی دیر تک جناب امیر عمرؓ سے کشتی لڑتے رہے اوتنی دیر حکم رسول کی مخالفت کے مرتکب تھے شاید اُس وقت عصمت زایل ہو گئی ہو گی۔

دوسری بار پھر بھی اتفاق ہوا چنانچہ حق الیقین میں ہے۔

"پس عمر برخاست کہ بر سلمان حملہ کند حضرت امیر المومنین برجست و گریبان آنرا گرفت و اورا برزمین زد و گفت اے پسر ضحاک حبشہ اگر نہ آن باشد کہ پیش نوشتہ شدہ و عہدے کہ از حضرت رسول پیشتر شدہ ہر آئنہ بتو می نمودم کہ کیست کہ یاورش ضعیف ترست و عددش کمتر ست۔"

اس مرتبہ بھی جناب امیر نے صبر چھوڑا اور حکم رسول کی مخالفت کی حالانکہ عہد یاد تھا پس اسوقت بھی صفت عصمت زائل ہو گئی تھی اس روایت سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ جناب امیر ظاہری قوت اور عدد رفقا کی کثرت میں بھی اپنے آپ کو بمقابلۂ خلفا کے غالب سمجھتے تھے اور یہ خیال کہ جناب امیر کا کوئی یار و مددگار نہ تھا محض باطل ہے

یہ بھی ظاہر ہے کہ صبر کا حکم ضعف اور بیکسی کی صورت مین تھا اور جب قوت حاصل ہو رفقا مدد کے لئے موجود ہون تو ہرگز صبر کا حکم نہ تھا ورنہ حضرت علیؑ امیر شام کے مقابلے مین بھی صبر کرتے۔

جناب امیر اگر خلفا کے مقابلے مین عہد صبر پر عمل کرتے تو بار بار کشتی کیون لڑتے اس لئے کہ عہد مین یہی تھا کہ غصہ مت کیجیو۔ اصُول کافی[1] مین ہے۔

علی الصبر منک علی کظم الغیظ } تیری طرف سے صبر چاہئیے غصہ کو پی جانے مین۔

پس جب غصہ کرنا بھی منع تھا تو کشتی لڑنا بدرجۂ اولی منع ہو گا۔

اگر روایات شیعہ پر نظر ڈالی جاوے تو ظاہر ہو گا کہ جناب امیر نے بڑی بڑی قوتین اپنی خلفا کے مقابلے مین ظاہر کی ہین قطب الدین راوندی نے کتاب الخرائج[2] والجرائح مین لکھا ہے۔

ان ابا بکر امر خالد بن الولید ان یقتل علیا اذا سلم من صلوۃ الفجر بالناس فاتی خالد وجلس الی جنب علیؑ ومعہ سیف فتفکر ابوبکر فی صلوتہ فی عاقبۃ ذلک فخطر بالہ ان بنی ہاشم

ابوبکر نے خالد بن الولید کو یہ حکم کیا تھا کہ جب علی فجر کی نماز جماعت سے پڑھ کر سلام پھیرین اسوقت اُنکو قتل کردے تو خالد تلوار لیکر علی کی برابر آبیٹھا پھر ابوبکر نے اپنی نماز مین اس کے انجام کی فکر کی تو اُسکے دل مین یہ خطرہ پیدا ہوا کہ اگر علی مارے گئے تو بنی ہاشم مجھکو قتل کر ڈالین گے جب ابوبکر تشہد سے فارغ ہوا تو سلام پھیرنے سے پہلے خالد

[1] اصول کافی صفحہ ۱۰۳ [2] کتاب الخرائج والجرائح مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۳۲

يتشاور في قتل علي فلما فرغ من
التشهد التفت الى خالد قبل ان
يسلم قال لا تفعل ما امرتك به ثم
قال السلام عليكم فقال علي لخالد
أكنت تريد ان تفعل ذلك
قال نعم فمد يده الى عنقه وخنقه
باصبعيه حتى كادت عيناه
تسقطان من راسه وناشده
بالله ان يتركه وتشفع اليه
الناس فخلاه ثم كان خالد بعد
ذلك يرصد الفرصة والفجاءة
ليقتل عليا غرة فبعث بعد ذلك عسكر
مع خالد الى موضع فلما خرجا من المدينة
وكان خالد مدججا وحوله شجعان قد
امروا ان يفعلوا كلما يامرهم خالد فراى عليا
يجئ من ضيعته منفردا بلا سلاح فلما
دنى منه وكان في يد خالد عمودا

کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ مین نے تجھے جو حکم کیا تھا
اوسپر عمل مت کیجیو اُسکے بعد ابوبکر نے نماز کا سلام
پھیرا۔ پھر علی نے خالد سے کہا کہ کیا تو ایسا کرنا
چاہتا تھا تو خالد نے کہا کہ ہان۔ تو علی نے اوسکی
گردن کی طرف ہاتھ بڑھایا اور دو انگلیون سے
اُسکا گلا اس زور سے گھونٹا کہ اُسکے سر سے اُسکی
آنکھین نکلی پڑتی تھین اور اُس نے اللہ کی قسمین دلانا
شروع کین کہ مجھے چھوڑ دو اور لوگون نے علی سے
اوسکی سفارش کی تب علی نے اُسکو چھوڑا۔
خالد اسکے بعد موقع اور گھات کا منتظر تھا کہ علی کو
دھوکے مین قتل کرے۔ تو اسکے بعد خالد کے
ساتھ لشکر کسی جگہ کو بھیجا گیا جب شہر سے باہر نکلگئے
اور خالد ہتھیار باندھے ہوے تھا اور اُسکے گرد
بہادر لوگ تھے اُن سب کو یہ حکم تھا کہ خالد جو حکم کرے
اُسی کی تعمیل کرین۔ تو خالد نے دیکھا کہ علی اپنے
کھیت سے آتے ہین اکیلے نہتّے اور خالد کے ہاتھ
مین لوہے کا ایک عمود تھا اُسے علی کے سر پر مارنے

من حدید فرفعہ لیضرب بہ علی راس علی فانتزعہ علی من یدہ وجعلہ فی عنقہ فتلہ کالقلادۃ فرجع خالد الی ابی بکر فاحتال القوم فی کسرۃ فلم یتھیا لھم ذلک فلما علموا حالہ قالوا علی ھو الذی تخلصہ من ذلک کما جعلہ فی جیدہ وقد اکان اللہ لہ الحدید کما الانہ لداؤد فشفع ابوبکر الی علی فاخذ القلادۃ وفکہ بعضہ من بعض باصبعہ فبہتوا

کے سر پر مارے تو علی نے اُسکو خالد کے ہاتھ سے چھین لیا اور گلوبند کی طرح موڑ کر خالد کی گردن مین ڈالدیا تو خالد لوٹ کر ابوبکر کے پاس آیا سب لوگون نے اُسکے توڑنے کی تدبیر کی مگر وہ نہ ٹوٹ سکا جب اونھون نے اُسکا حال جان لیا تو یہ کہنے لگے کہ فقط علی وہ شخص ہے کہ اُسی طرح اُس کو نکال سکتا ہے جس طرح خالد کی گردن مین ڈالا ہے اللہ نے لوہا اُسکے ہاتھ مین ایسا نرم کر دیا ہے جیسا داؤد کے ہاتھ مین نرم کر دیا تھا تو ابوبکر نے علی سے سفارش کی تب علی نے اُس گلوبند کو پکڑا اور ایک اُنگلی لگا کر جا بجا سے توڑ دیا تو سب حیران ہو گئے۔

ف بفرض محال اگر کوئی شخص جناب امیر کے قتل کا حکم دیتا (معاذ اللہ) تو عمدہ موقع اُسکا حالت نماز نہین بلکہ عین سجدہ مین تھا اس روایت کے تصنیف کرنے والے نے سلام پھیرنے کے بعد قتل علی کی تجویز اس لئے تصنیف کی کہ قبل سلام ابوبکر کی باتین کرنے کا جوڑ ملا دے۔

یہ قتل کا حکم اُس شخص کی نسبت تصنیف کیا گیا جو نماز مین جناب امیر کا امام تھا اور چونکہ جناب امیر ہرگز مجبور نہ تھے پوری قوت رکھتے تھے اس لئے یہ اقتدا

تقیہ پر محمول نہین ہو سکتا۔

یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ ابو بکر اپنی خلافت کے زمانے مین بھی بنی ہاشم سے ڈرتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ بنی ہاشم علیؑ کے ساتھ ہین۔

جناب امیر کی وہ قوت تھی کہ دو انگلیون سے اُنھون نے خالد کا گلا گھونٹ لیا مسجد مین بہت سے لوگ موجود تھے خلیفہ بذاتِ خود موجود تھا مگر سب ملکر اپنی قوت سے علیؑ کو دفع نہ کرسکے اور مجبور ہو کر علی کی خوشامد کرنا پڑی نہ اسکے بعد خلیفہ کسی طرح اسکا بدلہ علیؑ سے لے سکا۔

جناب امیر خالد پر اُسوقت بھی غالب آئے جب وہ ایک بھاری فوج کے ساتھ تھا اور وہ کُل فوج خالد کی مطیع تھی ایسی حالت مین جناب امیر نے لوہے کے عمود کو موڑ کر طوق کی طرح خالد کے گلے مین ڈالدیا جو پھر کسی تدبیر سے نہ نکل سکا آخر مجبور ہو کر ابو بکرؓ خلیفۂ وقت نے جناب امیر کی خوشامد کی تب جناب امیر نے ایکؑ انگلی کے اشارے سے اُسکے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

اسکے بعد بھی خلیفۂ وقت کو یہ جرات نہ ہوئی کہ اپنی خلافت کی قوت کو صرف کرکے اس حرکت کا جناب امیر سے بدلا لیتے۔

اگرچہ قتل کا حکم فسخ ہو چکا تھا مگر پھر بھی جناب امیر نے خالد کا گلا گھونٹ دیا اور حکم صبر کی مخالفت کی۔

کبھی کبھی جناب امیر نے خلفا کے مقابلے مین عصائے موسیٰ سے بھی کام لیا ہے

کتاب[1] الخراج مین ہے۔

عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ	سلمان فارسی سے روایت ہے کہ علی کو یہ خبر پہونچی کہ
قال ان علیا بلغہ عن عمر ذکر	عمرؓ نے علیؓ کے دوستون کا کچھ ذکر کیا پھر مدینے کے
شیعتہ فاستقبلہ فی بساتین	باغون مین عمرؓ سے سامنا ہوگیا اور علیؓ کے ہاتھ مین
المدینہ وفی ید علی قوس	تلوار تھی۔ تو علی نے کہا کہ اسے عمرؓ مجھے تیری یہ خبر
فقال یا عمر بلغنی عنک ذکرک	ملی ہے کہ تو نے میرے دوستون کا ذکر کیا تو عمر نے
شیعتی فقال اربع علی ظلعک	کہا کہ اپنے اوپر رحم کرو تو علی نے کہا کہ اسی جگہ ٹھہرے
فقال انک لہا ہنا ثم رمی بالقوس	رہو پھر اپنی کمان زمین پر پھینکدی تو دفعتاً وہ ایک
علی الارض فاذا ہو ثعبان کالبعیر	اژدہا اونٹ کی برابر بن گئی پھر وہ اژدہا منہ پھیلاکر
فاغر فاہ وقد اقبل نحو عمر لیبتلعہ	عمر کی طرف دوڑا کہ اسکو نگل جاوے تو عمر نے چیخنا
فصاح عمر اللہ اللہ یا ابا الحسن	شروع کیا کہ خدا کے واسطے اسے ابوالحسن بچاؤ
لا عدت بعدہا فی شیء	اب مین کسی امر مین تمہاری مخالفت نکرونگا اور
وجعل یتضرع الیہ فضرب بیدہ	علیؓ کے سامنے عاجزی شروع کی تب علی نے اس
الی الثعبان فعادت القوس کما کانت	اژدہے پر ہاتھ مارا تو وہ پھر کمان بنگئی جیسی پہلے تھی

پس جبکہ جناب امیر معجزات کی قوت سے بھی خلفا کے مقابلے مین کام لیتے تھے تو پھر ہرگز خلفا سے کمزور نہ تھے۔

تعجب یہ ہے کہ اکیلے عمرؓ کے مقابلے مین ہاتھ پانوؤن کی قوت نے کام نہ دیا

[1] کتاب الخراج صفحہ ۲۰

اور اپنے آپ کو مغلوب سمجھ لیا تب مجبور ہو کر کمان کو اژدہا بنانا پڑا۔

اس سے بڑھ کر تعجب یہ ہے کہ غصب خلافت اور غصب ام کلثوم اور غصب فدک کے وقت اس کمان کو اژدہا کیون نہ بنایا جب گردن مین رسّی باندہ کر کھینچی گئی اُسوقت بھی کچھ حس و حرکت نہ کی اور ہیبت کے مارے مُردہ بدست زندہ کی کیفیت ہو گئی۔ آخر جناب سیّدہ اپنے بچون کو لیکر واویلا مچاتی ہوئین مسجد مین تشریف لائین اور جناب امیر کی جان بچا کر گھر مین لیگئین۔ جب جناب سیدہ کے شکم پر دروازہ گرایا گیا جو باعث شہادت دو معصوم ہوا (معاذاللہ منہا) اُس وقت بھی جناب امیر کمان کو اژدہا بنانے کا عمل بھول گئے۔ جس وقت مجبور ہو کر ابو بکرؓ کی بیعت کی اُس وقت بھی کمان کا اژدہا نہ بن سکا۔

ان سب قوتون کے علاوہ جناب امیر کو ایک قوت یہ بھی حاصل تھی کہ جب چاہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر مبارک سے باہر بلا لیتے تھے اور جو چاہتے تھے کہلوا دیتے تھے۔ حیات القلوب[1] مین لکھا ہے۔

"وایضاً بسند ہای بسیار از حضرت صادق روایت کردہ اند کہ چون ابوبکر از حضرت امیرالمومنین غصب خلافت کرد حضرت باو گفت کہ آیا رسول خدا ترا امر نکرد کہ مرا اطاعت نکنی آن گفت نہ وگر مرا امر می کرد میکردم حضرت فرمود کہ اگر الحال پیغمبر را ببینی و ترا امر کند باطاعت من آیا خواہی کرد گفت آرے حضرت فرمود کہ با من بیا بسوے مسجد قبا چون بمسجد قبا

[1] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۲۶۹ [2] باغ فدک جاحیث لم یجل احوانا یعنی علیؓ کو جب مددگار ملے تو اوکھل سے حالت مجبوری میں سب کر لیا۔ کشف ... صفحہ ۱۳۹

رسیدند ابو بکر دید کہ حضرت رسول خدا ایستادہ است و نماز میکند چون حضرت
از نماز فارغ شد حضرت امیر المومنین گفت یا رسول اللہ ابو بکر انکار میکند کہ
تو اورا امر باطاعت من کردہ حضرت رسول با بو بکر گفت کہ من مکرر ترا امر
کردہ ام باطاعت او برو اورا اطاعت کن ؀

یہ روایت کتاب الخرائج والجرائح مین بھی متعدد سندون سے مروی ہے افسوس کہ
جناب امیر نے فقط ایک ابو بکر کے سامنے مسجد قبا مین یہ کرشمہ ظاہر کیا اگر مسجد نبوی
مین عام مجمع صحابہ کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر کردیتے تو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اس حکم کو سنکر اور اس معجزہ عجیب کو دیکھ کر تمام
صحابہ جناب امیر کے ساتھ ہو جاتے۔

شجاعت ذاتی اور معجزات کی جتنی قوتین تھین وہ جناب امیر کی طرح تمام ائمہ کو برابر
حاصل تھین۔ رفقا اور معاونین کی قوتین بھی باقی ائمہ کو کچھ کم نہ تھین اس لئے کہ بارہا
سادات خروج کرتے تھے اور ہمیشہ انکے ساتھ ایک بھاری فوج ہوتی تھی پس
جناب امیر سے لیکر آخر وقت تک ائمہ کبھی مجبور نہین ہوتے۔ تعجب ہی کہ ان ائمہ نے
باوجود قوت کے خلافت کیون نہ طلب کی جسکی طلب انپر واجب تھی۔ اور جھوٹے
مسئلے بیان کرکے لوگون کو کیون غلطی مین ڈالا۔ جناب امیر نے ایسی ناگوار باتین
کیون گوارا کین۔

حضرت سلمانؓ کی بھی حالت ملاحظہ فرمائیے کہ انھون نے کیسی سختیان جھیلین مگر

تقیہ نکیا۔ حیات القلوب[1] مین تفسیر امام حسن عسکری سے نقل کیا ہی کہ ایک مرتبہ حضرت سلمان یہودیون مین پہنچ گئے تھے اُن مین کچھ وعظ و تلقین کی۔ یہودیون نے کہا کہ ہم تمکو مارتے ہین تم اپنے رب سے دعا مانگو کہ وہ ہمکو نہ مارنے دے سلمان نے یہ دعا نہ مانگی بلکہ توفیق صبر کی دعا مانگی یہودیون نے اتنے کوڑے مارے کہ مارتے مارتے تھک گئے آخر تھک کر اُنھون نے چھوڑا اور وہ تعجب کرتے تھے کہ اتنی مار پر سلمان زندہ کیسے رہے تھوڑی دیر کے بعد یہودیون نے کہا کہ یا تو محمدؐ کا انکار کرو ورنہ ہم پھر مارتے ہین۔ سلمان نے کہا کہ مین ہرگز محمدؐ کا انکار نکرونگا پھر یہودیون نے کوڑے مارنے شروع کئے یہانتک کہ مارتے مارتے تھک گئے مگر سلمان نے اب بھی محمدؐ سے انکار نکیا۔ تھوڑی دیر ٹھہر کر یہودیون نے تیسری بار پھر کوڑے مارنے شروع اور اس حالت مین بھی سلمان صبر کی دعا مانگتے رہے۔ آخر یہودیون نے سلمان سے کہا کہ تم کو محمدؐ نے تقیہ کی اجازت دی ہے تم تقیہ کرکے محمد کا انکار کیون نہین کردیتے اور کوڑونکی ضرب کیون جھیلتے ہو تو سلمان نے جواب دیا کہ تقیہ اگرچہ اللہ نے جائز کیا ہے مگر واجب نہین کیا اور اولی یہی ہے کہ تقیہ نہ کرے صبر کرے اس لئے مین تقیہ نکرونگا۔ چنانچہ اصل عبارت حیات القلوب کی یہ ہے۔

"پس آن کافران گفتند اے سلمان وائے بر تو آیا محمد ترا رخصت ندادہ است کہ از برائے تقیہ از دشمنان خود بگوئی کفرے را کہ خلاف آن چیزیست

[1] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۶۱۲۔

که در خاطر تست و اعتقاد بآن داری پس چرا می گوئی انچه را جبر میکنیم ترا بآن از برائے تقیہ۔ سلمان گفت که خدا مرا رخصت داده است که درین امر تقیہ کنم و برمن واجب نگردانیده است۔ بلکه جائز ساخته است از برائے من که بگویم انچه شما مرا بآن جبر مے نمائید و صبر کنم بر آزار ها و مکروہات شما واین را بهتر گردانیده ازانکه از روی تقیہ انچه گوید بگویم و من غیر ازین اختیار نه خواهم کرد۔"

اسکے بعد پھر یہودیوں نے اتنے کوڑے مارے کہ سلمان کے بدن سے خون جاری ہو گیا پھر وہ ظالم بطور تمسخر کے سلمان سے کہنے لگے کہ نہ تم اللہ سے یہ دعا کرتے ہو کہ ہمارے ضرر سے تمھیں بچاوے نہ بطور تقیہ پیغمبر کے منکر ہوتے ہو کہ ہم تم کو چھوڑ دیں اب تم یہ دعا مانگو کہ ہم ہلاک ہو جاویں اس دعا سے بھی سلمان نے انکار کیا اور کہا کہ شاید تم میں کوئی ایسا ہو جو اسکے بعد ایمان لاوے تب یہودیوں نے کہا کہ تم یوں دعا مانگو کہ اے اللہ جسکو تو یہ جانتا ہو کہ کفر پر مرے گا اس کو ہلاک کر دے اسوقت اس مکان کی ایک دیوار پھٹ گئی اور سلمان نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے موجود ہیں اور سلمان سے کہتے ہیں کہ انکے ہلاک ہونے کی دعا مانگ آخر سلمان نے پیغمبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بعد ان کافروں کی خواہش کے بموجب ایسی دعا مانگی کہ ہر ایک شخص کے ہاتھ میں جو کوڑا تھا وہ دو موتھ کا سانپ بنگیا ایک منھ سے اس کافر کا سر اور دوسرے منھ سے اسکا دست راست پکڑ کر

اوسکی ہڈیان توڑکر اُس کو نگل گیا۔ اسیطرح وہ سب کا فرآن سانپونکے پیٹ مین پہنچ گئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسی وقت اس قصہ کی صحابہ کو خبردی۔ وہ سانپ وہان سے نکلکر مدینہ کی گلی کوچون مین پھرتے تھے آخر رسول کی دعا سے دوزخ کے سانپون مین شامل ہوگئے۔

افسوس کہ ائمہ کو وہ صبر واستقلال بھی نصیب نہ ہوا جو حضرت سلمان کو حاصل تھا سلمان نے کیسی ایذا اوٹھائی مگر تقیہ گوارا نہ کیا اور کلمۂ ناحق زبان سے نہ نکالا۔ ائمہ کو نہ کوئی ایذا دیتا تھا نہ چھری گردن پر رکھتا تھا صرف خیالات اور توہمات کی بنیاد پر اُنھون نے جھوٹے مسئلے بیان کرنے شروع کردیے بلکہ ایسی ہیبت چھائی ہوئی تھی کہ اپنے مخلصین شیعہ سے بھی تقیہ کرتے تھے۔ امام جعفر صادق ع نے سلمہ بن محرز کو بیٹی کی میراث کا مسئلہ غلط بتادیا حال آنکہ سلمہ مخلص شیعہ تھا اسوقت کس نے امام پر جبر کیا تھا۔ شکار باز و شاہین کی حرمت مین کوہی وجہ خوف کی نہ تھی جسکو امام باقر علیہ السلام نے حلال کردیا۔ کیا ہروقت کوئی جلاد شخص چھری لئے ہوتے اونکے ساتھ رہتا تھا کہ جب شکار باز کو حرام کہین اُسی وقت اونکو ذبح کردیا جاوے۔ امام جعفرؑ نے اپنی امامت سے انکار کردیا۔ کیا اُن دونون سائلون نے امام پر جبر کیا تھا۔ سلمان پر کوڑے پڑرہے تھے مگر وہ مستقل تھے ائمہ پر کوئی جبر نہ تھا مگر ڈر کے مارے جھوٹے مسئلے ہروقت زبان پر جاری تھے حال آنکہ ہر ایک قسم کی قوت اونکو حاصل تھی تقیہ اونکو جایز بھی نہ تھا۔

سلمان رضی اللہ عنہ نے تقیہ کے مسئلے کی خوب تشریح کر دی کہ حالت اکراہ مین بھی تقیہ واجب نہین بلکہ جائز خلاف اولے ہے۔ سلمان کا یہ قول مع تمام قصہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا اور آپ نے سلمان کے اس قول مین کوئی غلطی نہ بتائی پس بہ تقریر رسول حکم مسئلہ تقیہ کا ثابت ہوگیا اور جناب سیدہ اور سلمان اور امام حسین علیہ السلام کا فعل بھی اسی کے مطابق تھا اس لئے کہ سلمان اور امام حسین علیہ السلام نے حالت اکراہ مین تقیہ نہین کیا اور جب ایسا نازک وقت تھا جبکہ جناب امیر ڈر کے مارے گھر مین چھپ کر بیٹھے تھے اسوقت جناب سیدہ نے عمرؓ سے ہاتھا پائی کی اور ہرگز تقیہ نکیا چنانچہ اصول[1] کافی مین امام باقر اور امام جعفر علیہما السلام دونون سے روایت ہے کہ۔

اخذت بتلابیب عمر ثم جذبتہ الیھا۔	فاطمہ علیہا السلام نے عمر کا گریبان پکڑ لیا پھر عمر کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

اس تحقیق کے بعد ظاہر ہوگیا کہ وجوب یا اولویت تقیہ کا قول صحیح نہین اور حالت اکراہ مین تقیہ جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ تقیہ نکرے اور روایات وجوب تقیہ اور فضائل تقیہ باطل اور موضوع ہین۔

جناب امیر کا ایک اور قسم کا تقیہ ہے جو حد سے زیادہ عجیب ہے اور وہ یہ ہے کہ جناب ممدوح نے اپنے خلافت کے زمانہ مین بھی تقیہ کیا حالانکہ تمام عرب مین اونکی حکومت تھی اور ہزارہا آدمی اون پر جان نثاری کے لئے موجود تھے اور اونکی طرف سے

---

[1] اصول کافی صفحہ ۲۹۱۔

سے لڑکر اونکے دشمنون کو قتل کرتے تھے اور خود بھی قتل ہوتے تھے وہ تقیہ یہ تھا کہ احکام ظلم و جور اور امور منہیہ جو بزعم شیعہ سابق سے جاری تھے اُسی طرح جاری رکھے حالانکہ بادشاہ جو عمداً ظلم روا رکھے وہ اسکے نامۂ اعمال مین لکھا جاتا ہے۔ کافی کی کتاب[1] الروضہ مین ایک طویل خطبہ جناب امیر علیہ السلام کا منقول ہے جسمین بعد حمد و صلوٰۃ اور بہت سی تمہید اور ذکر فتن کے یہ مذکور ہے۔

ثم اقبل بوجہہ وحولہ ناس من اھل بیتہ وخاصتہ وشیعتہ	پھر سامنے کیا اپنا رُخ اور اونکے گرد آدمی تھے اونکے اہل بیت مین سے اور خاصون مین سے اور شیعون مین سے۔

ف اس سے ظاہر ہے کہ اصل خطاب جناب امیر کا اپنے اہل بیت اور شیعون اور خاص لوگون سے تھا اونھین کی جناب امیر کو یہ شکایت تھی کہ اگر مین احکام جور کو مٹاونگا تو تم میرا ساتھ چھوڑکر بھاگ جاؤگے۔

فقال قد عملت الولاۃ قبلی اعمالا خالفوا فیہا رسول اللہ متعمدین لخلافہ ناقضین لعہدہ مغیرین لسنتہ ولو حملت الناس علی ترکہا وحولتہا الی مواضعہا والی ما کانت فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ لتفرق عنی جندی	تو فرمایا کہ جو حکام مجھسے پہلے تھے اونھون نے ایسے کام کئے ہین جن مین جان بوجھکر رسول کی مخالفت کی اور عہد رسول کو توڑا اور سنت رسول کو بدل دیا اور اگر برانگیختہ کرون مین لوگون کو ان اعمال کے چھوڑنے پر اور بدل دون ان اعمال کو اونکے مواقع کی طرف اور اسطرف جیسی کہ عہد رسول مین تھے تو البتہ میرا لشکر مجھسے متفرق ہوجائے گا۔

[1] کتاب الروضہ صفحہ ۲۹۔

ف اس قول سے ظاہر ہے کہ جناب امیر نے امر معروف اور نہی منکر کا فرض اپنی خلافت کے زمانہ مین چھوڑ دیا تھا اور جو امور مخالف سنت تھے اونکے ترک کی ترغیب اسوجہ سے نہین دیتے تھے کہ اونکے لشکر کے لوگ ان سے جدا ہوجائینگے تو خلافت چھن جائیگی پس سلطنت کی انکو طمع ایسی تھی جسکی وجہ سے حکم حق کے اوظہون نے زبان بند کرلی تھی اور مخالفت رسول اور تغیر سنت کو گوارا کیا تھا معاذاللہ اسکے بعد جناب امیر نے بہت سے امور کی تفصیل بیان کی ہے کہ اگر مین ان امور کو بدل دون تو تم مجھسے جدا ہوجاؤ گے ہم اُن مین سے بنظر اختصار بعض احکام کو ذکر کرتے ہین۔

لو رددت فدك الى ورثة فاطمة عليها السلام وامضيت قطائع اقطعها رسول الله صلى الله عليه واله لاقوام لم تمض لهم ولم تنفذ	اگر مین واپس کردون فدک کو فاطمہ علیہا السلام کے وارثون پر اور جاری کردون مین جاگیرین جنکو مقرر کردیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض قومون کے لئے نہین جاری ہوئین اونکے لیے اور نہ نافذ ہوئین۔
ورددت قضايا من الجور قضى بها ونزعت نساء تحت رجال بغير حق فرددتهن الى ازواجهن	اور رد کردون مین ظلم کے احکام کو جنکا حکم دیا گیا ہی اور نکال لون مین عورتون کو جو بطور ناحق کے مردون کے تحت مین ہین اور رد کردون مین اونکو اونکے شوہرون کی طرف۔

وحملت الناس علی حکم القرآن	اور ترغیب دون میں آدمیون کو حکم قرآن پر۔
ومحوت دواوین العطایا واعطیت	اور محو کر دون مین دفتر عطایا کا اور دون مین جسطرح
کما کان رسول اللہ یعطی بالسویۃ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیتے تھے برابری کے
وحرمت المسح علی الخفین۔	ساتھ اور حرام کر دون مین موزون کے مسح کو۔
اذا لتفرقوا عنی واللہ لقد	اسوقت البتہ تم جدا ہو جاؤگے مجھسے۔ واللہ بیشک
امرت الناس الا یجتمعوا فی	حکم کیا مین نے آدمیونکو کہ نہ جمع ہوین رمضان کے
شہر رمضان الا فی فریضۃ و	مہینے مین مگر فرض نماز کے لئے اور مین نے انکو بتاؤ
اعلمتہم ان اجتماعہم فی النوافل بدعۃ	کہ نوافل کے لئے انکا جمع ہونا بدعت ہے۔
فتنادی بعض اہل عسکری	تو ندا کی میرے لشکر سے بعض شخصوں نے وہ این
ممن یقاتل معی یا اہل الاسلام	سے ہین جو میرے ساتھ ہو کر لڑتے ہین ای مسلمانو عمر
غیرت سنۃ عمر ینہانا عن الصلوٰۃ	کی سنت بدل دی گئی رمضان کی نماز نفل سے علی
فی شہر رمضان تطوعا	ہمکو منع کرتے ہین۔

مجالس المومنین مین لکھا ہی کہ اس زمانہ کے قاضیون نے جناب امیر سے یہ پوچھا کہ اب ہم احکام قضا کس طرح جاری کرین تو جناب امیر نے فرمایا۔

اقضوا ما تقضون حتی تکون	تم جیسے پہلے حکم دیا کرتے تھے اوسی طرح حکم دیتے
الناس جماعۃ او اموت کما	رہو اوسوقت تک کہ سب آدمی اتفاق کرلین یا مین
مات اصحابی	بھی مر جاؤن جیسے میرے اصحاب مر گئے۔

مجالس المومنین صفحہ ۲۴۰

ان روایتون سے دو فائدے حاصل ہوتے۔

ایک یہ کہ جو احکام ظلم کے پہلے سے جاری تھے وہی جناب امیرؓ نے جاری رکھے فدک کو بھی واپس نکیا مسلمانونکی بیبیان جو ظالمون نے زبردستی چھین کر اپنے قبضہ مین کرلین تھین انکو بھی جناب امیر نے واپس نکرایا یہانتک کہ لوگون کو قرآن کے بموجب عمل کرنے کا حکم بھی جاری نہ کیا۔ موزون پر مسح کرنے کو بھی حرام نہ کیا۔ قاضیون کو حکم دیدیا کہ ظلم کے احکام جیسے پہلے جاری کرتے تھے اوسی طرح اب بھی جاری کرو۔ بیت المال کا روپیہ جسطرح ناجائز طور پر خرچ ہوتا تھا اوسی طرح جاری رکھا۔ یہ تمام امور جناب امیر نے اس لئے اختیار کئے کہ کہین بادشاہت نہ چھن جائے۔ ایسی حکومت پر خاک کیون نہ ڈالی جس مین ظلم کے احکام جاری کرنا پڑتے تھے۔

کیا یہی امام مفترض الطاعت تھے جنھون نے دنیا کی حکومت کو دین پر ترجیح دی جو بادشاہ اپنے قاضیون کو احکام جور جاری کرنے کا حکم دے وہ خود ظالم ہے (معاذاللہ منہا) جناب امیر کو حکومت کا ایسا کیا مزا تھا جسکے لئے اجرائے احکام ظلم مین مبتلا ہوئے۔ حالانکہ بعلم امامت یہ بھی معلوم تھا کہ اسی حالت مین خاتمہ ہونے والا ہے اور باسباب ظاہر بھی اس تقیہ سے باہر نکلنے کی امید نہ تھی اس لئے کہ جو لوگ جناب امیر کے مددگار تھے اور جنکی قوت سے وہ لڑتے تھے وہی ایسے تھے جنکی تالیف کے سبب سے جناب امیر ظلم کو باقی رکھنے اور ظلم کے احکام جاری کرنے پر

مجبور رہوتے۔

"یہ تقیہ جناب امیر کا جان کے خوف سے نہ تھا بلکہ حکومت کے لالچ میں تھا (معاذ اللہ منہا)

دوسرا فائدہ اس روایت سے یہ حاصل ہوا کہ جناب امیر علیہ السلام کے ساتھی سنت خلفا کو پسند کرتے تھے اور چونکہ ان میں بہت سے صحابی تھے جنھوں نے بلا واسطہ رسول سے اسی طرح دین حاصل کیا تھا جیسے جناب امیر نے حاصل کیا تھا پس خلفائے ثلثہ کی وفات کے بعد جو وہ صحابی سنت خلفا کو پسند کرتے تھے یہ دلیل اس امر کی ہے کہ سنت خلفا کو وہ سنت رسول کے مطابق جانتے تھے اور بعض ظلموں کا ان میں شامل کرنا شیعہ راویوں کا افترا ہے اس لئے کہ جو لوگ جناب امیر کے مناقب اور فضائل کے معتقد ہیں وہ ہرگز اس امر کو قبول نکرینگے کہ جناب امیر معاذ اللہ ظلم کو باقی رکھیں۔ یا قاضیوں کو اجرائے احکام ظلم کا حکم دیں بالغرض اگر جناب امیر مجبور ہوتے تو خلافت سے دست بردار ہو کر اس قوم سے جدا ہو جاتے جیسے امام حسن علیہ السلام جدا ہو گئے تھے۔

درحقیقت ممبران کمیٹی سابقہ بانیان مذہب شیعہ پر جب مسلمانوں نے یہ اعتراض کیا کہ فدک کو اگر خلفائے (معاذ اللہ منہا) غصب کیا تو جناب امیر نے جناب سیدہ علیہا السلام کے وارثوں کو واپس کیوں نہ کیا اسیطرح اگر موزوں پر مسح کرنے کو اور نماز تراویح کو جناب امیر جائز نہیں سمجھتے تھے تو اپنی خلافت کے زمانہ میں ان چیزوں سے منع کیوں نکیا اور سیرت خلفائے ثلثہ کو اگر جناب امیر پسند نہیں

کرتے تھے تو اس کو باقی کیون رکھا۔ اس سخت مواخذہ کے جواب مین ان سحر کارون سنے یہ جادو کا فقرہ تصنیف کرلیا کہ فدک اور نماز تراویح اور مسح خفین وغیرہ کا معاملہ تو بڑا سہل تھا۔ جناب امیر نے تو اپنے ساتھیون کی تالیف کے لئے بڑے بڑے ظلم باقی رکھے اور قاضیون کو احکام ظلم کے جاری کرنے کا حکم کیا اگر جناب امیر ایسا نکرتے تو اونکی فوج اونسے جدا ہو جاتی اسلئے کہ اُنکے جتنے ساتھی تھے سب سیرت شیخین کے معتقد تھے۔

بھلا حضرات شیعہ کے سوا اور کون اس روایت کو قبول کرے گا کہ جو لوگ جناب امیر کے ساتھ ہوکر اونکے دشمنون کو قتل کرین اور خود بھی قتل ہون اور اپنی جانین جناب امیر پر نثار کرین وہ جناب امیر کا حکم نہ مانتے ہون اگر وہ جناب امیر کے سچے طرفدار ہوتے تو اونکی طرف کیون آتے امیر شام کی طرف جاتے۔

حضرات شیعہ کو جس قسم کی روایتون کی ضرورت ہوتی ہے اوسی قسم کی روایتین تصنیف کرلیتے ہین یہان جناب امیر کے ساتھیون کو نافرمان بنا دیا اور جب شیعون کی کثرت ظاہر کرنی منظور ہوئی تو اونھین نافرمانون کو مخلصین شیعہ بنا دیا۔ دروغ گو را حافظہ نباشد کا حساب ہے۔ مجالس[1] المومنین مین مذکور ہے۔

"آنجماعت کہ با حضرت امیر در قتال ناکثین[2] وقاسطین و مارقین طریق موافقت پیمودہ اند از دل وجان شیعہ با اخلاص او بودہ اند۔"

---

[1] مجالس المومنین مطبوعہ طہران صفحہ ۱۴۴۔ [2] ناکثین کے معنی عہد شکن اور اس سے مراد اہل جمل ہین۔ قاسطین بمعنی ظالمین اور اس سے مراد اہل شام ہین مارقین بمعنی خارجین اس سے مراد خوارج ہین

۲۴

سب سے زیادہ عجیب بات روایات شیعہ سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ صحابۂ رسول میں سے پانچ چار شخص جو شیعوں کے نزدیک مقبول اور صاحب مناقب کثیر ہیں جیسے سلمان اور ابوذر اور مقداد رضی اللہ عنہم انکے عقائد باہم مختلف تھے مگر ایک دوسرے سے تقیہ کرتے تھے اور اپنا عقیدہ ایک دوسرے سے چھپاتے تھے۔ ظاہر میں ایک تھے مگر دون میں اختلاف تھا۔ ابوذر اگر سلمان کے دل کا حال معلوم کر لیتے تو سلمان کو قتل کر دیتے چنانچہ اصول[۱] کافی میں مصعدہ سے روایت ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ذکرت التقیۃ یوما عند علی بن الحسین علیہما السلام فقال واللہ لو علم ابو ذر ما فی قلب سلمان لقتلہ ولقد آخا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ بینہما فما ظنک بسائر الخلق ان علم العلماء صعب مستصعب لا یحتملہ الا نبی مرسل او ملک مقرب او عبد مومن امتحن اللہ قلبہ للایمان	امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ امام زین العابدین علیہ السلام کے سامنے تقیہ کا ذکر ہوا تو انھوں نے فرمایا کہ واللہ اگر ابوذر کو معلوم ہو جاتا کہ سلمان کے دل میں کیا ہے تو سلمان کو قتل کر ڈالتا اور البتہ دونوں کو بھائی بنا دیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے پھر کیا گمان ہے تیرا تمام مخلوق میں بیشک علما کا علم مشکل اور سخت ہے نہیں اٹھا سکتا اسکو مگر نبی مرسل یا فرشتہ مقرب یا بندۂ مومن جسکے دل کا اللہ نے ایمان کے لئے امتحان کر لیا ہو۔

[۱] اصول کافی صفحہ ۴۲۵۔

فقال وانما مادسلمان من العلماء لانه امرء منا اهل البیت فلذلك نسبته الی العلماء۔	پھر فرمایا کہ بیشک ہوگیا سلمان عالمون سے اس لئے کہ وہ ایک شخص ہم اہل بیت مین سے ہوا اسی لئے مین نے اسکو علما کی طرف منسوب کیا۔

اس روایت سے صاف معلوم ہوگیا کہ سلمان کے اعتقادات باطنی ایسے تھی کہ اگر ابوذر کو اونکی خبر ہوجاتی تو ابوذر سلمان کو قتل کرڈالتے۔ حال آنکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے دونون کو بھائی بنا دیا تھا پس باوجود اخوت کے اونکے عقائد دلی مین ایسا اختلاف تھا جیسا کہ کفر واسلام مین ہوتا ہی۔

جب ابوذر کی یہ حالت تھی تو آجکل کے علما ر اور مجتہدین اگر سلمان کی باطنی حالت پر مطلع ہوجاوین تو ضرور اونکو مرتد اور لایق قتل سمجھین۔ (معاذاللہ منہا)

یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ کاملین بسبب تفاوت مراتب باہم ایک دوسرے سے تقیہ کرتی ہین اگر ایسا نہ کرین تو ایک دوسرے کو قتل کرڈالے۔ اس قاعدہ کے بموجب رسول بھی جناب امیر سے ضرور تقیہ کرتے ہونگے اور اگر خدانخواستہ جناب امیر کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے اسرار باطنی پر خبر ہوجاتی تو شاید وہی حالت ہوتی جو ابوذر کی حالت سلمان کے ساتھ ہوتی۔

ہر امام بھی اپنے جانشین امام سے ضرور تقیہ کرتا ہوگا ورنہ ہلاکت کا خوف تھا۔ اور جبکہ رسول سے لیکر امام یازدہم تک ایک دوسرے سے تقیہ کرتے رہے اور ہر امام اپنے اصحاب سے تقیہ کرتا رہا تو ایسی حالت مین مذہب حق کو ثابت

ہونے کی کیا صورت ہے۔

اس حدیث کا ترجمہ خلیل قزوینی نے صافی شرح کافی مین یون کیا ہی۔

"اگر میدانست ابوذر آنچہ را کہ دردل سلمان بود ہر آئینہ بکشتن میداد او
سلمان را بوسیلہ فاش کردن سر او از کم حوصلگی۔"

ابو ذر رضی اللہ عنہ کیسے جلیل القدر صحابی ہین مگر علمای شیعہ کی دلیری دیکھئے کہ اونکو بھی کم حوصلہ بتا دیا (معاذ اللہ منہا)

خلیل قزوینی بیچارہ کیا کرے خود امام زین العابدین علیہ السلام نے اس حدیث مین ابوذر کی پوری توہین کردی اور اونکی کم علمی اور کم فہمی کی طرف اشارہ کردیا حالانکہ امام زین العابدین علیہ السلام کو تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کی زیارت بھی نصیب نہین ہوئی اور ابو ذر رضی اللہ عنہ نے تو بہت بڑا حصہ اپنی عمر کا رسول کی خدمت مین صرف کیا ہی۔

قزوینی نے جو تاویل اس حدیث کی کی ہی وہ حد سے زیادہ عجیب ہی اور وہ یہ ہے کہ خلیفہ ثانی نے سلمان کو مداین کا عامل مقرر کرکے بھیجا تھا اور خلیفہ ثانی کو اس امر پر بڑا فخر تھا کہ سلمان ہماری طرف سے عامل ہی اسی وجہ سے وہان کے خراج کا روپیہ بھی سلمان سے طلب نہین کرتے تھے مگر سلمان جناب امیر سے سازش رکھتے تھے اور مداین کے خراج کا روپیہ جناب امیر کے پاس بھیجدیتے تھے۔ ابوذر کو یہ راز معلوم نہ تھا اگر ابوذر کو معلوم ہوتا تو اپنی کم حوصلگی کی وجہ سے

خلیفہ ثانی کو خبر کر دیتے اور اس صورت مین خلیفہ ثانی سلمان کو قتل کر دیتے پس ابو ذر اس راز کے فاش کرنے مین گویا سلمان کے قاتل ہو جاتے۔

اہل انصاف ملاحظہ فرمائین کہ اس جھوٹی کہانی کو اس حدیث سے کیا مناسبت ہے شاید قزوینی حدیث کا مطلب ہی نہین سمجھے قطع نظر اسکے یہ لازم آیا کہ ابوذر اگر سلمان کے اس راز پر خبر پا لیتے تو اونکو ہرگز ضبط نہ ہوتا اپنی کم حوصلگی اور کم ظرفی کی وجہ سے فوراً عمرؓ سے چغلی کھا دیتے۔ غور فرمائیے کہ کیسی بُری خصلت ابوذر کی طرف منسوب کی۔ (معاذ اللہ منہا)

اگر جناب امیر کو ایسے مال مغصوبہ کا لینا پسند ہوتا تو سلمان کیطرح اپنی اور اپنی اولاد کے لئے بھی اسی قسم کے منصب حاصل کر کے تمام مال غصب کر سکتے تھے۔

قزوینی کو یہ بھی خبر نہین کہ سلمان کے قلب کی یہ حالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانے سے تھی اور وہ جھوٹی کہانی جو اس نے نقل کی خلیفہ ثانی کے عہد کی ہے اور جسطرح سلمان کی دلی حالت پر واقف ہونے سے ابوذر قاتل سلمان بن جاتے اسی طرح اگر مقدادؓ سلمان کے بھید پر واقف ہو جاتے تو مقدادؓ کافر ہو جاتی۔ معاذ اللہ چنانچہ حیات القلوب مین لکھا ہی۔[۱]

"(شیخ کشی) بسند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ حضرت رسول فرمود کہ ای سلمان اگر علم ترا عرض کنند بر مقداد ہر آئینہ کافر خواہد شد۔"

اب حضرات شیعہ اس معمے کو حل کرین کہ جب یہ معلوم ہو گیا کہ سلمان کے دل کی حالت

---

[۱] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۶۴۳ باب بعثت و کیم مناقب مقداد ۱۲

معلوم کرنے سے مقداد کافر ہو جاتے (معاذ اللہ منہا) پس اگر رسول اللہ کے دل کی حالت جناب امیر معلوم کر لیتے تو وہ کیا ہو جاتے اور اگر جناب امیر کے دل کی حالت حسنین یا سلمانؓ وغیرہ معلوم کر لیتے تو کیا بنجاتے اور اگر حسنینؓ کے دل کی حالت باقی ائمہ کو معلوم ہو جاتی تو وہ کیا ہو جاتے اور اگر ائمہ کے دل کی حالت تمام متقدمین ومتاخرین شیعہ خصوصًا اس زمانہ کے شیعوں کو معلوم ہو جاتے تو وہ کیا ہو جائیں

جنکی ظاہری تجلی سے مسلمان ہوئے
اونکے باطن کی خبر پائیں تو کافر ہو جائیں

اب ہم روایات شیعہ سے اس امر کے قرائن اور آثار ڈھونڈتے ہیں جس سے یہ پتا چلے کہ سلمان کے دل میں وہ کیا ارتداد تھا جس پر ابوذر اطلاع پاتے تو سلمان کو قتل کر ڈالتے اگرچہ مخلصین جناب امیر میں سلمان کا مرتبہ سب سے عالی سمجھا جاتا ہے مگر بہت سے قرائن ایسے ہیں کہ یہ سب باتیں ظاہری تھیں اور باطن سلمان کا خلفا کی طرف تھا کسی قدر تغیر حالت سلمان کا تو شیعے علانیہ تسلیم کرتے ہیں۔ کلینی[1] نے حدیث خطبہ طالوتیہ میں روایت کی ہے کہ جناب امیر نے جب اپنی بیعت کرنے والوں کو یہ حکم دیا کہ صبح کو سر منڈا کر احجار زیت پر آویں تو فقط ابوذر اور مقداد اور عمار آئے سلمان ان میں سب سے پیچھے آئے اسی سے ظاہر ہو گیا کہ دل میں وہ جوش نہ تھا کہ اس کام میں سبقت کرتے۔ اور حیات القلوب[2] میں ہے۔

شیخ کشی بسند معتبر روایت کردہ است کہ ہیچ یک از صحابہ نبود کہ بعد از حضرت رسول حکتی

---

[1] کتاب الروضۃ صفحہ ۱۴ [2] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۶۴۳

نکے مگر مقداد بن اسود۔"

اس روایت سے بھی معلوم ہوگیا کہ سلمان اُن لوگوں میں نہیں تھے جنکو لغزش ہوئی تھی۔

عجیب بات یہ ہے کہ سلمان کے دل میں یہ لاحل شبہ پیدا ہوگیا تھا کہ جناب امیر اسم اعظم پڑھکے منافقین کو ہلاک کیوں نہیں کر دیتے چنانچہ حیات القلوب[1] میں ہے۔

"(کشی) بسند حسن از حضرت امام باقر روایت کردہ است کہ صحابہ بعد از حضرت رسول مرتد شدند (معاذاللہ منہا) مگر سہ نفر سلمان و ابوذر و مقداد راوی گفت عمار چہ شد حضرت فرمود کہ اندک میلے کرد و برودی برگشت پس فرمود کہ اگر کسے را خواہی کہ ہیچ شک نکرد و شبہ او را راہ نہ شد او مقداد ست اما سلمان در دل او عارض شد کہ نزد امیر المومنین اسم اعظم الہی ست اگر تکلم نماید بآن ہر آئینہ زمین آن منافقان را فرومی برد پس چرا چنین مظلوم در دست ایشان ماندہ است چون در خاطرش گذشت گریبانش را گرفتند و رسنے در گلویش کردند و پیچیدند تا آنکہ کندہ در حلقش بہم رسید پس حضرت امیر المومنین براو گذشت و با او گفت کہ ای ابو عبداللہ این کندہ گلوست توازان چیزیست کہ در خاطر تو خطور کرد بیعت کن با ابوبکر پس سلمان بیعت کرد۔"

سلمان[رض] جناب امیر میں کثرت مزاح اور خوش طبعی کا عیب لگاتے تھے بلکہ اُنھوں نے جناب امیر کے منھ پر صاف کہدیا تھا کہ اسی عیب کی وجہ سے تم خلافت میں سب سے

[1] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۷۴۳۔

پیٹ بھے ہوگئے[1] چنانچہ خواجہ نصیر الدین طوسی نے اخلاق ناصری میں لکھا ہے۔

"و میر المومنین علی رضی اللہ عنہ مزاح بودے[2] تا بحدے کہ مردمان او را بدان عیب کردند و گفتند لولا دعابۃ فیہ و سلمان فارسی رضی اللہ عنہ او را گفت دریں است کہ باز کرد ہذا اخرک الی الرابعۃ۔"

سلمانؓ کو جناب امیر سے مذہبی مخالفت بھی قدیمی تھی چنانچہ مسئلہ تقیہ میں جناب امیر وجوب کے قائل تھے اور سلمان تقیہ کو خلاف اولیٰ سمجھتے تھے۔ سلمانؓ حدیث پر عمل کرنے والوں کو ملامت کرتے تھے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقولہ حسبنا کتاب اللہ سے موافق تھے چنانچہ حیات القلوب[3] میں کشی کی سند معتبر سے بحوالہ امام باقر علیہ السلام یہ نقل کیا ہے۔

"سلمان ہر دم گفت کہ گریختید از قرآن بسوے حدیث زیرا کہ قرآن را کتاب رفیعے یافتید و دراںجا شمار احساب می نمایند بر نقیر و قطمیر و فتیل یعنی بر امر خوردی و ریزہ و برقدر دانہ خردے پس تنگی کرد بر شما احکام قرآن پس گریختید بسوی احادیثے کہ کار را بر شما کشادہ و آسان کردہ است۔"

سلمانؓ کو خلیفہ اول کے ساتھ خلوص اور عقیدت قدیمی حاصل تھی اور جس وقت سلمان مسلمان ہوئے تھے تو بہت سے مناقب اور فضائل خلیفہ اول کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیان کیے تھے اور یہ کہا تھا کہ ابوبکر مسلمان ہوگئے تو تمام اہل عرب مسلمان ہو جائیں گے چنانچہ مجالس المومنین[4] میں لکھا ہے۔

---

[1] کاش اُن میں مزاح کی عادت نہ ہوتی ۱۲ [2] اسی نے بیہودیا دیا تم کو چوتھے نمبر پر ۱۲ [3] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۶۱۰۔ [4] مجالس المومنین مطبوعہ طہران صفحہ ۹۰ مجلس سوم ذکر سلمان۔

سید الم‌تاهلین حیدر بن علی الآملی در کتاب کشکول آورده که بسند خود از مشایخ حدیث از عبد الله بن عفیف از پدر او مرویست که سلمان پیش از ظهور حضرت پیغمبر بمکه آمده بود و دین حق را جستجو می نمود چون حضرت رسالت مبعوث شد بخدمت آنحضرت آمده بشرف اسلام فائز گردید چون ابو بکر کفایت سلمان را در علم و عمل ورای دید با او مشورت نمود که ابتدای دعوت بکدام یک از اهل مکه نماید و غرض آن بود که ما فی الضمیر سلمان از اخلاص و نفاق در آن مشورت ظاهر گردد سلمان بعرض رسانید که ابتدای دعوت بر ابی الفصیل عبد العزی پسر ابو قحافه باید نمود که در میان عرب بعلم تعبیر خواب و تاویل منام معروفست و عرب علم تعبیر را نوعی از علم غیب می دانند و اعتقاد تمام بآن دارند و از تواریخ و انساب و احساب ایشان باخبرست و نیز معلم صبیان ایشان هست و در معاملات خود با او رجوع و مشورت می نمایند و وساوس او را در قلوب ایشان اثری تمام هست و هرگاه اینچنین مردی بر دست شما مسلمان شد و برسالت شما ایمان آورد آوازه نبوت شما در میانه عرب شائع خواهد شد و مردم از آن اعتباری گرفته دلهای ایشان نرم شده از عصبیت و جاهلیت فرود آمده مستعد هدایت خواهند شد و بعد از آن تصرف در مزاج ایشان کرده رواج دین مسلمانی خواهد داد زیرا که چون از کتب سابقه نبوت شما را دانسته و محب ریاست

صاحب اخلاق معدن و مکتب دار انست و مفتون بزرگی و زیادہ طلبی ست لوا طمع در جاہ شما مساعی جمیلہ بطور خود خواہد آورد و در عرب اطاعت چنین کسے! دلیل حقیت دین شما خواہند دانست و اگر ابتداء دعوت از دیگران کنید او عناد خواہد کرد چون مطارقہ[1] این رائے ما حضرت امیر و ابو طالب نمودند ایشان نیز رائے سلمان را پسندیدند و حضرت رسالت با ابو بکر ملاقات نمود و بتدریج تا لبیب قلب او کردہ تا آنکہ او را بجانب خود مائل ساخت و خاطر او را بحصول جاہ و توسعہ دستگاہ امیدوار گردانید تا آنکہ تابن طمع مسلمان شد و حضرت رسول کنیت و نام او را کہ ابو الفصیل و عبد العزیٰ بود با ابو بکر و عبد اللہ تبدیل فرمود و ہمیشہ درمیان اصحاب میگفتند ما سبقکم ابوبکر بصوم و لا صلوٰۃ و لکن بشئی وقر فی صدرہ۔“

اس حدیث کا ترجمہ یہ ہوا کہ ابو بکر صوم و صلوٰۃ میں تم پر سبقت نہیں لیگیا مگر اس صفت میں سبقت لیگیا ہی جو اسکے سینہ میں قایم ہوگئی ہے۔ یہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام صحابہ سے ہو جنمیں جناب امیر اور سلمان اور ابوذر۔ اور مقداد۔ اور عمار رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔

اہل انصاف اور ارباب عقل سلیم جانتے ہیں کہ اس حدیث سے مدح ابو بکر مقصود ہے اور اس عبارت سے صاف ٹپک رہا ہے کہ ابو بکر کے سینہ میں جو صفت تھی وہ تجلی معرفت الٰہی تھی مگر علامہ شوستری کا تعصب دیکھیے کہ وہ یہ فرماتے ہیں کہ حب ریاست

[1] مطارقہ سے موافقت مراد ہے“

مرادہی۔ ہم کہتے ہین کہ جب ریاست کا امیدوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا تھا تو ایسی ریاست کی طلب بھی صفت محمود تھی۔ یہ وعدہ رسول کا وعدہ حصول خلافت تھا جو درحقیقت آیت استخلاف کی تفسیر ہے۔

تعجب ہے کہ جناب امیر تو حُبِّ ریاست مین احکام جو قایم رکھین اور جاری کرین اور اور خلیفہ اول کے لئے حُبِّ ریاست عیب ہو جاتے۔ سلمان نے ابوبکر مین وہ صفتین بیان کین جن سے ثابت ہوتا تھا کہ ابوبکر وزیر اور نائب بنانے کے لایق ہیں اور اس راستے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب امیر اور ابوطالب کا بھی اتفاق ہو گیا اور اسی قصد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ مین سے سب سے پہلے دعوت اسلام ابوبکر پر پیش کی اور اونکو خلافت کا امیدوار بنایا اور آخر کو ابوبکر مین وہ کمال پایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کو مطلع کردیا کہ صفات ظاہری مین اگرچہ ابوبکر تمھاری برابر ہے مگر صفات باطنی مین تم سب پر غالب ہے۔

اگر ان سب قرائن پر غور کیا جائے تو اس مین کوئی شک باقی نہین رہتا کہ اگرچہ حضرت سلمان بظاہر جناب امیر کے ساتھ تھے مگر دل اُنکا خلفا کے ساتھ تھا۔

شاید جناب امیرؑ نے حضرت ابوذرؓ کو سلمانؓ کی صحبت مین اس لئے متعین کردیا تھا کہ وہ سلمان کے دل کو خلفا کی طرف سے پھیر کر جناب امیر کی رفاقت کا مشورہ دیتے رہین لیکن ابوذرؓ کو سلمانؓ کے دل کا حال معلوم نہ تھا اگر معلوم ہو جاتا تو سلمان کو قتل کر ڈالتے۔ سلمان چونکہ ابوذر کی صحبت سے ناراض تھے اس لئے نہایت کج خلقی

سے ستے ہیں آتے تھے تاکہ ابوذر اونکے پاس آنا چھوڑدین۔ ابوذر کے ساتھ جو سلمان کی بدسلوکیان تھین اونکے بہت سے قصے منقول ہین۔ سلمان کی عادت تھی کہ اکثر ابوذر کی ضیافت کرتے جب وہ کھانے کے لئے آتے تو نہایت ناگوار کھانا پیش کرتے جب اوسمین اس کھانے مین کچھ تامل ہوتا تو سلمان اونپر بہت خفا ہوتے اور ناشکرا بتاکر ذلیل کرتے۔ ایک مرتبہ دعوت کی اور دو روکھی روٹیان کچی اونکے سامنے رکھدین ابوذر اس سامانِ دعوت کو دیکھکر نہایت حیران ہوئے۔

فقط دو روکھی روٹیان وہ بھی کچی ایسی ناگوار اور قلیل طعام کے کھانے کو بھی جی نہین چاہتا اگر اپنی طبیعت پر جبر کرکے کھاتے ہین تو کچی روٹی ہضم نہ ہوگی اگر نہین کھاتے تو حضرت سلمان قہر نازل کرنے کو تیار۔ ہرطرح مشکل کا سامنا تھا۔ اسی حیرانی مین حضرت ابوذر نے ان روٹیون کو الٹنا پلٹنا شروع کیا۔ حضرت سلمان کو تو اس ضیافت سے ابوذر کا ذلیل کرنا مقصود تھا اس نے ابوذر سے پوچھا کہ یہ کیا حرکت ہے۔ روٹیون کو الٹتے پلٹتے کیون ہو کھاتے کیون نہین۔ ابوذر حیران ہوئے کہ اسکا کیا جواب دین۔ ڈرتے ڈرتے اتنا کہا کہ مجھکو یہ خوف ہے کہ کہین یہ روٹیان کچی نہ ہون اتنا کہنا تھا کہ حضرت سلمان کو تاب کہان تھی غضب کا جوش ایسا اوٹھا جوکسی طرح ضبط کے قابل نہ تھا اس مضمون کو ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب[سلہ] مین اسطرح لکھا ہے۔

"وابن بابویہ بسند معتبر از حضرت امام محمد تقی روایت کردہ ست کہ روزی حضرت سلمان ابوذر را بہ ضیافت طلبید پس دو گردہ نان نزد او حاضر

سلہ جلد دوم حیات القلوب صفحہ ۶۱۵۔

ساخت ابوذر گردہ ہائے نان را برداشت و می گردانید و در آن نظر می کرد سلمان گفت کہ از برائے چہ کار این نان ہا را میگردانی گفت می ترسم کہ خوب پختہ شدہ باشد پس سلمان بسیار در غضب شد و فرمود کہ چہ بسیار جرات داری کہ این نان ہا را می گردانی و نظر میکنی بخدا سوگند کہ درین نان کار کردہ است آبے کہ در زیر عرش الہی ست و ملائکہ در آن کار کردہ است تا آنکہ آن را در ہوا افگندہ اند و باد در آن عمل کردہ است تا آنکہ آنرا با بر افگندہ ست و ابر در آن کار کردہ ست تا آنکہ آنرا بر زمین افشاندہ ست در عدد ملائکہ دران ہمہ کار کردہ اند تا آنکہ قطرات آنرا در جا ہائے خود گذاشتہ اند و عمل کردہ اند در آن زمین و چوب و آہن و چہار پایان و آتش و ہیزم و نمک و آنچہ را من احصائی توانم کرد زیادہ ازان ست کہ گفتم از کارکنان در این نان پس چگونہ می توانی بشکر این نعمت قیام نمائی پس ابوذر گفت کہ توبہ می کنم بسوئے خدا و طلب آمرزش میکنم از آنچہ کردم و بسوئے تو عذر میطلبم از انچہ تو نخواستی۔"

ابوذر بیچارے کو تو روٹی کے کچے ہونے کا خوف تھا اسکے جواب میں سوال از ریسمان و جواب از آسمان ہو گیا۔ زمین و آسمان کے قلابے ملا دئے۔ عرش سے پانی کے اترنے اور بادل میں پہنچنے اور مینہ برسنے کے عجائبات قدرت اور تمام کھیتی کا سامان بیان ہو گیا۔ گویا ابوذر باوجود صحابی جلیل القدر ہونے کے ان امور سے ناواقف تھے

مگر اس طولانی تقریر مین کوئی فقرہ ایسا مذکور نہ ہوا کہ روٹیونکے کچے ہوے کا شبہ رفع ہوتا۔ ابوذر نے اس غیظ وغضب کو دیکھکر بجز توبہ کرنے کے اور کوئی چارہ نہ تھا حالانکہ گناہ کچھ بھی نہ تھا وہ کہتے تھے کہ روٹیان کچی ہین اور سلمان کہتے تھے کہ پانی عرش سے اترا ہے۔

سلمان نے اسکے بعد ابوذر کی ایک اور دعوت کی جسکا تکلف پہلی دعوت سے بھی بڑھا ہوا تھا روٹیونکے سوکھے ٹکڑے توڑکر ہمیانی مین بھر لئے جب ابوذر آئے تو سلمان نے ہمیانی جھاڑکر وہ سوکھے ٹکڑے نکالے اور پانی مین بھگو کے ابوذر کے سامنے رکھدئے وہ بیچارے اس سامانِ دعوت کو دیکھکر بہت پریشان ہوئے۔ پہلی دعوت کا قصہ یاد تھا حضرت سلمان کا مزاج معلوم تھا۔ اتنی تاب کہان تھی کہ کچھ شکایت کرسکتے مگر مشکل یہ تھی کہ جو ماحضر پیش کیا گیا تھا کھانے کے قابل نہ تھا مجبور ہوکر اول تو اُس کھانے کی تعریف کی مگر ڈرتے ڈرتے اتنا بھی کہہ گذرے کہ کاش اسکے ساتھ نمک ہوتا تو بہت خوب ہوتا یہ سنکر سلمان نے اپنی حرکتون سے ظاہر کیا کہ یہ فرمایش اونکو بہت ناگوار ہوئی آخر حضرت سلمان اپنا لوٹا لیکر باہر تشریف لے گئے اور اُسکو گرو رکھکر نمک لائے۔ جب حضرت ابوذر نے یہ حالت دیکھی تو وہی وقت یاد آگیا جو پہلے گذرچکا تھا ناچار نمک چھڑک چھڑک کر ٹکڑون کو کھانا شروع کیا۔ سوکھے ٹکڑون کی شکایت کرتے تو خدا جانے حضرت سلمان کا کیسا غضب نازل ہوتا۔ حضرت ابوذر بھی حد سے زیادہ ظریف تھے اس لئے شکایت کے مضمون کو شکر کے پہلو مین بڑے لطف کے ساتھ ادا کیا اور

یوں فرمایا کہ اللہ کا شکر ہو جس نے مجھے یہ قناعت دی ہو کہ میں سوکھے ٹکڑے کھا رہا ہوں یہ سنتے ہی حضرت سلمان بگڑ گئے اور فرمایا کہ تجھے قناعت ہوتی تو میرا لوٹا گرو نہ رکھا جاتا۔ تعجب تو یہ ہے کہ ان دونوں پُر تکلف دعوتوں میں کبھی حضرت سلمان بذات خود مہمان عزیز کے ساتھ کھانے میں شریک نہ ہوتے۔ یہ قصۃ بھی حیات القلوب میں روایت سابقہ کے ذیل میں اسی سند اور حوالہ سے منقول ہے۔

"وفرمود کہ روزے دیگر سلمان ابو ذر را طلبید و ازہمیان خود چند پارۂ نان خشک بیروں آورد و آن نان ہا را ترکردہ از مطہرہ کہ داشت و نزد ابو ذر گذاشت پس ابو ذر گفت کہ چہ نیکوست این نان کاش نمکے بان می بود سلمان برخاست و بیروں رفت۔ و مطہرہ خود را گرو گذاشت و نمکے گرفت و برائے ابوذر آورد پس شروع کرد ابو ذر و آن نان ہا را میخورد و نمک بران مے پاشید و می گفت حمد میکنم خداوندے را کہ روزی کردہ است ما را چنین قناعتے سلمان گفت کہ اگر قناعت میداشتی مطہرۂ من گرو نمی رفت۔"

سلمان یہ کج ادائیاں اسلئے کرتے تھے کہ تنگ ہو کر ابو ذر اونکے پاس آنا چھوڑ دیں مگر ابو ذر کو خبر نہ تھی کہ سلمان کے دل میں کیا ہے اگر خبر ہوتی تو سلمان کو قتل کر دیتے۔ جب سلمان کی یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی اور ابو ذر نے ساری ذلتیں جھیلیں مگر آنا نہ چھوڑا تب سلمان نے یہ تدبیر نکالی کہ ابو ذر کو ڈرانا شروع کیا یہ ڈرانا اُس دن ہوتا تھا جس دن کوئی تدفین شوربا حضرت سلمان کے باورچیخانہ میں تیار ہوتا تھا چنانچہ ایک

مرتبہ حضرت ابوذر تشریف لاتے تو سلمان کی دیگ میں جوش آ رہا تھا یکایک ہانڈی اولٹی ہوگئی اور زمین پر شوربا گرا نہ چکنائی گری ابوذر کو یہ حالت دیکھ کر تعجب ہوا اتنے میں حضرت سلمان نے دیگ سیدھی کردی۔ دوسری بار پھر یہی اتفاق ہوا کہ دیگ اولٹی ہوگئی اور نہ شوربا زمین پر گرا نہ چکنائی گری یہ تماشا دوبارہ دیکھ کر حضرت ابوذر کے دل میں ایسی ہیبت چھائی کہ ڈر کے مارے بے اختیار اوٹھکر بھاگے۔ بنا نچہ حیات القلوب میں لکھا ہے[1]

"ایضاً شیخ کشی و شیخ مفید بسندہائے معتبر از حضرت امام محمد باقر روایت کردہ اند کہ روزے ابوذر بخانۂ سلمان در آمد و قدر[2] سلمان در بار بود پس در اثنائے آنکہ باہم سخن میگفتند قدر سرنگون شد و ہیچ از مرق[3] و چربی آن بر زمین نہ ریخت پس ابوذر تعجب بسیارے کرد ازان و سلمان باز قدر را برگردانید و بر حال خود گذاشت و مشغول سخن شدند پس باز قدر سرنگون شد و ہیچ از مرق و چربی آن بر زمین نریخت پس تعجب ابوذر زیادہ شد و از خانۂ سلمان وحشت زدہ بیرون آمد"

اسکے بعد اس روایت میں یہ بھی ہے کہ راستے میں ابوذر کو جناب امیر ملگئے اور تسلی دیکر پھر اونکو سلمان کے پاس واپس لائے اور بلحاظ مصلحت بہت سے مناقب حضرت سلمان کے بیان کردئے اور حضرت سلمان کو بھی سمجھا دیا کہ ابوذر کو ذرا ملامت کرو۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت ابوذر صحابی جلیل القدر، صاحب خوارق و کرامات تھے اگر

[1] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۶۰۰ [2] دیگ سلمان کی جوش میں تھی [3] مرق شوربا۔

حضرت سلمان کی ہانڈی اوٹلنے اور شوربا نہ گرنے مین کچھ کرامت کا اثر ہوتا تو حضرت ابوذر ہرگز نہ ڈرتے۔ شاید اُنھون نے اس شعبدے کو کرامت کے اثر سے خالی پایا اسی وجہ سے ہیبت زدہ ہوکر بھاگے۔

ان تمام قراین پر غور کرنے سے بہت اچھی طرح ظاہر ہوتا ہے کہ سلمان جس امر کا ابوذر سے تقیہ کرتے تھے اور ابوذر کو باطن سلمان کی خبر ہوجاتی تو سلمان کو قتل کر ڈالتے وہ یہی امر تھا کہ سلمان کا دل خلفا کی طرف تھا اور بظاہر جناب امیر کے ساتھ تھے مگر جو بات دل میں بیٹھی ہوئی تھی اُسکا اثر کسی نکسی طرح ہمیشہ ظاہر ہوتا رہتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جناب امیر کی رفاقت مین اونکو سبقت کا جوش نہ تھا اجازت پر سب کے پیچھے گئے مقداد کی طرح پورے ثابت قدم نہ نکلے بلکہ ان صحابہ مین شامل تھے جنکو بعد وفات رسول کے لغزش ہوئی۔ یہ شبہ بھی اونکو پیش آیا کہ جناب امیر اسم اعظم پڑھکر منافقون کو غارت کیون نہین کردیتے۔ جناب امیر سے اُنھون نے صاف کہدیا کہ تم مین مزاح اور خوش طبعی کا عیب ہے اسی عیب کی وجہ سے تم خلافت مین سب سے پیچھے ہوگئے۔ ابوذر کے ساتھ اُنھون نے وہ کج خلقی کی جو حقوقِ اخوت اور خلق محمدی کے بالکل مخالف تھی اسکی وجہ یہی تھی کہ وہ جانتے تھے کہ ابوذر کو میرے دل کا بھید معلوم ہوجائیگا تو مجکو قتل کر دینگے اسی لئے وہ ابوذر سے تقیہ کرتے تھے اور ایسی تدبیرین کرتے تھے کہ ابوذر اونکے پاس آنا چھوڑدین۔ کبھی دعوت کرکے ذلیل کیا کرتے تھے اور روکھی روٹیان اور سوکھے ٹکڑے پیش کرتے تھے اور پھر بھی ناشکرا بتاتے تھے اور جب مرغن شوربا پکاتے تو ابوذر کو

ڈرا ڈرا کر بھگاتے۔ خلیفہ اول کے ساتھ اونکو قدیمی خلوص تھا چنانچہ جس وقت حضرت سلمان مسلمان ہوتے او سیوقت خلیفہ اول کے بہت سے فضائل و مناقب سول سے بیان کئے اور صاف کہدیا کہ ترقی اسلام ابو بکر کی ذات پر منحصر ہے۔ مقولہ حسبنا کتاب اللہ مین خلیفہ ثانی سے موافق تھے سلمان نے جو سانپ یہودیون کے غارت کرنے کے لئے نکالے تھے وہ جناب امیر کی مدد کے لئے نہ نکالے۔ یہ تمام قراین حضرت سلمان کے دل کا حال بہت اچھی طرح ظاہر کر رہے تھے۔ آخر حضرت سلمان سے ضبط نہ ہوسکا اور تقیہ کا پردہ توڑکر کھلم کھلا جناب امیر کی رفاقت چھوڑکر خلیفہ ثانی کی حضور مین پہنچے اور مداین کی حکومت حاصل کرکے سیدھے چلدیتے پھر کبھی جناب امیر کی صورت بھی نہ دیکھی۔ اسکے بعد حضرت ابوذر کو بھی سفر کی ضرورت پیش آئی مگر باوجود بھائی ہونیکے سلمان کے پاس جانا اونھون نے گوارا نہ کیا۔

۳۴ سب سے زیادہ عجیب ائمہ کی تفسیرین ہین جنکی بدولت قرآن کی فصاحت کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ اس مختصر رسالے مین ہم ایک آیت کی تفسیر جو جناب امیر سے کافی مین منقول ہے بطور نمونہ نقل کرتے ہین۔ اول قرآن کی آیت سمجھ لیجئے جو سورہ لقمان مین ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ	اور حکم کیا ہے ہمنے انسان کو ماں باپ کے حق کا۔ حمل مین رکھا ہے انسان کو اوس کی ماں نے ضعف پر ضعف اوٹھاکر اور دودھ

اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۖ إِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿١٤﴾ وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى أَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۖ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٥﴾	چھڑانا اُسکا دو برس مین ہی- یہ کہ شکر کر میرا اور اپنے ماں باپ کا- میری طرف پھر کر آنا ہی اور اگر وہ دونو تجھسے جھگڑا کرین اسپر کہ شرک کرے تو میرے ساتھ جسپر تیرے پاس کوئی دلیل نہیں تو اون دونوں کی اطاعت مت کر اور صحبت رکھ اونسے دنیا مین نیکی کے ساتھ اور پیروی کر اس شخص کے رستہ کی جو میری طرف رجوع کرے- پھر تم سب کا میری طرف پھرنا ہے پھر تمکو آگاہ کردونگا اوسپر جو تم کرتے تھے-

ف اللہ فرماتا ہی کہ ہمنے انسان کو ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم کیا ہو کہ ہمارا اور اپنے ماں باپ کا شکر ادا کر- ماں کا یہ حق ہی کہ اُس نے ایام حمل مین ضعف پہ ضعف اوٹھایا ہی اور دو برس تک دودھ پلایا ہی- اے انسان اس حکم کو ضرور ادا کر اسلیے کہ آخر کو ہمارے سامنے آنا ہی- اور اگر ماں باپ تجھسے یہ چاہین کہ تو اللہ کے ساتھ شرک کرے جو بے دلیل حکم ہی اور اس امر پر تجھسے جھگڑا کرین تو اس امر میں تو ہرگز اونکی اطاعت مت کر- مگر دنیا مین اونکے ساتھ نیکی کر- اور اُسکا طریقہ اختیار کر جو اللہ کی طرف رجوع کرے-

اس ترجمہ و تفسیر کو خوب سمجھ لیجئے صاف مضمون ہی کسی قسم کی پیچیدگی نہین اب حضرت علی نے جو اس ایت کی تفسیر بیان کی ہی اوسکو ملاحظہ فرمائے-

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ اور حکم کیا ہمنے انسان کو ان دونون کے حق کا جنھون نے علم پیدا کیا ہے اور حکمت کی میراث دی اور جن دونون کی اطاعت کا اللہ نے سب آدمیون کو حکم کیا ہے۔

ف یعنی یہ حکم ماباپ کے لئے نہین بلکہ ان دونون کے لئے ہے جو علم کے والد اور حکمت کے مورث ہین۔ جناب امیر نے یہ نہ بتایا کہ وہ دونون کون ہین مگر خلیل قزوینی نے ترجمہ اصول کافی مین لکھا ہے کہ ان دونون سے مراد قرآن اور امام ہین قرآن مان ہے۔ اور امام باپ ہے۔ پس یہ دونون والدین ہوئے۔

اہل انصاف خود فرمائین کہ اگر یہ تحریف نہین تو اور کیا ہے۔؟

حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ وَھْنًا عَلٰی وَھْنٍ وَّفِصٰلُہٗ فِیْ عَامَیْنِ اسکی تفسیر خود تو جناب امیر نے کچھ نفرمائی مگر علماے شیعہ نے جناب امیر کے کلام سے استنباط کرکے تفسیر گوئی کا حق ادا کیا ہے جو بعد کو مذکور ہوگی۔

اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ یعنی میرا شکر کر اور علم و حکمت سکھانے مین جو والدین اونکا شکر کر۔ میری طرف پھر کر آنا ہے۔

وَاِنْ جَاھَدٰکَ عَلٰی اَنْ تُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْھُمَا اور اے پیغمبر اگر عمرؓ اور ابوبکرؓ تجھسے جھگڑا کرین کہ علیؑ کی وصیت مین تو اونکو بھی شریک کردے اور علیؑ کی اطاعت کا جو تونے حکم کیا ہے اس مین تو علیؑ کے ساتھ اونکو بھی برابر کردے جسکی تیرے پاس کوئی دلیل نہین تو اس باب مین تو عمرؓ اور ابوبکرؓ کی اطاعت مت کر۔

مسلمانو خدا کے واسطے انصاف کرو کیا کسی کی سمجھ مین آتا ہی کہ یہ مضمون اس آیت کی تفسیر ہی بلکہ یقیناً تحریف ہی۔ پہلے سے تو والدین کا ذکر تھا اور جاہداک اور فلا تطعہما مین جو تثنیہ کی دونون ضمیرین ہین اللہ نے اپنے کلام مین وہ ضمیرین انھیں ماں باپ کی طرف پھیرین تھین جناب امیرؑ نے عمرؓ اور ابو بکرؓ کی طرف پھیر دین جنکا نہ یہان ذکر تھا نہ کسی قسم کا تعلق اور ربط تھا اس تشرک بی مین اللہ کے ساتھ شریک کرنے کا ذکر تھا جناب امیرؑ نے اپنی ولایت مین شریک کرنا مراد لے لیا۔

اس تفسیر مین جو کچھ بو العجبی ہے وہ تو ظاہر ہے اسکے سوا ایک نکتہ یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی طرف سے پیغمبر پر نازل ہوئی تھی نہ اللہ کی طرف سے۔ اور انھون اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنے کی نہی نہین بلکہ حضرت علی نے اپنی ولایت مین کسی کو شریک کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اب حضرات شیعہ انصاف کرین کہ قرآن کی کیا حالت ہو گئی۔

وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا اور علم و حکمت سکھانے مین جو والدین اونکی ساری دُنیا کے سامنے تعریف کر۔ **ف** اس سے پہلے فلا تطعہما کی ضمیر عمرؓ اور ابو بکرؓ کی طرف تھی اب صاحبھما کی ضمیر پھر والدین کی طرف پہونچ گئی۔ والدین سے جو کچھ مراد ہے وہ پہلے معلوم ہو چکی اگر صاحبھما سے بھی شیخین مراد ہوتے تو اونکی بہت بڑی فضیلت ثابت ہو جاتی اس لئے چار ناچار والدین کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ معروف کے لفظ نے فضیلت اور تعریف کے معنی پیدا کر دئے۔

جو تفسیر جناب امیرؓ سے منقول ہو اُس مین کلام کی فصاحت اور قواعد عربیت کی مطابقت اور الفاظ کی مناسبت کی کوئی ضرورت نہین۔

اسی تفسیر نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ بیشک ائمہ کے سوا قرآن کی صاف اور واضح آیتون کو بھی کوئی نہین سمجھ سکتا اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ اگر ایسی ہی تفسیر ہے تو قرآن بیشک حجت نہین۔

جناب امیرؑ کی عظمت وشان کو غور کرو کیا وہ قرآن کی ایسی تفسیر کرین گے۔ معاذاللہ منہا۔ اب اصل روایت کافیؔ کا بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔

عن الاصبغ بن نباتہ انہ سال امیرالمومنین علیہ السلام عن قولہ تعالی ان اشکرلی ولوالدیک الی المصیر فقال الوالدان اللذان اوجب اللہ لھما الشکر ھما اللذان ولدا العلم وورثا الحکم وامر الناس بطاعتھما ثم قال اللہ الی المصیر فمصیر العباد الی اللہ والدلیل علی ذلک الوالدان ثم عطف القول علی ابن حنتمۃ وصاحبہ فقال فی الخاص والعام وان جاھداک علی	اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے کہ اُس نے امیرالمومنین علیہ السلام سے آیہ کریمہ ان اشکرلی ولوالدیک الی المصیر کی تفسیر پوچھی تو امیرالمومنین نے فرمایا کہ دونون والدجنکا شکر اللہ نے واجب کیا ہے وہ دونون ہین جنھون نے علم پیدا کردیا اور حکمت کی میراث دی اور سب آدمیون کو اُن دونون کی اطاعت کا حکم کیا گیا ہے پھر اللہ نے فرمایا کہ الی المصیر پس رجوع کرنا بندونکا اللہ کی طرف ہوگا اور والدین اسکی دلیل ہین۔ پھر اللہ نے اپنی بات کو پھیر کر ابن حنتمہ (عمرؓ) اور اوسکی ساتھی (ابو بکرؓ) کے ذکر سے ملایا اور

ل۔ اصول کافی صفحہ ۲۷۰۔

وان تشرک بی تقول فی الوصیۃ ولعدل عمن امرت بطاعتہ فلا تطعہما ولا تسمع قولہما ثم عطف القول علی الوالدات فقال وصاحبہما فی الدنیا معروفا یقول عرف الناس فضلہما وادع الی سبیلہما۔

خاص و عام مین کہدیا وان جاھداک علی ان تشرک بی یعنی اگر عمرؓ اور ابوبکرؓ وصیت مین جھگڑا کرین اور اس بات پر اڑین کہ تو اونکو اس شخص کے ساتھ برابر کردے جسکی اطاعت کا تو نے حکم دیا تو اے پیغمبر تو عمرؓ اور ابوبکرؓ کی بات مت مان اور اُن دونون کا قول مت سُن پھر اللہ نے اپنی بات پھیر کر والدین کا ذکر کیا اور فرمایا وصاحبہما فی الدنیا معروفا اللہ فرماتا ہے بیان کر آدمیون مین والدین کی فضیلت اور اُن دونون کے رستے کی طرف بلا۔

قزوینی نے لکھا ہے۔ حنتمہ بفتح حای بے نقطہ وسکون نون و فتح تای دو نقطہ دربالا مادر عمرست وصاحبش ابابکرست یعنی حنتمہ عمرؓ کی مان کا نام تھا بس ابن حنتمہ سے عمر مراد ہین اور اونکے ساتھی سے ابوبکر مراد ہین۔ ترتیب خلافت اس امر کی مقتضی تھی کہ پہلے ابوبکرؓ کا نام ہوتا پھر عمرؓ کا لیکن جناب امیر نے اس تفسیر عجیب وغریب مین اول عمرؓ کا ذکر کیا اسکا نکتہ خلیل قزوینی نے جو بیان کیا ہے وہ بھی نہایت عجیب ہے چنانچہ قزوینی نے حملتہ امہ وھنا علی وھن کی جو تفسیر کی ہے اُس مین لفظ اُمّہ سے قرآن مراد لیا ہے۔ یعنی قرآن نے ضعف بالائے ضعف اوٹھایا۔ ایک ضعف خلافت ابوبکرؓ کا اور دوسرا ضعف خلافت عمرؓ کا اس صورت مین ضعف اول جو قرآن مین موخر

مذکور ہے خلافت ابوبکرؓ ہے اور اُسکے اوپر ضعف ثانی جو قرآن مین اول مذکور ہے خلافت عمر ہوئی پس چونکہ قرآن مین پہلے خلافت عمر کا ذکر تھا اسی لئے جناب امیر نے اول ابن منتہمہ یعنی عمرؓ کا ذکر کیا۔ مگر قزوینی نے یہ ظاہر نکیا کہ حملتہ مین جو ضمیر رہا ہے وہ کدھر کو پھرے گی۔

وفصالہ فی عامین کی تفسیر قزوینی نے یہ کی ہے کہ ابوبکر کی خلافت دو برس مین ختم ہوگئی۔ اس تفسیر سے ظاہر ہوگیا کہ قزوینی مطالب تفسیری کے بیان کرنے مین جناب امیر پر بھی غالب رہے۔ ؎

گر تو تفسیر اینچنین دانی
ببری رونق مسلمانی

کافی کی اس حدیث کا ترجمہ ملائے مجلسی نے بھی حیات القلوب[1] مین لکھا ہے اور وہ یہ ہے

"در کافی بسند معتبر از اصبغ بن نباتہ روایت کردہ است کہ او سوال کرد از حضرت امیر المومنین از تفسیر قول حق تعالیٰ ان اشکرلی ولوالدیک الی المصیر حضرت فرمود کہ والدان کہ خدا شکر ایشان را واجب گردانیدہ آن دو پدر اند کہ علم از ایشان متولد شدہ وحکمت از ایشان بمیراث ماندہ و مامور شدہ اند مردم باطاعت ایشان پس فرمود حق تعالیٰ الی المصیر پس بازگشت بندگان بسوے خداست و دلیل تاویل لفظ والدانست پس گردانید سخن را باوبکر و عمر و فرمود وان جاھدٰک علی ان تشرک بی یعنی اگر ابوبکر و عمر با تو

[1] حیات القلوب جلد سوم صفحہ ۶۷۔

مجادلہ کنند کہ شریک بیاوری یعنی در وصیت شریک گردانی بآن کسے کہ خدا امر فرمودہ ست کہ وصی خود گردانی یعنی علی بن ابی طالب دیگرے را پس اطاعت ایشان مکن وسخن ایشان را مشنو پس برگردانید سخن را بسوے والدین وفرمود وصاحبھما فی الدنیا معروفاً یعنی بمردم شناسان فضیلت ایشان را ومردم را دعوت کن براہ متابعت ایشان ۔"

ابونصر عراقی نے کتاب الامالی مین لکھا ہے کہ ہشام خارجی نے کتب شیعہ مین علیؓ کی تفسیرون کو دیکھکر یہ کہا کہ اگر بفرض تسلیم شیعون کا یہ قول مانا جاوے کہ خلفاؓ نے علیؓ پر کچھ تشدد کیا تھا تو اسکا عذر علی کی ان تفسیرون سے ظاہر ہے شاید خلفا کو علیؓ کی ایسی تفسیرون کی خبر ہو گئی ہو گی جو اہل کتاب کی تحریف سے بھی بدتر ہین۔ بھلا خلفاؓ کو یہ تاب کہان تھی کہ اونکے سامنے کوئی قرآن کو اسطرح بگاڑے یہ علی ہی کی رعایت تھی کہ قرآن کو بگاڑنے اور تحریف کرنے کے عوض مین بھی صرف کسیقدر تنبیہ اور تشدد پر اکتفا کیا ورنہ اگر کوئی اور شخص قرآن کو اونکے سامنے اسطرح بگاڑتا تو بڑی سختی سے قتل کرتے ۔

۲۵ **سب سے زیادہ عجیب** یہ ہے کہ روایات شیعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اپنی اولاد پر ایسے نامہربان تھے کہ اونھون نے مدینہ[1] مین پہنچ جانے کے بعد اپنی بیٹی رقیہ کا نکاح عثمانؓ سے کیا اور جب رقیہ کو (معاذ اللہ منہا) عثمانؓ نے قتل کر دیا تو عثمانؓ سے قصاص بھی نہ لیا نہ اور کسی قسم کی سزا دی بلکہ فوراً اونھین

[1] دوم رقیہ گویند کہ اورا عتبہ پسر ابولہب تزویج نمود در مکہ داورا طلاق گفت ودر مدینہ عثمان اورا تزویج نمود ۱۲ حیات القلوب حصہ دوم صفحہ ۵۶۰ ۔

عثمانؓ سے اپنی دوسری بیٹی ام کلثوم کا نکاح کردیا ملا[1] نے مجلسی نے حیات القلوب

مین لکھا ہے۔

"عیاشی روایت کردہ است کہ از حضرت صادق پرسیدند کہ آیا حضرت رسول دختر

خود را بہ عثمان داد حضرت فرمود کہ بلے راوی گفت کہ چوں دختر آن حضرت را شہید

کرد باز دختری دیگر باو داد حضرت فرمود کہ بلے۔"

حضرات شیعہ اس موقع پر انصاف فرمائین کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مدینہ مین پہنچ گئے تو کوئی مجبوری نہ تھی پھر عثمان سے قرابت کیون کی جو بزعم شیعہ

مومن صادق بھی نہ تھے اور یہ لحاظ کیون نہ کیا کہ مومنہ متقیہ پر ایسے شخص کی اطاعت

اور صحبت عذاب الیم ہوگی۔ یہ کیسا ظلم تھا کہ اپنی پیاری بیٹی ایک ایسے شخص کے

پھندے مین پھنسا دی جسکے دل مین بقول شیعہ ایمان بھی نہ تھا اور باین ہمہ

ایسا ظالم تھا کہ اس نے رسول کی بیٹی کو قتل کردیا (معاذ اللہ منہا) اگر آجکل کوئی

شیعہ اپنی بیٹی کو اسطرح مصیبت مین گرفتار کرے تو ساری قوم اسکو کیا کہے گی۔

پیغمبرؐ اپنی بیٹی کی حالت سے ایسے بے خبر کیون ہوگئے تھے کہ ہلاکت تک نوبت پہنچی

پہلے سے اسکا تدارک کیون نہ کیا۔ حالانکہ رقیہؓ نے بار بار اپنی حالت کی خبر بھیجی

مگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ پروا نہ کی اگر شوہر کی شکایت ناپسند تھی تو عیادت تو

کی ہوتی۔ آخر خبر لی تو اسوقت جب وہ صدمہ لاعلاج ہوگیا تھا۔ حیات[2] القلوب مین

لکھا ہے کہ اوّل عثمان نے اونٹ کے کجاوہ کی لکڑی سے رقیہ بنت رسول کو مار مار کر بہت

---

[1] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۵۶۳ [2] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۵۶۳۔

بہت زخمی کیا جب انھوں نے رسول کے پاس اطلاع بھیجی تو رسول نے شوہر کی شکایت ناپسند کی اسکے بعد پھر چند مرتبہ رقیہ نے اپنی مصیبت کی خبر بھیجی مگر ہر مرتبہ رسول نے اسی طرح ٹالا۔ چوتھی مرتبہ جب یہ خبر بھیجی کہ اب میں مری تب علی کو بھیجا۔ اصل عبارت حیات القلوب کی یہ ہے۔

وچوب جہار شتر را گرفت و بسیار براو زد و او را خستہ و مجروح گردانید پس آن مظلومہ بخدمت پدر خود فرستاد و از عثمان شکایت کرد و حال خود را بآن حضرت عرض کرد حضرت در جواب او فرستاد کہ حیا ے خود را نگاہدار کہ بسیار قبیح است کہ زنے کہ صاحب نسب و دین باشد ہر روز شکایت از شوہر خود نماید پس چند مرتبہ دیگر فرستاد و بخدمت آنحضرت شکایت کرد و در ہر مرتبہ حضرت چنین جواب فرمود تا آنکہ و مرتبہ چہارم فرستاد کہ مرا کشت درین مرتبہ آنحضرت علی بن ابی طالب را طلبید و فرمود کہ شمشیر خود را بردار و برو بخانہ دختر عم خود و او را بنزد من بیاور و اگر عثمان مانع شود و نگذارد او را بشمشیر خود بکش و حضرت بیتابانہ از عقب او روانہ شد مانند آنکہ گویا حیران گردیدہ بود و چون حضرت رسول بدر خانہ عثمان رسید حضرت امیرالمومنین آن شہیدہ مظلومہ را بیرون آوردہ بود و چون نظرش بپدر افتاد صدا بگریہ بلند کرد و حضرت نیز از مشاہدہ حال او بسیار گریست و او را با خود بخانہ آورد و چون بخانہ داخل شد پشت خود را کشود و بہ پدر بزرگوار خود نمود حضرت دید کہ پشتش تمام سیاہ و مجروح گردیدہ است پس حضرت سہ مرتبہ فرمود کہ

چہارم انگشت وابہ در روز یکشنبہ بود وپس روز دوشنبہ وسہ شنبہ آن مظلومہ
بر بستر درد والم خوابید ودر روز چہارشنبہ باعلیٰ درجات شہیدان ملحق گردید۔"

کیا شریعت میں یہ حکم ہو کہ عورت اپنے شوہر کے ظلم سہہ سہہ کر ہلاک ہو جاوے اور فریاد نہ کرے
اگر کوئی غیر عورت اپنے شوہر کے ظلم کا فریاد کرتی تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بیتاب اوس کی
فریاد سنتے اور انصاف کرتے لیکن اپنی بیٹی کی مصیبت کی خبر پاکر عمدا کئی روز تک بے پروائی
کی۔ مزاج پرسی کو بھی تشریف نہ لے گئے نواسے کی شہادت جو اونکی وفات سے
پچاس برس بعد ہونے والی تھی اسکا تو ایسا صدمہ تھا کہ اللہ کی بھیجی ہوئی بشارت
بار بار رد ہوتی تھی اور بیٹی کی شہادت کا حادثہ جو اونکے سامنے ہو رہا تھا اس سے
ایسی بے پروائی۔ ان واقعات پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر شیعون کی
روایتون کو سچا فرض کیا جاوے تو یہ لازم آتا ہے کہ پیغمبر نے اپنی بیٹی کی حالت سے
ایسی غفلت کی کہ گویا خود اوس کو قتل کرایا۔

سب سے بڑھ کر غضب یہ ہے کہ رقیہؓ کے قتل کے بعد قاتل سے نہ قصاص لیا۔
نہ طعنہ تعزیر سزا دی۔ اگر کوئی غیر شخص اپنی بی بی کو اسطرح مار ڈالتا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
کچھ تعزیر ضرور اوسپر جاری کرتے یا خونبہا لیتے مگر پیغمبر کی بیٹی کا خون معاف تھا
اسکے قاتل کے واسطے شریعت مین کوئی سزا مقرر نہین ہوئی تھی۔

اس سے بھی زیادہ تعجب یہ ہے کہ اس جانگزا حادثہ کے بعد پیغمبر نے فوراً اپنی
دوسری بیٹی کا عثمانؓ کے ساتھ نکاح کر دیا اور جس شخص کی حالت کا ایسا تجربہ ہو چکا تھا

سلہ ۹ نسیم الشیعہ صفحہ ۱۲۲۔

اب پھر اُسکو داماد بنالیا۔ اور دوسری بیٹی ام کلثوم بھی اُسکے حوالے کردی چنانچہ حیاتُ القلوب مین دختران پیغمبرؐ کی تفصیل مین لکھا ہے۔

"سوم اُم کلثوم داورا نیز عثمان بعد از رقیہ تزویج نمود۔"

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عثمانؓ کو اپنا داماد بنایا اور ایک بیٹی کے مرجانے کے بعد دوسری بیٹی کا عثمانؓ کے ساتھ نکاح کیا یہ دلیل واضح ہے کہ عثمانؓ مومنِ کامل اور متقی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکی حالت کو پسند کرتے تھے اور اگر (معاذ اللہ) عثمانؓ کی وہ حالت ہوتی جو شیعون نے فرض کرلی اور اس روایت سے ثابت ہوتی تو پیغمبر ہرگز اونسے قرابت نہ کرتے اور بالفرض اگر غلطی سے پہلی قرابت ہوگئی تھی اور اُسکا نتیجہ ایسا خراب ظاہر ہوا تھا تو دوسری قرابت نکرتے۔ شیعے جب اس قرابت کی فضیلت کو نہ چھپا سکے تو انھون نے اپنی عادت کے مطابق یہ افترا کیا کہ رقیہؓ بنت رسول کو عثمان رضؓ نے اتنا مارا کہ وہ اس صدمہ سے ہلاک ہوگئین۔

رُوات شیعہ کو اسکی کیا پروا تھی کہ اس روایت کی بدولت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کتنے الزام قایم ہوگئے۔ حضرات شیعہ کتنا ہی حق کے بگاڑنے مین کوشش کرین مگر عقلِ سلیم شاہد ہے کہ رسول نے دوبارہ جو عثمانؓ سے قرابت کی اس سے بہت بڑی فضیلت عثمان رضؓ کی ثابت ہوئی جسکو حضرات شیعہ کسیطرح نہین چھپا سکتے۔

[۵] آسمان سے جو ہر شام کو یہ ندا ہوتی ہے کہ عثمان اور اونکے گروہ والے نجات پانے والے ہین اور صبح کو یہ ندا ہوتی ہے کہ علیؑ اور اونکے گروہ والے نجات پانے والے ہین

---

[۴] دیکھو نصیحۃ الشیعہ صفحہ ۲۰۔ [۵] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۵۶۲۔

اسکی وجہ یہی ہے کہ یہ دونوں رسول کے داماد ہیں اسی لئے ندا میں ان دونوں کی تخصیص ہوئی ہے۔
عثمانؓ کا وہ مرتبہ تھا کہ واقعہ حدیبیہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ منظور ہوا کہ مکہ میں
جو ضعفائے مومنین کافروں کے گروہ میں گھرے ہوئے تھے اونکے پاس یہ بشارت بھیجیں
کہ اللہ نے فتح مکہ کا وعدہ کیا ہے تو یہ فضیلت عثمانؓ کو ہی نصیب ہوئی تھی کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سفارت کے منصب پر مقرر ہوکر اوس نازک وقت میں کہ جان کا
خوف تھا مکہ میں گئے اور سفارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ادا کی۔ اگر عثمانؓ مومن
کامل نہ ہوتے تو رسول اللہ صلعم اونکو اپنی طرف سے سفیر مقرر کرکے کیوں بھیجتے۔
حیات القلوب میں لکھا ہے۔[۱]

پس حضرت بہ نزد عثمانؓ فرستاد کہ بروبسوے قوم خود از مومنان و بشارت دہ
ایشان را بانچہ وعدہ دادہ است مرا خدا از فتح مکہ پس عثمان داخل شد و رسالت حضرت را رسانید

اس سے بڑھکر فضیلت عثمانؓ کی یہ ہے کہ اسکے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر
پہنچی کہ مشرکین نے عثمانؓ کو قید کرلیا تو اوسوقت آپ نے مشرکین سے لڑنے کا قصد کیا اور
ایک درخت سے تکیہ لگا کر صحابہ سے بیعت لی اسی بیعت کا نام بیعت رضوان ہے اس بیعت
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا اور یہ فرمایا کہ
یہ عثمانؓ کی طرف سے بیعت ہے۔ حیات القلوب میں ہے۔[۲]

وبروایت شیخ طبرسی چون مشرکان عثمان را حبس کردند و خبر بحضرت رسید کہ
او را کشتند حضرت فرمود کہ ازینجا حرکت نمیکنم تا با ایشان قتال کنم و مردم را

[۱] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۴۰۴ [۲] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۴۰۴

بسوے بیعت دعوت نمایم و برخاست و پشت مبارک بدرخت داد و تکیہ
کرد و صحابہ با آنحضرت بیعت کردند کہ با مشرکان جہاد کنند و نگریزند و بروایت
کلینی حضرت یکدست خود را بر دست دیگر زد و برای عثمان بیعت گرفت۔ "

کافی کی کتاب[1] الروضہ مین منقول ہے۔

وبایع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ المسلمین　اور بیعت لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے مسلمانو نسے
وضرب باحدی یدیہ علی الاخرے لعثمان　اور مارا ایک ہاتھ اپنا اوپر دوسرے کے واسطے عثمان کے

یہ بیعت درحقیقت اس امر کا معاہدہ تھا کہ اس جنگ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے
ساتھ شریک ہوکر مشرکین سے لڑین گے اور منھ نہ پھیرین گے۔ یہ معاہدہ ہر شخص اپنے
اختیار سے کرتا ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بغیر اجازت عثمانؓ کے عثمانؓ کی
طرف سے معاہدہ کیا یہ دلیل اس امر کی ہے کہ عثمان کو مومن کامل سمجھتے تھے اور اونپر
پورا اعتماد رکھتے تھے۔ اپنے ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ بنایا یہ دلیل اس امر کی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ کو عثمانؓ کے ساتھ ایسا اتحاد تھا کہ گویا اپنی ذات کو اونکی ذات کے ساتھ
متحد سمجھتے تھے اور یہ جانتے تھے کہ ہمارا معاہدہ بعینہ عثمانؓ کا معاہدہ ہے اور ہمارا ہاتھ
گویا عثمانؓ کا ہاتھ ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عثمانؓ کی طرف
سے بیعت کرنے کا اختیار کیا تھا اور جو بیعت بغیر اجازت عثمانؓ کے ہوئی تھی وہ عثمان پر
لازم کیون ہوتی۔

حضرات شیعہ آیت انفسنا و انفسکم سے استدلال کرکے اتحاد جناب امیر کا

[1] کتاب الروضہ صفحہ ۱۰۱۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تبکلف ثابت کرتے ہین حالانکہ وہان اتحاد اور عینیت مراد نہین بلکہ قرابت مراد ہے اس لئے کہ وانفسنا وانفسکم کا مطلب یہ ہو کہ ہم اپنے قرابت والون کو بلاو ہم اپنے قرابت والون کو بلائین پھر اس سے اتحاد اور عینیت کیونکر ثابت ہوئی۔ لیکن انصاف کرو تو مضمون اتحاد مثل عینیت کا اس فعل رسولؐ سے عثمانؓ کے لئے بے تکلف ثابت ہوا اس لئے کہ رسول نے بغیر اجازت عثمانؓ کے عثمانؓ کی طرف سے وہ معاہدہ کیا جس مین جان دینے کا وعدہ تھا۔ پس کمال اتحاد کی وجہ سے بذات خود قایم مقام عثمان کے بننے یہین سے سمجھ لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عثمان پر کیسا کامل بھروسا تھا اگرچہ مضمون اتحاد کا اقوال رسول سے جناب امیر کے لئے بھی ثابت ہو مگر لفظی قول مین مجاز اور استعارہ کو بھی دخل ہوتا ہو اور جو کمال اتحاد رسولؐ کو عثمانؓ کے ساتھ تھا اسکو رسول نے اپنے فعل سے بھی ثابت کر دیا اس فعل سے رسولؐ کا مقصود یہ تھا کہ اگرچہ عثمانؓ موجود نہین مگر وہ بھی اصحاب بیعت رضوان مین شامل ہو جاوین جنکی نسبت اللہ نے صاف فرمادیا ہو کہ ہم اُن سے راضی ہو گئے یہ آیت سورۃ فتح مین ہے

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ	بیشک اللہ راضی ہو گیا مومنون سے جب کہ بیعت کرتے تھے تجھسے درخت کے نیچے تو جان لیا اللہ نے جو اونکے دلون مین ہو پھر اُتاردی اوپر سکین

اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ اللہ اُن مومنین سے راضی ہو گیا کہ جنھون نے یہ بیعت کی اونکے دلون کا اخلاص بھی اللہ جانتا تھا اونپر اللہ نے تسکین بھی نازل کی۔

جب رسول نے اپنے ہاتھ سے بیعت کرکے عثمانؓ کو اس بیعت والون مین شامل کرلیا تو یہ تینون فضیلتین عثمان کو بھی حاصل ہوگئین۔

شیعے کہتے ہین کہ عثمانؓ مومن نہ تھے اس لئے اس آیت کی فضیلت مین داخل نہین ہوسکتے جواب یہ ہے کہ پیغمبرؐ نے مدینہ مین پہنچنے کے بعد یکے بعد دیگرے دو بیٹیون کا ان سے نکاح کیا۔ سفارت پر مقرر کرکے بہت نازک وقت مین مکہ مین بھیجا جب اونکے قید ہوجانے کی خبر آئی تو اہل مکہ سے لڑنے کو تیار ہوگئے بیعت کرنے مین خود عثمانؓ کے نائب بنے اور عثمان پر ایسا بھروسہ کیا کہ بغیر اجازت عثمانؓ کے اونکی طرف سے جان دینے کا معاہدہ کرلیا۔ ہرشام آسمان سے آواز آتی ہے کہ عثمان اور اونکے ساتھی مراد پانے والے ہین۔ پھر ایسے شخص کو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ مومن نہ تھے۔ اگر وہ مومن نہ ہوتے تو رسول اونکی طرف سے بیعت کیون کرتے۔ ان سب مناقب سے قطع نظر کرکے ہم پوچھتے ہین کہ اگر عثمانؓ (معاذاللہ) مومن نہ تھے تو کیا کافر تھے تو یہ لازم آویگا کہ پیغمبرؐ نے مدینہ مین پہنچنے کے بعد اپنی دو بیٹیون کا نکاح کافر سے کیا۔ اگر یہ فرض کرو کہ منافق تھے پس اگر منافق سے یہ مراد ہے کہ اللہ اور رسول کو مانتے تھے مگر مسئلہ امامتِ علیؓ کے منکر تھے جیسا کہ شیعہ تمام صحابہ کی نسبت کہتے ہین تو قرآن مین مسئلہ امامت کا پتا بھی نہین نہ اس معنی مین منافق کا لفظ قرآن مین آیا قطع نظر اسکے واقعہ حدیبیہ تک وہ نص بھی نازل نہین ہوئی تھی جسکو شیعہ نص امامت کہتے ہین اوسوقت تک توفقط توحید اور رسالت اور قرآن کو ماننا ایمان تھا اور اگر منافق سے یہ مراد ہے کہ عثمانؓ ظاہر مین ایمان کا

اقرار کرتے تھے دل مین (معاذ اللہ منہا) تصدیق نہ تھی بلکہ کفر تھا تو اب فرمائیے کہ انھون
نے اپنا گھر اور اہل و عیال اور عزیز و اقربا چھوڑ کر اول حبشہ کو پھر مدینہ کو ہجرت کیون کی؟
مشرکین کے ساتھ کیون نہ شریک رہے جو اپنے گھر فراغت سے بیٹھے رہتے قبائل انصار
مین سے تو بعض لوگ اسوجہ سے منافق بنے تھے کہ مسلمانون سے ڈرتے تھے قریش مکہ
کو کیا ضرورت تھی کہ باوجود اعتقاد کفر کے اقرار ایمان کرین اور جلا وطنی کی سختیان اُٹھاوین
رسول نے ہمیشہ سفر و حضر مین انکو اپنا رفیق اور مشیر کیون بنایا اور ان سے قرابت کیون
کی۔ اس لئے کہ رسول کو اونکا باطنی کفر ضرور معلوم ہوگا اور اگر رسول کو معلوم نہ تھا
تو آج شیعون کو کیونکر معلوم ہوگیا۔ اور اس صورت مین تو عثمانؓ کے ساتھ رسول کی
بیٹیون کا نکاح بھی صحیح نہ ہوگا اس لئے کہ ظاہر حال پر حکم اسوقت ہوتا ہے جب باطنی
حقیقت یقیناً معلوم نہو اور جس شخص کی باطنی حالت یقیناً معلوم ہو اوسکا ظاہر حال
معتبر نہین ہوتا۔ کبھی بعض کفار بطور تمسخر کے مسلمانون کے سامنے اقرار ایمان کر لیا کرتے
ہین مگر چونکہ اونکے دل کی حالت ہم خوب جانتے ہین اس لئے اونپر احکام ایمان جاری
نہین کرتے۔ کافی کی روایتون سے ظاہر ہے کہ ائمہ اپنے دوست دشمن کو پہچان لیتے
تھے پس رسول تو بدرجہ اولیٰ پہچان لیتے ہونگے۔ اگر یہ بھی فرض کرو کہ ایسی صورت
مین بھی نکاح جائز تھا تو خلاف اولیٰ تو ضرور ہوگا اور پیغمبر کے حق مین تو امر خلاف اولیٰ بھی
گناہ کے حکم مین تھا۔

پھر بعد پیغمبر کے وہ اوسی دین پر کیون نہ چلے گئے جو اونکے دل مین تھا حالانکہ (بزعم شیعہ)

تمام عرب مخالفت حکم خدا و رسول مین اونکے ساتھ تھا چنانچہ اونہی وجہ سے نص امامت کے سب منکر ہوگئے۔ باین ہمہ انہین خلفا نے اپنی کوشش سے روئے زمین کے اکثر حصہ کو مومن بنادیا حضرات شیعہ کے سوا اور کون کہہ سکتا ہے کہ جنھون نے تمام جہان کو مومن بنایا وہ خود مومن نہ تھے۔

اقوال امیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ طلحہؓ اور زبیرؓ وغیرہ اصحاب جمل جو بصرہ مین جناب امیرؓ سے لڑے تھے وہ بھی مومن تھے پس خلفاء ثلثہ بدرجۂ اولی مومن ہونگے اس لئے کہ ان تینون نے جناب امیر سے قتال نہین کیا اسکے بیان سے پہلے قرآن کی ایک آیت پر غور کر لیجیے۔

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

اور اگر دو گروہ مومنین کے آپس مین لڑین تو ان دونو مین صلح کرادو۔ پھر اگر سرکشی کرے ایک اون دونون مین سے دوسرے پر تو باغی گروہ سے لڑو اسوقت تک کہ اللہ کی حکم کی طرف آجاوے تو اگر رجوع ہوجاوے تو ان مین عدل کے ساتھ اصلاح کردو اور انصاف کرو اللہ منصفون کو پسند کرتا ہے بیشک مومنین بھائی ہین تو اصلاح کرادو اپنے بھائیون مین اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم ہو۔

اللہ نے لڑنے والے دونون گروہون کو مومن کہا اور سب مسلمانون کو یہ حکم کیا کہ

اون مین صلح کرادو اور اگر ان دونون مومن گروہون سے ایک گروہ دوسرے گروہ سے سرکشی
کرے تو اس سے اُسوقت تک لڑو جب تک کہ وہ اللہ کی طرف آجاوے - اس سے
بھی ثابت ہوگیا کہ سرکش گروہ بھی مومنین سے خارج نہین کیونکہ دونون گروہون کو اللہ نے
مومن کہا ہے اسکے بعد اللہ نے اسکی تاکید کی کہ یہ حکم اُن مومنین کے لئے ہے جو آپس مین لڑتے
ہون اور فرمایا کہ سب مومنین بھائی ہین تم اپنے بھائیون مین صلح کرادو-

اب اس آیت سے متعلق جو امام معصوم کا قول ہے اوس پر غور کیجیے - کلینی نے کتاب الروضہ
مین ایک حدیث طویل روایت کی ہے کہ ابوبصیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے بعض
آیتون کے معنی پوچھے ہین اور امام نے اونکی تفسیر بیان کی ہے منجملہ اونکے یہ بھی ہے-

قلت وان طائفتان من المؤمنين اقتتلوا فاصلحوا بينهما فان بغت احدیهما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفیء الی امر الله فان فاءت فاصلحوا بينهما بالعدل قال الفئتان انما جاء تاویل هذه الآیة یوم البصرة وهم اهل هذه الآیة وهم الذین بغوا علی امیر المؤمنین علیه السلام فکان الواجب علیه قتالهم فی ما انزل الله -

ابوبصیر کہتا ہے کہ مین نے آیت وان طائفتان من المومنین الخ کو پوچھا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ دونو گروہ بیشک اسکے معنی جنگ بصرہ کے دن ظاہر ہوگئے اور وہی لوگ اس آیت کے اہل تھے اور انھون نے ہی امیر المومنین علیہ السلام پر بغاوت کی تھی پس امیر المومنین پر اس آیت کے بموجب اونسے لڑنا واجب تھا-

اس روایت سے صاف ظاہر ہوگیا کہ طلحہ اور زبیر وغیرہ اہل جمل جو بصرہ مین جناب
امیر علیہ السلام سے لڑے تھے مصداق اس آیت کے تھے پس اگرچہ باغی تھے مگر

مومن بھی تھے اس لئے کہ اس آیت مین حکم اونھین لڑنے والون کا ہی کہ دونون گروہ مومن ہون اور جب وہ لوگ مومن تھے جنھون نے جناب امیر سے مقاتلہ کیا تھا تو وہ لوگ مومن کیون نہ ہونگے جنھون نے قتال نہین کیا۔

شیعون کی یہ عادت ہی کہ جن آیتون مین صحابہ کے مناقب ہین اونسے خلفائے ثلثہ کو یہ کہکر خارج کرتے ہین کہ وہ مومن نہ تھے اور اگر کوئی قصور صحابہ کا قرآن مین مذکور ہے تو اُسکو خواہ مخواہ خلفای ثلثہ کے ذمہ لگاتے ہین مگر اُسی سے اونکا مومن ہونا بھی ثابت ہوجاتا ہی چنانچہ سورۂ انفال مین جہان غزوۂ بدر کا ذکر ہی اللہ نے فرمایا کہ

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۙ	جیسے کہ نکالا تجھکو تیرے رب نے تیرے گھر سے حق کے ساتھ اور مومنین سے ایک گروہ والے ناگوار جانتے تھے۔

ف یعنی بعض مومن ایسے بھی تھے کہ غزوۂ بدر مین شریک ہونا اونکے نفس پر شاق تھا اہل سنت کے نزدیک خلفای ثلثہ اس گروہ مین ہرگز شامل نہ تھے بلکہ اُنکے مخالف تھے مگر شیعون نے بہت سی روایتین تصنیف کرلی ہین کہ یہ حالت انھین خلفاء کی تھی۔ حیات[1] القلوب مین ملا ئے مجلسی اُس[2] آیت اور اسکے بعد کی آیت کا ترجمہ نقل کرکے فرماتے ہین۔

"موافق روایات سابق معلوم ست کہ این کنایات با ابوبکر و عمر ست کہ کارہ بودند جہاد را"

[1] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۲۲۹ [2] اس آیت کا ترجمہ حیات القلوب مین یہ ہی۔ چنانچہ بیرون آورد ترا پروردگار تو بحق در حالتی و مدرستی کہ گروہی از مومنان ہر آئینہ کارہ بودند بہ بیرون رفتن ۱۲

جس آیت سے شیعوں نے خلفا پر اس قصور کا الزام لگایا تھا اُسی سے اونکا مومن ہونا ثابت ہوگیا۔ قرآن میں اس قسم کی بہت سی آیتیں ہیں کہ خلفا پر کوئی الزام لگانے کے لیے اونکو اپنی زبردستی خلفا کو ٹھہراتے ہیں اور اونھیں سے اونکا ایمان ثابت ہوتا ہے۔

اسی طرح جن روایتوں سے خلفا پر طعن کرتے ہیں اونمیں بھی اکثر ایسی ہیں کہ خلفا کے مناقب بھی اونھیں میں موجود ہیں مثلاً غزوۂ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دن ابو بکرؓ کو اور دوسرے دن عمرؓ کو سردار بنایا اول یہی فوج کو منتخب ہوتے اسکے بعد تیسرے دن علیؓ کو علم ملا پس یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ جن لوگون کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوج کی سرداری کے لیے علیؓ پر بھی مقدم کرین وہ پورے مومن بھی نہ ہون۔ کیا دو دن تک ایسے لوگوں کو مومنین کی فوج کا سردار بنایا تھا جنکے دل میں کفر تھا (معاذ اللہ منہا) رسول اللہ نے بیشک انکو اسی مرتبہ کے لایق سمجھا تھا جبھی تو اس کام کے لیے علیؓ سے پہلے منتخب کیا تھا۔

فتح نہ ان خلفاؓ کے اختیار میں تھی نہ رسولؐ کے نہ علیؓ کے بلکہ یہ امر اُسوقت پر موقوف تھا جو اللہ نے اس کام کے لیے مقرر کیا تھا۔ اور اگر اسباب ظاہر پر نظر کیجاوے تب بھی انصاف یہ ہے کہ اول دو دن کی لڑائیوں نے کافرون کو ایسا ضعیف کردیا تھا کہ تیسرے دن مغلوب ہوگئے۔ اگر پہلے یا دوسرے دن علیؓ جاتے تو وہ بھی بغیر فتح کیے واپس ہوتے اور اگر تیسرے دن ابو بکرؓ یا عمرؓ جاتے تو وہ بھی فتح پاتے۔

اگر نظر انصاف سے دیکھو تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ جتنے مشکل اور نازک کام تھے اونپر خلفا ہی مقرر ہوتے تھے چنانچہ سعیت سفر ہجرت اور رفاقت غار کے لئے رسولؐ نے علیؓ کو چھوڑ کر ابوبکر کو منتخب کیا ہر مردے و ہر کارے۔

یہ غار مین محبوب الٰہی کی سپر تھے
وہ بستر آرام پہ بے خوف و خطر تھے

مجالس المومنین[1] میں عبد الجلیل قزوینی کا یہ قول نقل کیا ہے۔

"وبہمہ حال رفتن محمد و بردن ابوبکر بے فرمان خدا نہ بودہ"

کیا یہی انصاف ہے کہ جن ابوبکر کو رسول نے ایسے نازک وقت مین ساتھ لیا وہ مومن بھی نہ تھے

تبلیغ سورۂ[2] برأت کے لئے سب سے پہلے ابوبکر ہی منتخب ہوئے تھے نہ علیؓ کیا رسول ایسے عظیم الشان کام کے لئے ایسے شخص کو منتخب کرتے جو مومن بھی نہ ہو (معاذ اللہ) بلکہ علی کو چھوڑا اور اُنکو منتخب کیا۔ یہ دلیل اس امر کی ہے کہ اس کام مین اونکی لیاقت اعلی سمجھی تھی مگر اسکی بعد جب یہ مصلحت بطور خود یا بذریعہ وحی معلوم ہوئی کہ عہد یا فسخ عہد کا پیغام یا خود پہنچاوے یا کسی رشتہ دار کو بھیجے تب مجبوری یہ کام ابوبکر سے نکالکر علیؓ کے سپرد کیا اور اس تبدل سے ابوبکر کی اُس لیاقت مین کچھ فرق نہین آیا جسکی وجہ سے اونکا اول انتخاب ہوا تھا ورنہ رسولؐ کی خطا کا اقرار کرنا پڑے گا کہ پہلے ایسے شخص کو منتخب کیا تھا کہ جو مومن کامل نہ تھا (معاذ اللہ منہا)

اگر اس تقرر کے بعد ابوبکرؓ سے کوئی قصور ہوا ہوتا اور اُسکی وجہ سے یہ تبدل ہوتا

---

[1] مجالس ختم ہوئے عبد الجلیل فاضل سنیی کو بہت سے مناقب مجالس المومنین میں مذکور ہیں ۱۲

[2] اس سورہ میں یہ بیان تھا کہ جس مشرکین سے عہد صلح ہوا تھا اب وہ منسخ کیا جاتا ہے چار مہینے اور مہلت ہے اس کے بعد اونکو امن ہوگی اسی لئے یہ سورہ موسم حج میں سنائی گئی تھی۔ اگر اس سورہ کو ابوبکرؓ سناتے تو شاید

اور اسکی وجہ سے یہ تبدل ہو تب البتہ طعن کی گنجایش تھی۔
ابو بکرؓ کے تبدل مین ایک نکتہ یہ بھی تھا کہ اسی سورۃ مین آیہ غار بھی ہی جس مین ابو بکرؓ کی مدح ہی بس اس سورۃ کی ابتدائی آیتین اونکی مدح کی تمہید مین تھین اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اونکی مدح کی تمہید کوئی دوسرا بیان کرے۔

جب غزوہ حدیبیہ کے وقت مکہ میں ضعفاے مسلمین کے پاس سفارت بھیجنے کی ضرورت پڑی جسکا ذکر ابھی ہو چکا ہی اسوقت اول عمرؓ کا انتخاب ہوا انھون نے عثمانؓ کا مشورہ دیا تو عثمان بھیجے گئے اس مشکل کام کے وقت علی کا ذکر بھی نہ آیا۔
بعض روایات شیعہ مین یہ بھی ہی کہ یہ سفارت خاص مشرکین کی طرف تھی۔ حیات القلوب[1] کی جلد سوم مین ہے۔

این آیہ اشارہ است بہ بیعت رضوان کہ در عمرۂ حدیبیہ واقع شدہ وحضرت رسول بقصد عمرہ رفتہ بود وکفار قریش مانع شدند حضرت را از داخل شدن مکہ وحضرت رسول عثمان را برسالت بنزد ایشان فرستادہ و مذکور شد کہ ایشان او را حبس کردند حضرت اصحاب خود را در زیر درخت خارے یا درخت سدری جمع کردہ از ایشان بیعت گرفت کہ با کافران قریش جنگ کنند و نگریزند پس این آیت نازل شد۔"

تطبیق ان دونون روایتون مین یون ہو سکتی ہی کہ یہ سفارت دونون کی طرف ہو گی مگر ہر ایک کو پیغام جدا جدا ہو گا اب فرماتے کہ کیا ایسے کام پر وہ شخص مقرر ہوا تھا جو تمھارے نزدیک
دوسرا اعتراض شیعون کا یہ ہی کہ آیت رضوان مین جس رضامندی کی خبر ہی وہ

[1] حیات القلوب جلد سوم صفحہ ۱۴۷۳—

خاص اس فعل سے رضامندی نہ رضاے دائمی۔

جواب یہ ہے کہ اللہ کی رضامندی کو اجر اخروی لازم ہے اور اگر آخرت مین اجر نہ ملا تو اللہ کی رضامندی کا نتیجہ کیا ہوا۔

جن لوگون کا انجام برا ہونے والا ہے اونکا کوئی نیک کام مقبول نہین ہوتا اور یہ بیعت ایسی مقبول ہوئی کہ قران مین اوس سے رضامندی کی خبردی۔

اللہ عالم الغیب ہے اون لوگون سے کبھی راضی نہین ہوتا جن سے آخر کو ناراض ہونیوالا ہے اللہ فرماتا ہے کہ ہمنے اون کے دلون کا حال جان لیا اور اونپر سکینہ نازل کیا اس سے ثابت ہوا کہ اون لوگون کا ایمان عند اللہ ثابت اور کامل تھا اگر یہی فرض کر لو کہ وہ مومن تو تھے مگر مومن کامل نہ تھے تو اللہ نے تنزیل سکینہ سے اونکا ایمان کامل کر دیا اور جس کا ایمان ثابت اور کامل ہوجاتا ہے وہ پھر کفر کی طرف منتقل نہین ہوتا۔

اصول کافی[1] مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے۔

فمن امن باللہ ثم ثبت له الایمان عند اللہ لم ینقله اللہ عزوجل من الایمان الی الکفر	پس جو کوئی ایمان لایا اللہ پر پھر ثابت ہوا اسکے لیے ایمان اللہ کے نزدیک نہین نقل کرتا اسکو اللہ عزوجل ایمان سے کفر کی طرف ۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اونھون نے یہ بیعت توڑدی اس لئے اس بیعت کی فضیلت سے خارج ہو گئے۔

جواب یہ ہے۔ کہ جس جنگ کے لئے یہ بیعت ہوئی تھی وہ جنگ ہی نہین ہوئی پھر بیعت

[1] اصول کافی صلہ ۵

درخت کی کیا خصوصیت۔ عثمان کی طرف سے رسول نے اپنے ہاتھ سے بیعت کی تھی کیا

[illegible] ہوگی کہ وہ بیعت قایم رہے۔

جن لوگوں پر اللہ نے سکینہ نازل کیا وہ ضرور مومن کامل ہیں اور بیعت کا توڑنا مومن

کامل کی شان نہیں پس ان صحابہ پر بیعت توڑنے کا الزام محض افترا ہے۔

شیعے کہتے ہیں اللہ نے یہ جو فرمایا کہ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ

یعنی جو کوئی عہد توڑے گا تو اسکا وبال اسکی جان پر آویگا اس سے معلوم ہوا کہ بعض

بیعت کرنے والے اس بیعت کو ضرور توڑین گے۔

جواب اس سے پہلے یہ آیت ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ

فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ انکے

ہاتھوں پر ہے۔ قرآن کے لفظوں سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ یہ ذکر بیعت رضوان کا ہے جو

درخت کے نیچے ہوئی تھی بلکہ عام بیعت کا ذکر ہے اور اسکے ساتھ بیعت توڑنے کا گناہ

اور پورا کرنے کا ثواب بیان ہوا ہے۔

البتہ بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت بھی بیعت رضوان کے بیان مین ہے اور اس

صورت مین استدلال الفاظ قرآن سے نہ ہوا بعض کے اقوال سے ہوا۔

اب اگر ہم تسلیم کرلین کہ یہ آیت بھی بیعت رضوان کے متعلق نازل ہوئی تو لفظ اگلے

صاف بتا رہے ہین کہ یہ حکم عام بیعت کا ہے پس اللہ نے اس بیعت کے متعلق اول

عام حکم بیان کیا اور اسکے بعد آیت رضوان مین وہ حکم بیان کیا جو اس بیعت سے مختص تھا

علاوہ اسکے من نکث الخ بطور شرط وجزا کے ہے اور وہ وقوع کو بلکہ امکان وقوعی کو بھی مستلزم نہین مثلا اللہ نے فرمایا کہ اے پیغمبر تو شرک کرے گا تو تیرے اعمال حبط ہوجائین۔ حالانکہ پیغمبر سے شرک ممکن نہ تھا۔ اسی طرح اللہ نے یہ فرمادیا کہ اگر کوئی بیعت توڑیگا تو عذاب پاویگا حالانکہ اہل بیعت رضوان سے بیعت توڑنا ممکن نہ تھا ہم یہ نہین کہتے کہ یہ صحابہ معصوم ہوگئے تھے بلکہ یہ کہتے ہین کہ ان سے اللہ راضی ہوگیا تھا جسکے اجزمین وہ جنت پائین گے بالفرض اگر بمقتضاے بشریت کوئی خطا انسے ہوئی ہو تو اللہ نے توبہ کی توفیق دی ہوگی یا معاف کردیا ہوگا۔ بہرحال اونکی نیکیان غالب ہونگی اور اللہ کو یہ بھی اختیار ہے کہ کسی مومن کے ایک عمل سے راضی ہوجائے اور اسکے بعد اسکے گناہ اگرچہ بے انتہا ہون اپنے فضل سے بخشدے لیکفرعنھم سیئاتھم بھی انھیں صحابہ کے حق مین واردہے۔

صحابہ کا وہ مرتبہ تھا کہ اگر کبھی خطا کی طرف اونکا میل ہوتا تھا تو اللہ اونکو سنبھالتا تھا غزوہ حنین مین بعض صحابہ کے پانون اوکھڑے تھے کہ اللہ نے اونکی مدد کی چنانچہ اسکا ذکر قرآن مین سورہ برات مین مذکور ہے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝	بیشک اللہ نے تمھاری مدد کی بہت سے مقامون مین اور حنین کے دن جبکہ پسند آئی تھی تم کو اپنی کثرت تو فائدہ نہ دیا تمکو کچھ بھی اور تنگ ہوگئی تم پر زمین باوجود وسعت کے تو تم پھر گئے پیٹھ پھیر کر۔

ف اس آیت مین اللہ فرماتا ہی کہ ہمنے تمھاری مدد بہت سے مقامون مین کی حنین مین اسوقت مدد کی جب کہ تم کو اپنی کثرت پر ناز ہوا تھا مگر تمھاری کثرت کچھ کام نہ آئی اور تمھاری یہ حالت ہوگئی کہ زمین تمپر تنگ ہوگئی اور تم نے پیٹھ پھیری۔

دیکھو جنھون نے پیٹھ پھیری تھی اونکی اللہ نے مدد کی یعنے بھاگنے سے بچالیا اور اُنھون نے پھر پلٹ کر لڑائی فتح کی تعجب ہی کہ اللہ تو اونکی مدد کرے اور بھاگنے سے بچالے اور حضرات شیعہ یہ فرماوین کہ بھاگ گے اور بیعت رضوان توڑ دی۔

اللہ نے اونھین لوگون سے جن سے یہ کہا تھا کہ تمنے جب پیٹھ پھیری تھی اُسوقت ہم نے تمھاری مدد کی تھی یہ بھی فرمایا کہ ہمنے بہت سے مقامون مین تمھاری مدد کی تھی۔ اب حضور فرمائے کہ اللہ نے تو اونکی بہت سی غزوات مین مدد کی اور شیعے اونکو ہر جگہ بھاگ جانے کا الزام لگاوین۔

غزوہ اُحد مین جو بعض صحابہ سے لغزش[1] ہوئی تھی اللہ نے اُس مین معافی کا اتنا بڑا اہتمام کیا تھا کہ قرآن مین اُس معافی کی خبر نازل کی اس سے مقصود یہی تھا کہ آیندہ صحابہ رسول پر کسی کو طعن کا موقع نہ رہے۔

غزوۂ بدر کے واقعات جو قرآن مین مذکور ہین اگر سورۂ انفال کو سامنے رکھکر اوسپر غور کرو تو بہت اچھی طرح حق واضح ہوجاوے۔

---

[1] درحقیقت یہ فرار ناجائز نہ تھا اس لیئے کہ ان صحابہ نے سُن لیا تھا کہ محمد قتل ہوگئے اور یہ گئے غور کیا تمام لشکر اسلام ختم ہوچکا اوسوقت اونکی راے یہ ہوئی کہ بیان شہر ما آپسے اختیار سے ہلاک ہونا ہی لهذا تدبیر جنگ یہ سمجھی کہ مدینہ مین جلد پہنچین اور دوبارہ سامان جہاد کرین مگر چونکہ اتنا امر بھی ایک قسم کی غلطی تھی اسلیے اللہ نے اس سے بھی اونکو پاک کردیا۔ ۱۲

صحابہ کو اللہ نے اگرچہ بہت بڑا مرتبہ دیا تھا مگر پھر بشر تھے اور جو امور مقتضای بشریت ہین وہ اونپر بھی عارض ہوتے تھے بعض صحابہ کے نفس پر بمقتضاے بشریت کافرون سے لڑنا ناگوار تھا اور اپنی قلت اور کافرونکی کثرت دیکھکر اونکی یہ حالت ہوگئی تھی جیسے کوئی موت کی طرف کھینچا جاوے اگرچہ حق اونپر ظاہر ہوچکا تھا مگر پھر بھی وہ پیغمبر سے بحث کرتے تھے اور یہ لڑائی اونکو دشوار معلوم ہوتی تھی۔ اگرچہ یہ حالت تھی مگر یا این ہمہ پیغمبر سے جدا نہین ہوئے ساتھ رہے گو دل مین کیسا ہی خوف تھا مگر اونھون نے یہ نہین کیا کہ پیغمبر کا ساتھ چھوڑ دین۔ اب اگر کسی کو وہم ہو کہ ایسی ہیبت اونپر کیون تھی توہم کہہ چکے ہین کہ بمقتضاے بشریت تھی جیسے رسول نے جب یہ سنا کہ اون کے نواسے کو اونکی امت شہید کرے گی تو اوسکی بشارت جو خدا کی طرف سے جبرئیل لیکر آتے تھے بار بار رد کردی اور یہی جناب سیدہ نے کیا۔ اور جب مشکل سے جناب سیدہ راضی ہوئین تو اسکے بعد بھی رضامندی کا وعدہ توڑ دیا اور حمل حسین پھر ناگوار ہوگیا یا جیسے جناب امیر نے جب جبرئیل سے یہ سنا کہ اونکا سر زخمی ہوگا اور خون سے داڑھی سرخ ہوجاوے گی تو ایسی ہیبت چھائی کہ غش کھاکر منہ کے بل گر پڑے حالانکہ یہ معاملہ برسون کے بعد ہونے والا تھا۔ یا جیسے کہ ائمہ پر ایسی ہیبت چھائی ہوئی تھی کہ جھوٹے مسئلے بیان کرتے تھے اور اپنے اصحاب مین اختلاف ڈالتے تھے لوگون کے سامنے کچھ کہتے تھے پیچھے کچھ کہتے تھے اپنی امامت سے بھی انکار کرتے تھے اور امام زین العابدین علیہ السلام نے یزید کے سامنے غلامی کا اقرار کیا حالانکہ ان ائمہ

سلہ اصول کافی صفحہ ۲۴۱

کو یہ علم امامت یعنی بذریعہ نجوم جفر وغیرہ اپنی موت کا وقت اور تمام حوادث تقدیری معلوم تھے اور قبل از وقت کچھ خوف نہ تھا۔ یا جیسے کہ ہشام اور صاحب الطاق نے جو اجلہ اصحاب امام سے تھے امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کے بعد مذہب اہلبیت کو چھوڑ کر اول مرجبہ پھر قدریہ پھر زیدیہ پھر معتزلہ پھر خارجی ہوجانے کا ارادہ[1] کیا تھا یا جیسے کہ حضرت سلمان کو یہ شبہ ہوا تھا کہ جناب امیر اسم اعظم پڑھ کر مخالفون کو غارت کیون نہین کر دیتے یا جیسے کہ حضرت ابوذر سلمان کی اولٹی ہانڈی کا کرشمہ دیکھکر ہیبت زدہ ہو کر بھاگے۔

پس صحابہ رسول پر بھی اگر بمقتضائے بشریت یہ حالت طاری ہوگئی تو طعن کا کیا موقع ہے اب غور کرو کہ انھین صحابہ کو جنکی یہ حالت ہوگئی تھی اللہ نے مومن کہا اور اونکے خیالات کی اصلاح کے لیے کیا کیا سامان کئے اون کو سلا دیا تاکہ آرام پالین اور ہیبت دور ہو مینھ برسا دیا کہ ریتہ جم جاوے اور زمین چلنے کی قابل ہو جاوے اونکی ہمت بڑھانے کے لیئے فرشتے نازل کئے پھر اللہ نے کافرون کو باوجود کثرت کے اونکی نگاہون مین تھوڑا کر دیا اگر یہ نہوتا تو وہ بزدلی کرتے اور جھگڑتے وَلٰکِنَّ اللّٰہَ سَلَّمَ اور لیکن اللہ نے سلامت رکھا۔ یہ تمام حالات سورہ انفال کی آیتون سے ظاہر ہوتے ہین۔

آپ غور کیجیئے کہ اللہ کی تو اونپر ایسی عنایت تھی کہ جو خیالات بمقتضاے بشریت اونکے دلون مین پیدا ہوتے تھے اونسے محفوظ رکھنے کے لئے کیا کیا سامان کئے اور بزدلی اور اختلاف سے اونکو سلامت رکھا اب شیعون نے اونھین صحابہ کو ایسا مورد طعن بنایا

[1] اصول کافی صفحہ ۲۲۱۔

یہ کیسا ظلم ہے۔ اسے حضرات شیعہ قرآن کو مقدم رکھو اور جو روایتیں قرآن کے خلاف ہوں خواہ کسی فریق کی ہوں اون کو جھوٹا سمجھ لو۔

خیبر تین دن مین فتح ہوا پہلے دو دن جو فتح نہ ہوا اسکا نام شیعون نے بھاگنا رکھا ہے کافرون سے لڑکر جو صحابہ پھر اپنے مقام مین واپس آتے تھے اسکی معنی فرار تجویز کرتے ہین اتنا نہین سمجھتے کہ پہلے دو دن کی جنگ نے کافرون کی قوت توڑ دی جبھی تو تیسرے دن فتح ہوئی اور جب فتح انسان کے اختیار مین نہین تو بغیر فتح واپس آنا کوئی عیب نہین ہو سکتا امام حسن علیہ السلام نے تو اس سے بڑھ کر کیا کہ خلافت امیر شام کے حوالے کر کے چلے آئے حالانکہ یہ جہاد جناب امیر کے زمانہ سے قایم تھا۔

اس مقام پر علمائے شیعہ ایک روایت بحوالہ کنز العمال کے پیش کیا کرتے ہین جسکے یہ لفظ ہین کہ۔

فھزم عمر واصحابہ فجاء یجبنہم ویجبنونہ فساء ذلک رسول اللہ۔	(اہل خیبر نے) شکست دی عمر کو اور اصحاب عمر کو تو آئے عمر کہ بزدلا کہتے تھے اپنے ساتھیون کو اور اونکو ساتھی بزدلا کہتے تھے عمر کو تو یہ ناگوار ہوا رسول اللہ کو

یہ روایت کتب صحاح کی نہین۔ راوی اسکے مجہول ہین اس لئے قابل استدلال نہین۔ تعجب یہ ہے کہ حضرات شیعہ تو اپنی اصح الکتب یعنی کافی کی بہت سی حدیثون کو بمقابلہ اہل سنت جھوٹا کہتے ہین اور سنیون کے الزام کے لئے ایسی ضعیف حدیثین پیش کرتے ہین لیکن بفرض تسلیم فرار اس روایت سے بھی ثابت نہین ہوتا۔ ہزیمت کے معنی شکست کے ہین نہ

وار کے۔ غیر فتح واپس آنے کو ہزیمت سے تشبیہ کیا اور بعض لوگوں نے جو بزدلی کا الزام
شیر پر لگایا تھا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا معلوم ہوا۔
بیان مذکور بالا سے بخوبی واضح ہوگیا کہ صحابہ نے کبھی بیعت نہیں توڑی اللہ تعالیٰ کی مدد کرتا تھا

چوتھا اعتراض شیعون کا یہ ہے کہ براء بن عازبؓ سے کسی نے کہا تھا کہ تمھیں مبارک ہو کہ تم صحابی ہو اور صاحب بیعت رضوان ہو تو اونھون نے جواب مین کہا کہ تمھین کیا معلوم ہے کہ رسول کے بعد ہم نے کیا کیا گناہ کیے اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ اس بیعت کو باعث مغفرت نہین سمجھتے تھے۔

جواب یہ ہے۔ کہ یہ کہنا اونکا بمقتضائے خوف الٰہی تھا جو مقربین خصوصًا انبیا کے دلون مین زیادہ ہوتا ہے۔ رسولؐ خود بھی روز مغفرت کی دعا مانگا کرتے تھے۔

اصول کافی[1] مین امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام حسن علیہ السلام بوقت وفات روتے تھے اونسے کہا گیا کہ تمھارے مناقب بہت ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمھارے بہت مراتب بیان کرگئے ہین تم کیون روتے ہو۔ تو آپ نے فرمایا۔

انما ابکی لخصلتین لهول المطلع وفراق الاحبة	مین دو باتون کے لیے روتا ہون جو حالت آنیوالی ہے اوسکی ہیبت اور دوستون کی جدائی

عثمانؓ کی طرف سے جو رسول نے بیعت کی اسکا جواب حضرات شیعہ یون دیتے ہین کہ یہ بیعت اس لئے کی تھی کہ عثمان کا گناہ ہو رہے۔ یہ بیعت توڑنے کا وبال بھی اونکے نامہ اعمال مین لکھا جائے۔

[1] اصول کافی صفحہ ۲۹۲۔

مگر یہ کیسی ناانصافی کی بات ہے رسول رحمۃ للعالمین تھے وہ کسی کے لئے وبال بڑھانے کا سامان کیون کرتے خصوصًا اپنے پیارے داماد کے لئے۔

رسولؐ نے جو بغیر اجازت عثمان کے بیعت کی تھی وہ عثمان پر لازم کیون ہوگی پھر بیعت ٹوٹنے کی کیا صورت تھی۔ عثمانؓ نے یا اور کسی صحابی نے ہرگز یہ بیعت نہین توڑی پھر وبال کیسا۔

ایک شیعہ مصنف نے یہ بھی لکھا یا کہ شاید یہ ہاتھ پر ہاتھ مارنا افسوس کے لئے ہوگا کہ عثمان قید یا قتل ہوگئے یا اس بیعت مین شریک نہ ہوتے۔

لیکن اتنا غور کرنا چاہئے تھا کہ اس صورت میں (لعثمان) نہوتا بلکہ (علی عثمان) ہوتا اسی لئے تمام علمای شیعہ اسکا ترجمہ بیعت سمجھتے ہین۔ حیات القلوب کی عبارت ہم نقل کر چکے قطع نظر اسکے افسوس کے لئے ہاتھ ملنا ہوتا ہے نہ ہاتھ پر ہاتھ مارنا۔

اگر کہین ضرب الید علی الید بمعنی افسوس وارد ہو تو پتا بتائے بلکہ ہاتھ پر ہاتھ مارنا ہمیشہ بمعنی عہد و پیمان کے ہوتا ہے۔

۲۵ تعجب ہے کہ آجکل کے شیعہ رافضی کے لقب ہی برا مانتے ہین حالانکہ یہ مبارک لقب اُنکو اللہ نے عنایت کیا ہے۔ اللہ کے عنایت کردہ خطاب سے برا ماننا کفران نعمت ہے۔

کافی کی کتاب الروضہ مین ہے کہ سلیمان نے امام جعفر صادقؑ سے شکایت کی کہ مخالفین نے ہمارا نام بہت سخت رکھا ہے (شرح کافی روضہ ص۵۱)

فقال ابوعبد اللہ علیہ السلام الرافضۃ۔ قال قلت نعم۔ قال لا واللہ ماسموکم بل اللہ سماکم۔	تو فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے رافضی؟ تو مین نے کہا کہ ہان! امام نے فرمایا کہ واللہ یہ نام تمہارا مخالفون نے نہین رکھا بلکہ اللہ نے تمہارا یہ نام رکھا ہے۔

الحمد للہ کہ جلد اول نصیحۃ الشیعہ با ہتمام ۱۳۲۱ھ مطابق ماہ اگست ۱۹۰۳ع مطبع حشمتیہ مرادآباد مین چھپکر تمام ہوئی